صوبائی سیرت ایوارڈ یافتہ (2006ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

جملہ حقوق محفوظ:

نام	:	خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مصنف	:	ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری
سن اشاعت	:	یکم شعبان 1432ھ 5 جولائی 2011ء
پروڈکشن مینیجر	:	
مارکیٹنگ	:	
کمپوزنگ	:	محمد حنیف انصاری 0300-7660281
لیگل ایڈوائزر	:	
مطبع	:	
قیمت	:	

حسیناں جمیلاں دا منہ موڑ دتا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا کے قلم توڑ دتا

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٖ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

خوش خصال و خوش خیال و خوش خبر ، خَیرالبشر ﷺ
خوش نژاد و خوش نہاد و خوش نظر ، خَیرالبشر ﷺ

دِل نواز و دِل پذیر و دِل نشین و دِل کُشا
چارہ ساز و چارہ کار و چارہ گر ، خَیرالبشر ﷺ

حُسنِ فِطرت ، حُسنِ موجودات ، حُسنِ کائنات
نُورِ ایقاں ، نُورِ جاں ، نُورِ بصر ، خَیرالبشر ﷺ

(حفیظ تائبؔ رحمۃ اللہ علیہ)

انتساب

خیر البشر سید العالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے والدین کریمین

سیدنا عبداللہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما

کے حضور

انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ

سند

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھمّ صلِّ علیٰ سیّدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ وبارک وسلم

خیرالبشر ﷺ: اللہ کے پیارے نبی ﷺ کی پاک سیرت

حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں لکھنا بہت ذمہ داری کا کام ہے۔ ایک اچھے سیرت نگار کو گہری نظر رکھنے والا محقّق ہونے کے ساتھ ساتھ سچّا عاشقِ رسول ﷺ بھی ہونا چاہیئے۔ سیرت کے موضوع پر دنیا کی چھوٹی بڑی زبانوں میں کافی کچھ لکھا جا چکا ہے اور سیرت نگاروں نے اس ارفع واعلیٰ شان کی حامل ہستی کی مثالی زندگی کے ہر رُخ پر روشنی ڈالنے کی بھرپور کاوش کی ہے۔ اس علمی خزانے کے ہوتے ہوئے بھی سیرتِ طیبہ پر کچھ لکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس حوالے سے بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے سیرت نگار اپنے تخیل کی پرواز سے کام لیتے ہوئے کسی بھی بات کو گھٹا یا بڑھا نہیں سکتا۔ مگر ایک حقیقت ضرور ہے کتابی علم کے ساتھ ساتھ باطنی تجربات بھی حاصل ہوں اور دل کی دنیا روشن ہو تو سیرت نگار کی تحریر میں کئی گنا نکھار آ جاتا ہے۔

خیرالبشر ایک ایسے سیرت نگار کی تحریر کردہ کتاب ہے جس نے دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ جدید علوم کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے اور جس کے اندر عشقِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں ہے۔

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری شب و روز دکھی انسانیت کی خدمت کا فریضہ

بھی ہر سانس کے ساتھ کرتے رہتے ہیں بہت نصیبوں والے ہیں کہ سنہری جالیوں کے نظارہ سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا چکے ہیں۔ اس بات میں کسی کو کوئی شک نہیں کہ خوش نصیبوں اور نیک بختوں کو ہی اس درِ اقدس کی حاضری کا شرف ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب تو کئی بار اُن روشن روشن راہوں کے مسافر بن چکے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے کچھ لکھنا بھی ہر ادیب کی قسمت میں نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں بھی وہ بہت خوش قسمت واقع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری کی لکھی ہوئی سیرت کی کتاب ''خیر البشر ﷺ' پڑھنے والا ہر قاری نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے بارے میں بھر پور معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مدنی ماہی ﷺ کے دیدار کیلئے بے چین روح کی تڑپ بھی محسوس کرے گا۔

محمد الیاس گھمن

(چیئرمین: ادارہ پنجابی زبان اور ثقافت لاہور: پنجاب پاکستان)

خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم: دورِ حاضر میں روشنی کا سرچشمہ

عالم رنگ وبُو کا اگر عمیق نظروں سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ تاریکیوں سے روشنی کا ٹکراؤ اور ظلم و جبر کے مقابلے میں محبت اور آشتی کا وجود ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ صبحِ ازل سے لے کر شامِ اَبد تک تاریخِ انسانی کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو عقلِ انسانی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس نور کا ظہور دکھائی دیتا ہے وہ اللہ کے پیارے حبیب اور ہمارے پیارے آقا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا نور ہے۔ سب آسمانی صحیفے ہوں یا الہامی کتابیں یا پھر سلسلہ وار آنے والے انبیاء کرام ہوں سب اپنے عہد اور اپنے علاقے میں انہی کی آمد کی منادی کرتے رہے اور آپ ہی کے انوار و تجلیات کی گواہی دیتے رہے۔ یہاں تک کہ پھر وہ ساعت آ پہنچی جب مکۃ المکرّمہ کے شہر میں اعلیٰ ارفع خاندان قریش کے ایک خوبصورت اور خوبرو اور لاکھوں دلوں کی دھڑکن حضرت عبداللہ کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

دنیا کی کون سی زبان ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے حوالے سے محبت و عقیدت سے لبریز اسلوب میں اَن گنت کتابیں تحریر کی گئی ہیں مگر ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہماری مادری زبان پنجابی میں بھی آپ کی سیرتِ مقدسہ کے بارے میں تحقیقی کتابیں شعری اور نثری انداز میں لکھی گئی ہیں۔ جن میں نبیاں دا

خیرالبشر تک پہنچی ہے۔ یہ تاریخ اتنی روشن اور منور ہے کہ ہر کتاب روشنی بکھیرنے سورج کی
مانند آپ ﷺ کی فضیلت، سیرت اور معجزات کے بارے میں اتنی معلومات افزا اور ایما
افروز ہے کہ یہ سیرتی ادب کا جیتا جاگتا حوالہ بن کر پنجابی ادب کے آسمان پر ہمیشہ جگمگاتی
رہے گی اور ہر دور کے ماتھے کا جھومر بن کر اسے سدا روشن رکھے گی۔

حضرت باغ حسین کمالؒ کے کہنے کے مطابق سیرتِ لکھنے کے لئے بندے کے
وجود میں جن صلاحیتوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور جن منزہ اور مطہر، نورِ علیٰ نور الفاظ کی
ضرورت ہوتی ہے میرے خیال میں خیرالبشر میں جا بجا اور ہر ورق پر ان کا بھرپور اظہار ملتا
ہے بچے تلے الفاظ میں درود پاک کی جلوہ گری، عشق رسول ﷺ کے جذبات سے لبریز
اندازِ بیاں اور دلوں میں اتر جانے والا اسلوب یوں پڑھنے والے کو اپنے سحر میں گرفتار کرتا
ہے کہ جیسے مدنی محبوب ﷺ کی سچی محبت کا نقیب شہر محبوب سے نسیم صبا کے جھونکوں کو ہمراہ
لئے اپنے من کی ہوک اور اپنے دل کی کوک کو یکجا کر کے آگے آنے والی منزلوں کی طرف
بڑھتا چلا جا رہا ہے اور عشق رسول ﷺ کی خوشبوئیں بکھیرتا جا رہا ہے۔

دو عالم کے سردار، مولائے کُل پیارے آقا سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور
سیرتِ مقدسہ پر لکھے گئے یہ انمول موتی، صفحات کو پلٹتے ہوئے یوں احساس ہوتا ہے جیسے
قاری آپ کی سیرتِ طیبہ کے انوار سے روشن ہوتا جاتا ہے اور روح کی گہرائیوں میں اُجالا
ہی اُجالا ہوتا جاتا ہے۔ حضرتِ کمالؒ کے الفاظ:

چوھاں پاسے کھنڈ دا چانن
لواں تے خشبوواں
ساہ دی تند وِچ جدوں تیرے
نام دے پھُل پرووواں

دل موہ لینے والا ہے کہ گمان یوں ہوتا ہے جیسے اپنے ہی دل کی آواز ہے۔ سیرتِ پاک سے متعلق کتب میں ان اوصاف کا ہونا اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر بات آگے بڑھتی دکھائی نہیں دیتی۔ خیرالبشر کے ورق ورق پر یہ نور نہ صرف ضوفگن ہو کر ہمارے سینوں کو راحت بخشتا ہے بلکہ ہمارے گردوپیش کو بھی اس رنگ میں رنگتا ہوا آسمانوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری کا نام اگرچہ کافی عرصہ سے گلزارِ ادب میں نئے پھول کھلا رہا ہے مگر ان کی اس نئی کاوش نے ان کو اس بلند مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ ایک طرف وہ ہمیں تحقیق و جستجو کی گہرائیوں تک لے جانے والے محقق نظر آتے ہیں تو دوسری طرف ان کے سینے میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے سیرتِ طیبہ کے بارے میں حرف حرف روشنی بکھیرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے خاندانی حسب ونسب، ولادت، بچپن، جوانی، بے مثل شباب، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، پہلی وحی، آپ اور آپ کے صحابہ پر کفار مکہ کی جانب سے توڑے جانے والے ظلم وستم کی تلخ داستاں، مسجد نبوی کی بنیادیں رکھنے سے لے کر اصحاب صفہ تک، صلح حدیبیہ، غزوات وسرایا کا بیان، فتح مکہ حجۃ الوداع اور آپ کے اپنے رب کی طرف لوٹ جانے تک ساری حیاتِ طیبہ کے ایک ایک رُخ پر بھرپور روشنی ڈالنے کی اچھی کوشش کی ہے۔ اس کاوش میں ہمیں ہر ہر حرف ایسا مقدس اور پاکیزہ دکھائی دیتا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم رسول کریم ﷺ کے دور میں ہی سانس لے رہے ہیں اور یہ واقعات ہماری آنکھوں کے روبرو ہو رہے ہیں۔ سبحان اللہ، رب جیسے توفیق دے۔

الیاس گھمن کے بقول ''سیرت نگار اپنے تخیل کی پرواز سے کسی بات میں کمی بیشی تو نہیں کر سکتا مگر یہ بات ضرور ہے کہ کتابی علم کے ساتھ ساتھ باطنی تجربے اور روحانی

بالکل متفق ہوں کہ ڈاکٹر ساجد انصاری کی آنکھوں سے دل تک مدینہ ہی مدینہ دکھائی دیتا ہے۔ان کے الفاظ دل کی گہرائیوں سے اٹھتے ہیں اور دل کی گہرائیوں میں ہی جا بستے ہیں۔
اس لئے کتب سیرت کے عظیم ذخیرے میں اگرچہ اور بھی بہت سے انمول موتی اپنی چمک بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر خیر البشر کی اپنی ہی جداگانہ اور منفرد سج دھج ہے۔خاص طور پر امہات المؤمنین اور آپ کی خاندانی زندگی کی امین پاک خواتین کے مقدس ذکر کے وقت تحقیق کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔اسی طرح ان کی قربانیاں،اسلام کیلئے کی گئی کاوشیں ،گھریلو زندگی اور شب و روز کی جانثاری بڑی محبت سے تحریر کئے گئے ہیں جذبات میں رچی بسی تحریر نے ان کے دُکھ سُکھ اور زندگی کے تلخ واقعات کا اس انداز میں احاطہ کیا ہے کہ الفاظ کو ہم اپنے سانسوں میں دھڑکتا محسوس کرنے لگتے ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک،خدوخال اور شمائل کا مبارک ذکر سیرت نگاری کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔اس کتاب میں اس باب میں قرآن وحدیث اور اصحابِ کرام کی روایات کو یوں یکجا کر کے پیش کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ اور معجزات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے سیرت پاک کے حوالے سے لکھنے والے نامور اور عظیم علماء کی فکر سے مکمل استفادہ کیا ہے۔خاص طور پر یورپی مستشرقین کی تنقید بھرے اعتراضات کا ایسا فکری و علمی جواب دیا ہے کہ قارئین کے دلوں میں سچی محبت کی روشنی جگمگ جگمگ کرنے لگ جاتی ہے میں خاص طور پر ادب کے قارئین اور ناقدین سے اس حصے کا بھرپور مطالعہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔
خیر البشر میں ''امت پر نبی رحمت کے حقوق'' کے باب میں ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری نے ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے کہ ان کے بارے میں اگرچہ ہمیں کماحقہ علم ہوتا ہے لیکن بوقتِ ضرورت یہ اعمال ہمارے ذہن میں ہی نہیں آتے۔سچے عاشقانِ رسول کیلئے یہ

توقیر، آپ کی عزت اور وقار کی حفاظت، آپ پر درود شریف پڑھنا اور اہل بیت کی محبت ایسی چاہت اور عقیدت سے لکھے گئے ہیں کہ حروف کی خوشبو سے تن من نہال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقوق کو ہمیشہ یاد رکھنے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

صوفیاء کرام کے بقول ''باخدا دیوانہ باش با محمد ہوشیار'' کی ضرورت ہمیں ہر وقت اور ہر مقام پر ہوتی ہے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری نے اس حوالے سے لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان کی اس کاوش نے ان کو عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس بلندی پر لا کھڑا کیا ہے کہ ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس موضوع پر اور بھی کاوش منظر عام پر لا کر کتب سیرت میں اضافہ کریں گے۔ کیونکہ کفر و ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے اس دور میں جبکہ ہر طرف بے ادبی اور اھانتِ رسول سے کام لینے والی طاغوتی طاقتوں نے اپنا بازار گرم کر رکھا ہے، سیرت نگاری کی ضرورت و اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

میری دعا ہے کہ یہ کتاب ہمارے سیرت نگاری کے ادب میں روشنی کا مینار ثابت ہو اور کتبِ سیرت کے ماتھے کا جھومر بنے اور ہمیں اس کے حرف حرف سے ایسی سچی روشنی نصیب ہو کہ کائنات یہ پکار اُٹھے۔

''ایہہ نیں رسولی چانن دے رُشنائے لوگ''

یعنی یہ ہیں وہ پُر نور لوگ جو درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُجالوں سے فیضیاب ہیں۔ آمین!

ڈاکٹر انوار احمد اعجاز

ممتاز نقاد، دانشور اور ادیب

خیرالبشر ﷺ: دلکش انداز اور خوبصورت لہجے والی کتاب

پنجابی نثر میں سیرت نگاری کی بنیاد سنگھ امرتسری نے رکھی۔ پھر عبداللطیف عارف، محمد حبیب اللہ فاروقی، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، عبدالکریم ثمر، سلیم خاں گمی، ڈاکٹر مہر عبدالحق، سجاد حیدر پرویز، بہاء الحق عارف، اظہر محمود، قدر آفاقی، پروفیسر عبدالرشید، سعیدہ رشیم، محمد صدیق شاکر اور اورنگزیب احمد غزنوی نے اس موضوع پر بھرپور کتب لکھیں اور سرکارِ انبیاء ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ کچھ ادیبوں نے بچوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیرت کی چھوٹی چھوٹی کتابیں تحریر کیں۔

مذکورہ بالا ادباء میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے اردو میں تحریر کردہ سیرت کی کتابوں میں درج واقعات کو سامنے رکھا اور ان کا ترجمہ کر دیا مگر کچھ احباب نے تحقیق کے تقاضے بھی پورے کئے ہیں۔ جیسے اظہر محمود نے ''نور دِیاں کرناں'' میں تحقیقی رنگ اختیار کرتے ہوئے حضورِ پاک ﷺ کی زندگی کے بعض واقعات پر پڑی مٹی کو تحقیق و جستجو سے صاف کرنے کی خوبصورت کاوش کی ہے۔

پنجابی کے سیرتی ادب میں اب ''خیرالبشر'' کی صورت میں ایک خوبصوا اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری ہیں جو فیصل آباد میں ماہر امراضِ جلد کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مگر محبتِ رسول ﷺ میں اپنی زندگی کا مقصد حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت کو عام لوگوں تک پہنچانا بنا لیا ہے۔ اب تک آقا کریم ﷺ کی سیرتِ اقدس کے بارے میں چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں جبکہ پانچویں کتاب ''خیر البشر ﷺ'' کے ذریعے انہوں نے اپنی مادی زبان پنجابی کے دامن کو سیرتی ادب سے

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری کی تحریر کا اسلوب دوسرے ادیبوں سے منفرد بھی ہے اور دلکش بھی۔ انہوں نے سیرت طیبہ کے واقعات ترتیب وار لکھنے کے ساتھ ساتھ جدتیں بھی پیدا کی ہیں۔

کتاب کا آغاز ''سرکارِ مدینہ کی ارفع و اعلیٰ شانیں'' سے کیا گیا ہے۔ اس باب میں قرآن کریم کے حوالے سے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان عظمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اور کسی بشر میں موجود نہیں، جیسے نبیوں کے نبی، تمام جہانوں کیلئے رحمت، امام الانبیاء، مقامِ محمود وغیرہ اس کے بعد مصنف نے ''قرآن پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات'' کے عنوان سے بہت خوبصورت جملے تحریر کئے ہیں اور بتایا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جا بجا اپنے بندوں کو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کی تعلیم دیتے نظر آتے ہیں۔ پھر پورے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ آپ کو نام لے کر نہیں پکارتا بلکہ کسی نہ کسی صفاتی نام سے یاد کرتا ہے۔ کہیں مزمل کہیں مدثر، کہیں یٰسین کہیں نبی کہہ کر آپ کو مخاطب کرتا ہے۔ اگلے باب میں ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری مختلف حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ پہلے انبیاء پر جتنے بھی اعتراضات کئے گئے وہ نبی اپنے اوپر کئے گئے اعتراضات کا جواب خود دیتے تھے مگر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے گئے اعتراضات کا جواب ربِ کائنات آپ دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

اس کے بعد ''خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے مصنف نے مکی اور مدنی دور کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ان کا اندازِ تحریر دلکش بھی ہے اور تحقیقی بھی۔ انہوں نے جہاں مناسب سمجھا ہے یا جہاں مختلف سیرت نگاروں میں اختلافات رائے نظر آیا ہے وہاں انہوں نے مختلف نظریات کی وضاحت کی ہے اور مناسب مقامات پر متعلقہ کتب کے حوالات بھی دیئے ہیں۔

کی کنیزوں اور اولاد کے بارے میں الگ الگ معلومات دی ہیں۔ پھر شمائل مصطفیٰ ﷺ بیان کئے ہیں اور اسوۂ حسنہ کے عنوان سے اوصافِ مصطفیٰ ﷺ بتائے ہیں۔ معجزاتِ پیغمبر ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ اُمت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔ آخر میں پوری کتاب کے اہم نکات کو مختلف انداز میں پھر سے یکجا کر کے بیان کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری کی یہ کتاب پڑھتے ہوئے کسی پل یہ احساس نہیں ہوتا کہ مصنف کا تعلق علم و ادب کی بجائے طب کے شعبہ سے ہے وہ الفاظ کے استعمال کا ڈھنگ جانتے ہیں، تحقیق کے تقاضے بھی انہوں نے بری حد تک پورے کئے ہیں۔ بہت سے پیچیدہ مقامات پر مصنف کامیابی سے گذر گئے ہیں مگر ایک آدھ ایسا مقام بہرحال موجود ہے جہاں وہ روایتی سیرت نگاروں کی طرح تحقیق کا معیار قائم نہیں رکھ سکے اور ان کی تحریر کردہ باتیں ہی نقل کر گئے ہیں۔ شق صدر، شعب ابی طالب جیسے واقعات میں وہ کرنل محمد انور مدنی اور راجا رشید محمود کی کتابوں کو سامنے رکھ کر غور کریں تو ان احباب کے بیان کردہ نکات کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا ذہن تحقیقی ہے۔ سائنس اور میڈیکل کا طالب علم ہونے کے سبب اور قرآن پاک کا گہرا مطالعہ بھی ان کی تحریر میں نظر آتا ہے اس لئے ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ حضورِ پاک ﷺ کی مقدس زندگی کے ایسے واقعات جن پر اسلام کے دشمنوں نے مٹی ڈال دی کہ چاہنے والوں کو واضح صورت دکھائی نہیں دیتی۔ وہ تحقیق کی انوار سے واضح کرنے کی کاوش ضرور کریں گے۔

''خیر البشر'' جیسی خوبصورت اور دلکش انداز تحریر کی حامل اور دل میں اتر جانے والے لہجے والی کتاب لکھنے پر وہ مبارکباد کے حق دار ہیں۔

ڈاکٹر ارشد اقبال ارشد

چیف ایڈیٹر ''ماہنامہ لکھاری'' لاہور

اپنی بات

اللھمّ صلِّ علیٰ سیّدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ وبارك وسلم

خیرالبشرﷺ پیارے نبیؐ رحمت سیّدنا محمد مصطفٰیﷺ کی سیرت، اسوۂ حسنہ، صفاتِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کے بارے میں لکھا گیا ایک گلدستہ ہے۔ جس میں بڑی ہی محبت، عقیدت، ادب واحترام اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پھول اور کلیاں چُن چُن کر سجائی گئی ہیں۔ اس بات کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ایسی کوئی بات تحریر نہ کی جائے جو تحقیق کے اصولوں اور ادبی معیار کے خلاف ہو۔

سیرت کے حوالے سے لکھنے کی سعادت ملنا، اصل میں مقدر کی یاوری اور اس کے پیارے حبیبﷺ کی خصوصی رحمت کا نتیجہ ہے۔ خیرالبشرﷺ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، اس حوالے سے چند باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کیا اور عقل وشعور کی نعمت عطا کی۔ نیکی اور بُری، خیروشر اور حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے اور مخلوق کو سیدھی راہ پر چلانے کے لیے اپنے خاص برگزیدہ بندوں کو نبوت کا تاج سر پر سجا کر بھیجا۔ جنھوں نے اپنا کام بہت ہی محنت، لگن، شوق اور یکسوئی سے کیا۔ ان انبیاء کرام میں سب سے آخر میں ہمارے پیارے نبی سیّدنا محمد مصطفٰیﷺ تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اب قیامت تک آپ کی سیرت اور تعلیمات ہی کل انسانوں کے لیے

ین کامیابی اور فلاح ہے۔ ذات نبی کریم ﷺ سے نسبت ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ اس حقیقت کو ایک حدیث شریف میں واضح کیا گیا ہے:

"جس نے (سیّدنا) محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے (سیّدنا) محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور (سیّدنا) محمد ﷺ نے لوگوں میں کفر اور اسلام میں فرق قائم کیا۔" (صحیح بخاری)

ایک اور بہت اہم بات یہ ہے کہ اگر آج کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء پر مکمل ایمان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان کا دعوے دار بھی ہے یا پھر کوئی شخص سیّدنا محمد ﷺ کی ذات کے گُن گاتا ہے، آپ کی تعلیمات کا گرویدہ اور آپ کی شخصیت کا پرستار ہے مگر زبانی یا قلبی طور پر ایمان لانے کا روادار نہیں۔ جیسا کہ کچھ مغربی مستشرقین کا رویہ ہے یا پھر مدینے کے منافقین بھی ایسا ہی روّیہ رکھتے تھے۔ ایسا شخص موحد یا توحید پرست نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ پر مکمل ایمان لائے بنا دین و دنیا میں کامیابی نہیں مل سکتی۔ اس لیے توحید و رسالت کی مکمل پہچان کے لیے سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی، سیرت اور تعلیمات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ مسلمان ہونے کے ناتے اور ایمان کا رشتہ جوڑنے کے بعد آپ ﷺ کی سیرت کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ اور معرفت اور اس سے فیض یاب ہونا از حد ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ ہم مسلمانوں کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے محبت کا ناتا جوڑے بنا ایمان کا کامل ہونا فریب ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ایک مشہور حدیث ہے جس کا مفہوم ہے:

اپنی اولاد، ماں باپ اور اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ جانے۔"

(صحیح بخاری)

اس محبت اور عشق کا تقاضا ہے کہ آپ کا ذکر خیر زیادہ سے زیادہ کیا جائے اور آپ کی سیرت اور تعلیمات کو عام کرنے کا جتن کیا جائے۔ میری یہ کاوش اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

اس کتاب کے ذریعے میں نے نبی کریم رؤف ورحیم شفیع معظم سرورِ دو عالم ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا اظہار کر کے دراصل اپنے لیے آخرت میں نجات کا بندوبست کیا ہے یا پھر یوں سمجھ لیں کہ پُل صراط کے اندھیروں میں اپنے لیے روشنی کا وسیلہ بنایا ہے۔

مجھے یہ احساس ہے کہ میری یہ کوشش اور سعی کوئی بھرپور کاوش نہیں ہے مگر اس مائی صاحبہ کی طرح میں نے اپنا نام شہنشاہِ امم ﷺ کے غلاموں میں لکھوایا ہے جو ایک اٹی لے کر سیّدنا یوسف علیہ السلام کا خریدار بن کر آ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور سیرت کے مشن کو عام کرنے کے اس مشن میں مجھے کامیابی عطا کرے۔ آمین

ایک اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ نورِ مجسم شفیع معظم ﷺ کی سیرت کسی عام دنیاوی آدمی کی سوانح عمری یا آپ بیتی نہیں کہ اس کے حال احوال یا کارناموں سے آگہی کے لیے وقت ضائع کیا جائے نہ یہ قصے کہانی یا ناول ہے کہ صرف لطف و سرور اُٹھانے کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے بلکہ سیرت کا مطالعہ تو نور کا ایک دریا ہے جس سے ہر پیاسا سیراب ہوسکتا ہے اور یہ ایک ایسا پیغام ہے جس سے زندگی کے ہر راستے پر راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ سیرت تو میرے زندہ نبی کا فیضان ہے جو قیامت تک آنے والے ہر فرد کو فوز و فلاح کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔

مگر ہم اپنے پیارے اور سوہنے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے شرمندہ ہیں کہ ہم

تک نہیں کی بلکہ مجھے یہ لکھتے ہوئے بھی عار محسوس نہیں ہوتی کہ ہم نے اسوۂ حسنہ کو بھلا دیا ہے اور سیرت کے پیغام کو فراموش کر دیا ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کو مذہبی راہنما اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے تو پیش کیا ہے لیکن سیاسی مدبر، معاشی قائد اور معاشرتی راہنما کی حیثیت سے آپ کی تعلیمات کو باضابطہ طور پر اپنے معاشرے میں نافذ نہیں کیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کے ہر پہلو کا کما حقہ، مطالعہ کیا جائے اور اس سے روشنی حاصل کر کے اپنی دینی و دنیاوی زندگی کو منور کیا جائے۔

دورِ حاضر میڈیا کا دور ہے، دنیا ایک گلوبل ولیج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس ماڈرن دور میں بھی مغربی طاقتیں ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر کیچڑ اُچھال کر اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے مغربی عیسائی مورخین اور تاریخ دانوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعصب اور عداوت کی بناء پر آپ کی ذات پر بے سروپا اعتراضات کئے اور کرید کرید کر جھوٹے الزامات لگائے۔

صیہونی دانشور بھی مکمل طور پر ان کی پشت پناہی پر تھے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ خود مسلمانوں کے اندر بھی ایسے دانشور اور مصنّفین پیدا ہو گئے جو باطل قوتوں کی شہ پر مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو گھٹانے اور مسلمانوں کے قلب و روح سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع بجھانے میں آلۂ کار بن گئے۔ ان ماڈرن سیرت نگاروں نے مغربی محققین اور مستشرقین کے زیرِ اثر نبی کریم ﷺ کی سیرت کو صرف چلتے پھرتے ایک بشر کے شب و روز کے حالات تک محدود کر دیا۔ وہ ان اعلیٰ رتبوں اور عظیم صفات کو بھول گئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائیں۔ اس لیے وہ آپ کے معجزات کا ذکر ڈرتے ہوئے یا معذرت خواہانہ انداز میں کرتے ہیں یا پھر بالکل ہی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں کو اپنے آقا و مولا ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کا مکمل ادراک ہو۔

خوبصورت انداز میں قارئین تک پہنچایا جائے۔ عقل و دانش، فہم و ادراک اور دلیل و وضاحت سے بات کی جائے اور تعلیمات مصطفوی ﷺ کو سب لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں ہر صلاحیتِ بروئے کار لانا ہوگی اور تمام تر وسائل کو سیرت کے انوار کو عام کرنے کے مشن میں صرف کرنا ہوگا۔ تبھی ایک فلاحی اور خوشحال مصطفائی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے جو دنیا کے لیے ایک مثال ہو۔

خیر البشر ﷺ پنجابی زبان میں لکھنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہماری مادری زبان میں سیرت کے موضوع پر بہت کم کتابیں ہیں۔ اس کا دامن بھی اس سعادت سے بھرا ہونا چاہیے۔ دوسرا مقصد تھا کہ پنجابی زبان نہ صرف ہم مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ یہ مشرقی پنجاب کے باشندوں کی زبان بھی ہے جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھے قویّ اُمید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے امن پسند، روادار اور کھلے دل و دماغ کے لوگوں میں ایمان کی جوت جگمگا اُٹھے گی۔ اس مقصد کے لیے ان شاء اللہ اس کتاب کا گرمکھی ایڈیشن مناسب وقت پر شائع کیا جائے گا۔ اس طرح میری کوشش یہ تھی کہ اس کتاب کو اُردو اور انگریزی میں ترجمہ کر کے چھاپا جائے اور عام کیا جائے تا کہ یہ فیضانِ مصطفیٰ ﷺ ہر فرد تک پہنچ سکے۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کو قبول کیا اور خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُردو ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی رحمت کے صدقے ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور آئندہ کے لیے ہماری مقدس اور نیک عزائم کو پورا فرمائے۔ (آمین)

اس کتاب کی تحریر اور اشاعت تک بہت سے دوستوں اور مہربانوں نے میری مدد کی جن کا ذکر بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے مغربی پنجاب میں پنجابی زبان کے عالمی

جنھوں نے پنجابی میں اسلامی لٹریچر شائع کرنے کی میری تجویز پر مجھے ہی لکھنے کی دعوت دی اور پھر ہر موڑ پر راہنمائی اور سرپرستی کرتے ہوئے اپنے ادارے کی جانب سے اس کتاب کو شائع کر کے میرا مان بڑھایا۔ ڈاکٹر اظہار احمد گلزار جو فیصل آباد کے علمی و ادبی حلقوں کی جان ہیں اور اُردو پنجابی کے شاعر اور ادیب ہیں انھوں نے بڑی محبت اور شوق سے میری ہر ممکن مدد کی اور ایک رسالے سے بڑھا کر پوری کتاب لکھنے کی راہ سمجھائی۔ سب سے زیادہ شکریہ کے حق دار پنجابی اُردو کے نامور ادیب جناب اصغر نظامی ہیں جنھوں نے اپنی بیماری اور نقاہت کے باوجود اپنا قیمتی وقت میری اس کتاب کو سنوارنے اور پنجابی زبان کے سنگھار سے آراستہ کرنے کے لیے اپنی زیادہ سے زیادہ کوششیں کیں۔ اس کے علاوہ صدارتی ایوارڈ یافتہ لغت گو شاعر جناب پروفیسر ریاض احمد قادری بھی شکریہ کے حق دار ہیں جنھوں نے مجھے بہترین مشورے دیے اور میری مکمل راہنمائی کی۔

محترم ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، محترم پروفیسر مفتی عبدالرؤف، محترم عطاء المصطفیٰ نوری، محترم پروفیسر عطاء المصطفیٰ طاہر، محترم ڈاکٹر سیّد محمد اعظم بخاری المصطفیٰ تھنکر زفورم فیصل آباد کے سارے ممبران، مرکزِ تحقیق فیصل آباد کے سب عہدیداران اور بہت سے دوست احباب جن کے ناموں کی ایک لمبی فہرست ہے وہ تمام بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

میری اہلیہ اور بچے بھی شکریہ کے حق دار ہیں جنھوں نے ہر وقت اور ہر پل میری ضرورتوں کا خیال رکھا اور اس کام میں مجھے کوئی مشکل پیش نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

یکم شعبان 1432ھ۔ 5 جولائی 2011ء

سیّد العالمین ﷺ کی فضیلت و عظمت

اللہ تعالیٰ نے عالمِ انسانیت کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول معبوث کیئے۔ یہ سب مقدس ہستیاں بہت ارفع و اعلیٰ مقام اور بلند و بالا شان کی حامل ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ ہستیوں کو فضیلت و عظمت عطا کی گئی۔ جس کی وجہ سے وہ دیگر انبیاء سے افضل ٹھہریں۔ ارشادِ ربانی ہے "یہ رسول ہیں جن میں سے کچھ کو کچھ پر ہم نے فضیلت عطا کی" (البقرہ)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کو عظمت بخشی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد رُوح القدس کے ساتھ فرمائی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آتشِ نمرود کو گلزار بنایا تو حضرت یوسف علیہ السلام حسن و زیبائی کا آفتاب بن کر چمکے۔ لیکن قربان جائیں پیارے نبی کریم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شان و عظمت یہ کہ جن کے اوصاف و فضائل کا شمار ہی ممکن نہیں۔ حقیقت یوں ہے کہ کل کائنات میں نبی باقی انسانوں سے افضل ہیں۔ نبیوں کے اندر رسولوں کا مرتبہ بلند تر ہے جن کی تعداد 313 ہے۔ ان میں چار رسول الوالعزم رسول ہیں جن کو صاحبِ شریعت بنا کر بھیجا گیا۔ اور ان رسولوں میں سے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ افضل و اعلیٰ ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جو خصوصی عظمتیں اور منفرد فضیلتیں سیّد العالمین سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا فرمائی گئیں، ان کا مختصر سا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے بھی نبی ہیں۔اس عالمِ ہست و بود کی تخلیق سے پہلے سب نبیوں اور رسولوں کی ارواحِ مقدسہ سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر ان کے دور میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئیں تو پھر ان پر لازم تھا کہ وہ آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کریں۔قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”اور یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس ایک عظیم رسول آجائے جو اس (کتاب وحکمت) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے،تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد فرمانا،فرمایا گیا تم نے اس کا اقرار کر لیا؟ اور اس پر میرے بھاری عہد کو قبول کر لیا،ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔فرمایا،سو گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، پھر اس کے بعد جو اس سے پھرا تو وہی لوگ نافرمان (فاسق) ہیں“۔(آلِ عمران 82-81)۔

2) کائنات کیلئے نبی

نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ سے قبل جتنے بھی نبی یا رسول تشریف لائے۔وہ صرف ایک قوم یا قبیلے کیلئے نبی تھے۔یا اُن کی نبوت ایک علاقے یا بستی تک محدود تھی۔الیکن ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب جہانوں کیلئے سب مخلوقات کی جانب اور ابد تک کیلئے نبی بنا کر بھیجا۔قرآنِ عظیم میں ارشادِ ربانی ہے ”بڑی برکت والا ہے وہ،جس نے اپنے (مقدس) بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ سب جہانوں کیلئے ڈر سنانے والا ہو“۔(الفرقان:1)۔

نبیوں پر فضیلت دی گئی۔ مجھے کلام کرنے کی تمام خوبیاں جمع کر کے دی گئیں، رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، مالِ غنیمت میرے لئے حلال ہوا، ساری زمین میرے لئے پاک کر دی گئی اور مسجد بنا دی گئی، مجھے سب مخلوق کی جانب نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا''۔(مسلم: ج:1)۔

3) خاتم الانبیاء ﷺ

رسولِ کریم ﷺ کا امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ کے سر مبارک پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا۔ اور آپ کے ساتھ نبوت کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ اَب قیامت تک کیلئے ہر قوم، ہر علاقے اور ہر زمانے کیلئے آپ ﷺ ہی نبی ہیں۔آپ کی ختمِ نبوت کی گواہی قرآنِ عظیم یوں دیتا ہے'' محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخری (الاحزاب 40)۔امام مسلمؒ کی ایک حدیث ہے'' حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں'' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' میں محمد اور احمد ہوں، میں ماحی ہوں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دیتا ہے، میں حاشر ہوں، میری ایڑیوں پر لوگ جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے''۔(مسلم: ج:2)۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت خوبصورت گھر بنایا ہو، اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہو، لوگ اس گھر کو چل کر دیکھیں اور حیران ہو کر کہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی، اور وہ اینٹ میں ہوں، میں خاتم النبین ہوں(صحیح بخاری: صحیح مسلم)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضورِ اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے "نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت (الانبیاء:107)۔ مفسرین کا بیان ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ سب جہانوں کا ربّ اور پروردگار ہے، اسی طرح سیّدنا محمد مصطفیٰ کریم ﷺ بھی سب جہانوں کیلئے رحمت ہیں اور آپ سب مخلوق پر کرم نوازی فرماتے ہیں۔ گویا جہاں تک اللہ تعالیٰ کی خدائی ہے، وہاں وہاں سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مصطفائی ہے۔ جہان بھر پہ رحمت فرمانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کل مخلوق کے حال احوال کی خبر رکھیں اور ساتھ ہی یہ اَمر بھی لازمی ہے کہ آپ دُکھی، غمزدہ اور حاجتمند اُمت کی دادگیری کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ طاقت وقوت بھی عطا فرمائی ہے۔

نبی پاک ﷺ کی شان وعظمت یہ بھی ہے کہ نہ صرف مسلمانوں کیلئے بلکہ کفار اور منکرین کیلئے بھی آپ کی ذات رحم وکرم کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں پر عذاب کرے"۔ الانفال:33)۔

5) سب نبیوں کی صفات کا گلدستہ

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایسی صفت عطا کی جو صرف اسی کے ساتھ مخصوص تھی۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حلم اور انکساری، حضرت ایوب علیہ السلام کو صبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمان نوازی کی صفات عطا کی گئیں۔ اسی طرح ہر نبی کو مختلف معجزے بخشے گئے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یدِ بیضا کا معجزہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کا معجزہ، حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی والا معجزہ دیا گیا، مگر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد

اور اچھی عادت آپ کے اندر موجود تھی، بلکہ آپ ﷺ نے جو کام کیا یا جو بات ارشاد فرمائی، وہ اخلاق کی اعلیٰ صفت کا نمونہ بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''بے شک آپ ضرور خلقِ عظیم پر فائز ہیں''۔ (القلم:4) فارسی کا ایک شعر ہے ۔

حسن یوسف ، دمِ عیسیٰ ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یدِ بیضا آپ ﷺ کی عالی مرتبت ذات میں جمع تھا۔ آپ ﷺ نے عملی میدان میں یوں زندگی گزاری کہ ہر طرح کی خوبی اور صفت مزید نکھر کر نمایاں ہوئی۔ اس لئے آپ کی سیرتِ مطہرہ بادشاہوں اور حکمرانوں کیلئے نمونہ ہے تو فقیروں اور بے نواؤں کیلئے بھی منبعٔ نور ہے۔ تاجروں، استادوں، سیاست دانوں، مزدوروں اور محنت کشوں کیلئے روشنی کا مینار ہے تو سپہ سالاروں، مدبروں اور دانشوروں کیلئے راہنما ہے۔

6) کثرتِ معجزات کے سبب سے فضیلت

نبی کریم ﷺ سے قبل جتنے بھی نبی تشریف لائے، سب کو معجزات عطا ہوئے لیکن ان کی تعداد ایک یا دو ہوتی تھی۔ لیکن آپ کو بے شمار معجزات عطا کئے گئے، معجزے کا مطلب ہے ایسی بات جو انسانی عقل کو حیران کر ڈالے اور بندہ بشر اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہو، نبی پاک ﷺ کا سب سے بڑا اور منفرد معجزہ قرآنِ پاک ہے اور یہ معجزہ وہ ہے جو تا قیامِ قیامت موجود رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''بے شک ہم نے قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ (الحجر:9)۔ قرآن مجید کی سچائی اور عظمت

قرآن جیسی ایک آیت ہی لے آئیں"۔(الطور:34)۔قرآن مجید کے علاوہ اور بھی بہت سے معجزات نبی کریم ﷺ کو عطا ہوئے ،جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

- آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہو گیا۔
- آپ کے اشارے سے ڈوبتا سورج عصر کے وقت پر لوٹ آیا
- ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے اور ہزاروں صحابہ نے اپنی پیاس بجھائی۔
- بے زبان جانوروں نے آپ کے سامنے سجدے کیئے اور اپنی فریاد عرض کی۔
- بے جان پتھروں نے منہ سے بول کر آپ کی سچی نبوت کو گواہی دی۔
- آپ کو مادّی وجود کے ساتھ آسمانوں کی معراج کرائی گئی۔

7) کامل شریعت کے حامل

نبی محتشم رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت سے بنی نوع انسان کی رہبری اور ہدایت کا کام عروج پر پہنچ گیا اور وہ پیغامِ ربانی جو سب انبیاء فرداً فرداً پہنچاتے رہے۔اب پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ نبی کریم ﷺ کی معراج سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اب شعورِ انسانی اپنے کمال تک پہنچ گیا ہے اور اب ہدایت کیلئے کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قیامت تک کے انسانوں کیلئے نبی رحمت ﷺ کا پیغام ہی کافی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا ہے"۔(المائدہ:3)۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"اس وقت تمہارا کتنا مرتبہ اور

میں سے ہوگا''۔(صحیح بخاری 490/1)۔

8) کثرتِ اُمت

اللہ ربّ العزت نے پیارے نبی کریم کی ﷺ کی امت کو سب سے بہترین امت قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی امت عددی لحاظ سے باقی سب امتوں سے زیادہ بنائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تم ان امتوں میں سے بہترین امت ہو، جو لوگوں کے سامنے آئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو (آلِ عمران: 110)۔ امت مسلمہ کو یہ اعزاز دیا گیا کہ یہ باقی نبیوں کی نبوت کی گواہی دے گی اور اس کے ساتھ ساتھ باقی امتوں کی گواہ بھی بنے گی۔

نبی کریم کی ﷺ امت کو وسط امت یعنی درمیانی امت قرار دیا گیا ہے ''اے مسلمانوں! ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ''۔ (البقرہ:143)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مسلمان کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا، اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کردی ہے؟ اے اللہ تو گواہ ہوجا''۔ پھر فرمایا ''کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت میں چوتھا حصہ ہو، ہم نے کہا، ہاں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم جنت کے لوگوں میں آدھی تعداد تمہاری ہو، تمہارے مقابلے میں دوسری امتیں یوں ہوں گی جیسے سفید بیل میں ایک کالا بال یا پھر کالے بیل پر ایک سفید بال''۔(صحیح مسلم :ج:1،ص:117)۔

اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی کریم ﷺ کو مقامِ محمود والی شان عطا فرما کر آپ کو سب کائنات میں وہ ارفع و اعلیٰ مقام بخشا جو غوث قطب تو ایک طرف انبیاء میں سے بھی کسی کو عطا نہ ہوا۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربی ہے ''عنقریب تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر بٹھائے گا''۔(الاسراء:79)۔ مقامِ محمود وہ اعلیٰ جگہ ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ اس پر بیٹھنے والی ہستی کی تعریف کریں گے۔ اس دن حضورِ پاک ﷺ کے ہاتھ میں حمد والا جھنڈا ہوگا۔ آپ کو شفاعتِ کبریٰ کی اجازت ہوگی اور آپ سب اہل ایمان کی شفاعت فرمائیں گے۔ ایک حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہؓ روای ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام عطا کیا اور مجھے دیدار عطا کیا اور مجھے مقامِ محمود اور حوضِ کوثر کی فضیلت عطا کی گئی''۔(مختصر تاریخ دمشق: 2:ص،108)۔

10) اللہ تعالیٰ رضائے مصطفیٰ ﷺ کا طالب

یہ ساری کائنات اور اس کے سارے باسی اپنے پروردگار اور پالن ھار کی رضا و خوشنودی کے حصول کی خاطر ہمہ وقت مصروف ہیں۔ کیونکہ دنیا و آخرت میں فوز و فلاح اور نجات صرف ان لوگوں کا مقدر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ خود ربّ ذوالجلال اپنے سوہنے اور میٹھے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی رضا کا طالب ہے۔ مدینہ منورہ میں سب مسلمان شروع میں بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے قلبِ اطہر میں یہ آرزو پوشیدہ تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو جائے۔ آپ ایک روز بار بار آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت

ہیں ،سو ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی جانب موڑ ڈالیں گے ،جس کیلئے تم راضی ہو“ (البقرہ:144)۔ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے ”عنقریب ہم تمہیں اتنا عطا کریں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے“۔(الضحیٰ:105)۔

11) سرکارِ دو عالم ﷺ کے رفعتِ ذکر کی وجہ سے فضیلت

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے لیکن ہم صرف چالیس پچاس ناموں سے واقف ہیں۔لیکن ہمارے نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ کی شان اتنی بلند ہے کہ آج پوری دنیا میں ہر گھڑی ہر پل اور ہر ہر مقام پر آپ ﷺ کا ذکر خیر ہوتا ہے۔یہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ،حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے سے جاری ہے اور قیامت کے بعد تک جاری رہے گا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ”اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے“۔(النشراح:4)۔ اس دھرتی پہ دیکھ لیں ، جاپان میں سورج کی شعاعوں کے ساتھ ہی فجر کی اذانیں گونجنا شروع ہوتی ہیں اور یہ سلسلہ ہوتے ہوتے کینیڈا ،امریکہ تک جا پہنچتا ہے۔جب یورپ میں فجر کا وقت ہوتا ہے تو جاپان میں ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔اس طرح ذکرِ خدا و ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ سلسلہ ہر ہر پل چلتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا لازم وملزوم ہے۔کلمہ ہو یا اذان یا پھر قرآنِ کریم کی آیات ہوں ،اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضورِ اکرم ﷺ کی رسالت کا ذکر ساتھ ساتھ ہے۔چند آیات ملاحظہ ہوں :

- جس نے رسول کی اطاعت کی ،اس نے خدا کی اطاعت کی

ہیں۔

- بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں
- اے مسلمانوں تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھی

12) قائد المرسلین اور امام الانبیاء

نبی کریم ﷺ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ معراج کی شب بیت المقدس کے اندر آپ نے سب انبیاء کی امامت فرمائی۔ اسی طرح آپ کل انبیاء و رُسل کے قائد اور رہبر بھی ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خذریؓ سے روایت ایک حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت والے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اس پر مجھے فخر نہیں، میرے ہاتھ حمد کا جھنڈا ہوگا م اس پر مجھے فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور سب نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور جب زمین شق ہو گی تو سب سے پہلے میں اُٹھوں گا اس پر مجھے فخر نہیں "۔(جامع ترمذی: ص520)۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں قائد المرسلین یعنی رسولوں کا سردار ہوں، مگر فخر نہیں، میں نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں، مگر فخر نہیں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی وہ شخص ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی، مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔(مختصر تاریخ دمشق ج:2، ص106)۔

13) آپ ﷺ خالق اور مخلوق کے محبوب

نبی کریم سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ شرف اور اعزاز حاصل ہے۔ کہ ایک جانب

محبت کا طالب ہے۔ آپ کا عشق ہی ایمان کے کامل ہونے کی نشانی ہے۔ اک حدیثِ مبارکہ ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے ''حضورِ پاک ﷺ کے صحابہ بیٹھے آپ کا انتظار کررہے تھے۔ آپ اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر ان کی باتیں سننے لگے۔ ان میں سے بعض نے حیرانی کے ساتھ کہا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ایک خلیل بنانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا، دوسرے صحابی نے کہا، اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ ایک اور صحابی نے کہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور رُوح ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے صفی اللہ بنایا۔ رسول کریم ﷺ نے ان سب کو سلام کہا اور فرمایا ''میں نے تمہارا کلام سنا اور حیرانی بھی دیکھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں، وہ اسی طرح ہیں، موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلیم ہیں، وہ ایسے ہی ہیں، عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور رُوح ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا تو وہ اسی طرح ہیں۔ سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں''۔ (ترمذی شریف ،ص:520)۔

ایک اور حدیث ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کیلئے اس کے ماں باپ اس کی اولاد اور ہر اس چیز سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں جسے وہ پیار کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)۔ پس پتہ چلا کہ نبی مختار ﷺ کی ایمان کی جان اور دین و دنیا میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ کسی اور نبی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہو اور اس کی محبت ایمان کی اساس ہو۔

سیّد العالمین محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف اور امتیازات کا ذکر کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔

ذکر خیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر ہر گھڑی رحمت نازل فرمائے اور آپ کا ذکر بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں روزِ محشر آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ نصیب فرمائے۔ آمین!

صلی اللہ علیٰ حبیبہِ وبارك وسلم

قرآنِ کریم میں

خیرالبشر سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف کا بیان

قرآنِ مجید وہ سچی، جامع، کامل اور آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے پیارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سینۂ اطہر پر نازل ہوئی۔ اس پاک کتاب میں اللہ تعالیٰ کی توحید، فرشتوں، نبیوں، رسولوں اور روزِ آخرت جیسے عقائد کے بارے میں مفصل بیان ہے تو زندگی کو پاکیزہ اور منزہ طریقے سے بسر کرنے اور اخروی فلاح و نجات کی منزل تک رسائی کے لیے لائحہ عمل بھی دیا گیا ہے۔ سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزمان سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تک تشریف لانے والے انبیاء کرام کے قصے اور واقعات بھی موجود ہیں تو جنت اور دوزخ کا تفصیلی ذکر بھی ہے۔ ان سب سے الگ قرآنِ مجید کی آیات کی ایک بڑی تعداد صاحبِ قرآن حضورِ اکرم ﷺ کی شان و عظمت بیان کرتی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ پورا قرآنِ مجید ہی نبی کریم ﷺ کی نعت کا ایک انداز ہے مگر بہت آیات تو بالخصوص آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے اظہار کے لیے ہی نازل ہوئی ہیں۔ آنے والے صفحات میں ہم کوشش کریں گے کہ ایسی آیات اور سورتوں کا ذکر کر کے ابدی سعادتیں حاصل کرسکیں۔

سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف اور شان و رفعت کے حوالے سے قرآنِ مجید میں نازل

۱) پہلے حصے میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں حضور پاک ﷺ کی عظمت وشوکت کا ذکر براہِ راست انداز میں ہے۔

۲) دوسرے حصے میں وہ آیات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کے جسم پاک کے مختلف اعضا کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے۔

۳) تیسرے حصے میں وہ آیات ہیں جن میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔

۴) چوتھا حصہ اُن آیات پر مشتمل ہے جن میں اللہ ربّ العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو پیار بھرے ناموں سے مخاطب کیا ہے۔

۵) پانچواں حصے میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کی جانب سے حضور نبی رحمت ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب خود دیا ہے۔

۶) چھٹے اور آخری حصے میں وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو مسلسل تبلیغ اور ظالم کفار کی جانب سے ظلم و جبر کی آخری حدود تک پہنچنے کے باوجود مایوس اور نا اُمید نہ ہونے کی نصیحت کی ہے اور آپ کی دل جوئی اور ڈھارس بندھائی ہے۔

ooo

قرآنِ مجید کی آیات کی ایک کثیر تعداد ان آیات اور سورتوں پر مشتمل ہے جن میں حضور سیّد الانبیا ﷺ کی عظمت وشان کا بیان واضح انداز میں موجود ہے۔ اُن میں سے منتخب آیات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

ooo

۴۴ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝۴۵ لا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

نبی اکرم ﷺ پہلی اُمتوں پر گواہ ہیں اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے ایمان یا کفر کے بارے میں شاہد ہیں۔ اخروی کامیابی کی نوید، جنت کی خوش خبری اور دوزخ کا ڈر سنانے والے ہیں۔ آپ ربّ کے حکم سے اسی کی جانب دعوت دیتے ہیں اور آپ ایسا سورج ہیں جو ساری کائنات کو اپنے نور سے روشن کرر ہا ہے۔

OOO

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۲۸﴾ (سبا28)

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیر نے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت نے تمام انسانیت کو محیط کیا ہوا ہے یعنی آپ انسانوں اور جنوں سمیت تمام مخلوقات کے لیے رسول بن کر تشریف لائے۔

OOO

اَلرَّحۡمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ (رحمٰن 4-1)

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

کفار مکہ کا یہ کہنا تھا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی بشر حضور پاک ﷺ کو یہ علم سکھاتا

پر جانِ دو عالم محمد ﷺ کو پیدا کیا اور اسی پاک ذات نے آپ کو پچھلے زمانوں اور آنے والے واقعات کا علم عطا کیا ہے۔

○○○

یٰسٓ ۚ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ۝۳ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ ۝۴ (یٰسین 1-4)

ترجمہ: حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو

یٰسین حضور اکرم ﷺ کا ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حکمت و دانائی کی قسم کھا کر کہا ہے کہ اے حبیب! آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں اور بالکل سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

○○○

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ ۝۲ (الجمعہ 2)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حضور اَن پڑھ لوگوں میں تشریف لائے اور آپ اُمّی ہیں یعنی دنیا کے رواج کے مطابق پڑھے لکھے نہیں

کائنات کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنانے والے، لوگوں کے دِل اور روح کو پاک کرنے والے اور ان کو قرآن اور حکمت کا علم سکھانے والے ہیں۔

○○○

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ۝

(الفرقان 1)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی پاکی اور برکت کا ذکر کرنے کے بعد یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اور محبوب بندے حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے اور یہ محبوب بندہ سب جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ شان کتنی اعلیٰ ہے کہ آپ انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات اور ملائکہ کے لیے بھی رسول ہیں کیونکہ مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ سب کچھ ہی عالمین میں شامل ہے۔

○○○

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا ۝ (النساء 113)

ترجمہ: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن مجید اور حکمت و دانائی عطا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ سارے علوم بھی سکھا دیئے جو آپ نہیں جانتے تھے جب علم عطا کرنے

اس علم کا احاطہ کیونکہ ممکن ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عطاء اور بخشش سے نبی کریم ﷺ کو وہ بھی پتہ ہے جو ہو چکا ہے اور ابدالا باد تک جو ہونے والا ہے آپ کو اس کا علم بھی ہے۔ اسی طرح عالمِ وجود کے نئے اور پرانے، سائنسی اور عمرانی، مذہبی اور دنیاوی سب علوم پر مکمل عبور عطا ہوا۔ کائنات کا کل علم ایک طرف اور آپ ﷺ کا علم ایک جانب پھر بھی آپ کا پلڑا بھاری ہے یہ سب عطا ہے ربّ کائنات کی اپنے پیارے حبیب ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر۔

○○○

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ؏ ۱۲۹ (البقرہ129)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے بعد جو دعا کی تھی وہ نبی رحمت ﷺ کی بعثت کی صورت میں پوری ہوگئی۔ اس آیت میں آپ کی چار صفات کا ذکر ہے آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ہیں جو مکہ کی وادی میں تشریف لائے۔ آپ قوم کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ آپ لوگوں کو قرآن اور حکمت یعنی شریعت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے قلوب کا تزکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا آئینہ بنا دیتے ہیں۔

○○○

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِیۡنَ ۝ (آل عمران 81)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی آخرالزمان ﷺ کی شان و رفعت اور آپ کے میلادِ پاک کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں سب نبیوں اور رسولوں سے عہد لیا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئیں تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ پیارے نبی ﷺ کی نبوت سب نبیوں میں اوّل اور سب سے افضل ہے اور آپ کی موجودگی میں باقی سب نبیوں کی شریعتیں منسوخ ہیں۔

○○○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ۝ سکتۃ (کہف 1)

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔

ہے اور ان پر اپنی آخری اور مکمل کتاب قرآن مجید کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ عبد اور عبدہ میں بڑا فرق ہے۔ عبد تو ہر بندے کو کہا جا سکتا ہے مگر عبدہ میں صرف نبی کریم ﷺ کا ہی ذکر ہے اور یہ آپ کی شان کا اظہار ہے کہ یہ نبی صرف عام بندہ یا بشر نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص اور محبوب بندہ ہے۔

جیسا کہ اقبال نے کہا:

ع عبد دگر، عبدہ چیزے دگر

یعنی عبد اور چیز ہے اور عبدہٗ اور چیز ہے۔

○○○

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝۱ (بنی اسرائیل 1)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبوت کے بارہویں سال اپنے پیارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو معراج کا تحفہ عطا کیا۔ یہ انعام آپ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ معراج شریف کی سعادت آپ کو حالت بیداری میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی۔ رسولِ کریم ﷺ بیت المقدس میں تشریف لے گئے، وہاں سب انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ پھر آپ آسمانوں کی

مشاہدہ فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا دیدار آپ نے کیا اور قاب قوسین کے شرف سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ عزوشرف صرف اور صرف آپ کے لیے ہی خاص ہے۔

OOO

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم 4-3)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اتنے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہیں جہاں ان کی اپنی ذاتی خواہش اور نفس کی چاہت ختم ہو چکی ہے۔ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کا حامل ہے اور ان کی ہر بات وحی خدا ہے۔ وہ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں، وہ ربّ کا کلام ہے اور اُمت کو جو بھی نصیحت کرتے ہیں وہ عین وحی الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔

OOO

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (العلق 2-1)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کی سیرت کے اس حصے کو بیان کیا ہے جب آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جبل نور کی چوٹی پر واقع غارِ حرا میں تن تنہا بیٹھ کر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ ایک دِن اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا اقراء: کہ پڑھ لیکن دو بار کہنے کے باوجود آپ نے یہ لفظ ادا نہ کیا۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب فرشتے نے یہ کہا کہ اللہ کے نام کے ساتھ پڑھو۔ تب آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ اس آیت سے حضور نبی رحمت ﷺ کی نبوت اور رسالت کی حقانیت کا اظہار ہوتا ہے۔

(احزاب 40)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ کی جانب سے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیئے جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ اور سیّدہ زینبؓ کے درمیان نکاح کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور ساتھ ہی آپ ﷺ کی ختم نبوت کا بیان ہے یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ بھی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی بن کر آئیں گے اور شریعت مصطفوی کی پیروی کریں گے۔ ختم نبوت کا تاج آپ کے سر اقدس کو زیبا ہے اور یہ عظمت وفضلیت صرف ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ہی حاصل ہے۔

ooo

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى ۝ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ (والضحیٰ:8-6)

ترجمہ: کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کی تین عظمتیں بیان کی ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ یتیم پیدا ہوئے لیکن الہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش اس احسن انداز میں کی کہ آپ کو یتیموں کا والی بنا دیا

دوسری شان یہ ہے کہ آپ ﷺ نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے بھی صراطِ مستقیم یعنی سیدھی راہ پر گامزن تھے۔ اسی لیے آپ نے کبھی بھی شرک یا بت پرستی کا کوئی بھی فعل کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ گویا آپ ہمیشہ سے ہی معصوم تھے اور راہِ ہدایت پر وارفتہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جانب راستہ دکھایا اور سارے عالم کے لیے ہادی ورہبر بنا دیا۔

تیسری عظمت کا بیان اس طرح سے ہے کہ آپ کو ہر انسان کی طرح حاجت مند تو پایا مگر اپنی رحمت سے اتنا کچھ عطا کیا کہ اپنے علاوہ سب سے بے نیاز فرما دیا اور آپ کو تمام عالم کی چابیاں عطا کر کے سب نعمتوں کا قاسم بنا ڈالا۔ اب ہمیں جو بھی نعمت عطا ہوتی ہے وہ آپ کے صدقے اور وسیلے سے ہی عطا ہوتی ہے۔

ooo

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝۱۱۰
(کہف 110)

ترجمہ: تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے

اللہ تعالیٰ نے اپنے سوہنے اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بشریت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے حبیب آپ اگرچہ ظاہری شکل وصورت، چال ڈھال، کھانے پینے اور زندگی کے باقی معاملات میں عام انسانوں کی مانند ہیں لیکن سب انسانوں پر آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ پر میری وحی کا نزول ہوتا ہے۔ یوں آپ سب انسانوں سے ممتاز اور بلند

شانِ بشری کا ہی ذکر کرتے رہنا نا مناسب ہے کیوں کہ یہ تو کافروں کا شیوہ ہے۔ وحی کے نزول کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے نبی برحق اور اپنے محبوب بندے ہونے کا اعلان کیا ہے۔

OOO

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (الزمر:33)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

حضور رحمۃً للعالمین کی شانِ صداقت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ محبوب نبی ﷺ سچ لے کر تشریف لائے ہیں۔ دینِ اسلام سچا اور برحق دین ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر کفارِ مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے دوسری جانب دشمنوں کا لشکر جرّار تم پر حملہ کرنے کے لیے صف بستہ ہے تو کیا تم یقین کر لو گے۔ سب کافروں نے بیک آواز کہا تھا کہ ہاں! کیوں کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ صادق یعنی سچا پایا ہے۔ اس آیت میں سیّدنا صدیق اکبرؓ کی شان بھی بیان ہوئی ہے کہ یہ لوگ جنھوں نے آپ کے سچے دین کی تصدیق کی ہے بلا شک و شبہ متقی اور پرہیز گار ہیں۔

OOO

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (آل عمران 159)

مزاج، سخت دِل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے رگرد سے پریشان ہو جاتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے لوگوں کے لیے بہت نرم دِل ہیں اور ان کے ساتھ بہت پیار اور شفقت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کی شانِ کریمی کا عالم یہ ہے کہ آپ اپنی ولادت سے لے کر وصال تک ہمیشہ اپنی اُمت کے لیے بخشش اور رحم کی دعا مانگتے رہے۔ عملی طور پر بھی آپ نے ہمیشہ نرمی، رحم دلی، ہمدردی اور غمگساری کا مظاہرہ کیا۔ اگر آپ تیز مزاج یا تلخ طبیعت کے مالک ہوتے یا سختی سے کام لیتے تو شاید لوگ آپ پر پروانہ وار نثار نہ ہوتے لیکن ایسا کیونکر ممکن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا ہی رحمۃً للعالمین بنا کہ کیا تھا۔ رحمت، شفقت، نرمی اور ہمدردی جیسی صفات آپ کی طبیعت کا حصہ ہیں اور آپ کی رحمت کے انوار آج بھی کائنات کو گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔

OOO

فَذَكِّرْ قف اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ 21)

ترجمہ: تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کے لیے ہادی اور رہبر بنا کر بھیجا اور آپ نے پوری ہمت، طاقت اور محنت کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنی قوم کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے آپ نے ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کیا، مگر تبلیغ و نصیحت کا فریضہ احسن انداز میں سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب! آپ نصیحت کرنے والے ہیں، آپ نصیحت کرتے جائیں، باقی رہا ایمان لانے یا نہ لانے کا معاملہ تو یہ ان لوگوں کا کام ہے۔ آپ اپنی جان کو فکر میں نہ ڈالیں۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا

نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ کا ذکر خیر روز اوّل سے ہو رہا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے بھی پہلے سب انبیاء کی ارواح سے یہ عہد لے کر کہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے، آپ کی شان بڑھائی۔ ہر الہامی کتاب اور صحیفے میں آپ کا ذکر خیر کیا۔ کلمہ، نماز، اذان، قرآن اور ہر جگہ پر آپ کا ذکر اپنے ساتھ کیا ہے۔ یہاں تک کہ نماز جیسی عبادت جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کی علامت ہے۔ اس میں بھی جب تک آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر درود و سلام نہ پڑھا جائے نماز کامل نہیں ہو سکتی اور آخری اور حتمی بات یہ کہ آپ کی عظمت و رفعت کا عالم کا اندازہ کیونکہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے فرشتے ازل سے آپ کی ذاتِ بابرکات پر درود بھیج رہے ہیں اور یہ درود ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کی ذات پر بھیجا جاتا رہے گا۔

" صلی اللّٰہ علی النبی وعلیٰ آلہٖ وبارک وسلم"

○○○

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب 21)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی، آپ کے کردار اور آپ کی سنت کو تمام مسلمانوں کے لیے سب سے اعلیٰ اور بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپ نے بھرپور زندگی گزاری۔ گھر بار آباد کیا، تجارت کی، شادیاں کیں اور آپ کی اولاد پیدا ہوئی جس کی آپ نے بہت شفقت سے پرورش کی۔ آپ نے تبلیغ اور رشد و ہدایت کا کام بہترین طریقے سے کیا۔ انقلابی قائد بن کر قوم کی تقدیر بدل ڈالی۔ حکمرانی کی اعلیٰ روایات قائم

نمونہ پیش کیا۔ الغرض آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر طرح کے آدمی کے لیے خواہ وہ بادشاہ ہو یا غریب، تاجر ہو یا مبلغ، استاد ہو یا شوہر سب کے لیے اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کو سب کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔

○○○

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۝ (القلم 4)

ترجمہ: اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ہر اچھا وصف اور ہر اچھی عادت عطا کی۔ آپ کی بات چیت، آپ کا برتاؤ، آپ کا کردار دنیا کے سب انسانوں سے اعلیٰ تھا۔ وہ صفات بھی آپ کی ذات میں موجود تھیں جو آپ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کو عطا کی گئیں تھیں۔ آپ کا حلم، برداشت، صبر، توکل، رواداری، بڑوں سے محبت اور بچوں سے شفقت، خواتین کا احترام، یتیموں کی دادرسی، دوستوں اور ساتھیوں سے نرم برتاؤ، یہ سب کچھ آپ کی ذاتِ بابرکات میں جمع کر دیا گیا تھا بلکہ ان صفات نے آپ کی ذات کی نسبت سے شان پائی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ اعلیٰ ترین اخلاق کا مالک قرار دیا ہے۔

○○○

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الانبیاء 107)

ترجمہ: اور آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ مسلمانوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں عالم میں رحمت ہیں جب کہ آپ کفار کے لیے ان معانی میں رحمت ہیں کہ اُن پر اِس دنیا میں عذاب نازل نہیں ہوگا اور نہ

نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے سبب ذاتِ باری تعالیٰ کی سب مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔اسی لیے آپ سب سے افضل اوراعلیٰ بھی ہیں۔آپ کی رحمت کی انتہا نہیں ہے۔آپ اس دنیا میں بھی رحمت ہیں اور حشر کے دِن بھی رحمت ہوں گے اور آپ کی رحمت کا سورج ہمیشہ ہمیشہ انوار بکھیرتا رہے گا۔

ooo

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (الاعراف:158)

ترجمہ: تم فرماؤاے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کی رسالت کے عام ہونے اور آپ کے تمام انسانوں بلکہ ہر مخلوق کے لیے رسول ہونے کا اعلان کیا ہے۔نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے پانچ نعمتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں۔

۱) ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا مگر مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا۔

۲) میرے لیے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔

۳) میرے لیے زمین پاک کرنے والی اور مسجد بنا دی گئی۔جس کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہ شخص وہیں نماز ادا کر لے۔

۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت سے رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔

۵) مجھے شفاعت عطا کی گئی۔'' (بخاری شریف)

مسلم شریف میں ایک اور انعام کا اضافہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا

ooo

تِلۡکَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ۘ مِنۡهُمۡ مَّنۡ کَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرہ253)

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا اُن میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے سب نبیوں سے افضل اور برتر ہونے کا بیان کیا ہے۔ اگرچہ نبی ہونے کے لحاظ سے سب انبیاء برابر ہیں تاہم صفات اور درجات کے لحاظ سے مختلف مرتبہ رکھتے ہیں۔ اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ آپ کے مرتبے کا ذکر قرآنِ مجید میں جابجا کر کے اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ آپ کے درجات اور فضائل کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ آپ کی نبوت تمام مخلوق کے لیے ہے، آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوا، شفاعتِ کبریٰ آپ کو عطا ہوئی اور معراج کی سعادت کا شرف آپ کو ملا۔ معجزات کے ذریعے آپ کو سب انبیاء سے ممتاز کیا گیا اور آپ کی اُمت کو دیگر تمام اُمتوں سے اعلیٰ قرار دیا گیا۔

oooط

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۝ (الضحیٰ5)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ آپ کو اس دنیا میں اور آخرت میں اپنے فضل و کرم سے اتنا نوازے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اللہ پاک نے حضور نبی

بنایا۔ آپ کے دین کو غالب کیا۔ آپ کے صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے امتیوں نے مشرق میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے اور یوں آپ کو راضی کیا۔ یہ سلسلہ قیام قیامت کے بعد جاری رہے گا۔ آپ کو شفاعت کی عزت ملے گی، آپ کی اُمت بخش دی جائے گی، آپ کو مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔ جو صرف آپ کے لیے ہی خاص ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کرے گا۔

○○○

قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا ص فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط (آیت 144)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجدِ حرام کی طرف۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی رضا اور خوشی کی خاطر مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ قرار دے دیا۔ حضور پاک ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ بن جائے۔ آپ نماز کے دوران بار بار اپنا رخ آسمانوں کی جانب کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب ﷺ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس کا ذکر قرآن پاک میں کر دیا۔ ایک اور بات یہ کہ نبی پاک ﷺ کی صفات میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ پہلی آسمانی کتب میں اس بات کا ذکر ہے کہ جو آخری نبی مکے میں مبعوث ہوگا وہ دو قبلوں کی جانب رُخ کر کے عبادت کرے گا۔

○○○

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ج (انفال 17)

نے نہیں مارے تھے (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔

غزوہ بدر کے موقعہ پر ایک جانب 313 نہتے مسلمان مجاہد تھے اور دوسری جانب ایک ہزار سے زیادہ مسلح کافر صف بستہ تھے۔ اسلام اور کفر کا یہ پہلا معرکہ تھا۔ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی ایسے میں حضور سیّد عالم ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھر کر دشمنوں کی جانب پھینکی جو کافروں کی آنکھوں میں جا کر پڑی۔ کفار شکست سے ہمکنار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے پیارے حبیب ﷺ یہ مٹی پھینکی تو آپ نے ہی ہے اور حقیقت میں آپ ہی نے پھینکی ہے اور ہاتھ بھی آپ ہی کے تھے لیکن اس میں قوت میری ہے۔"

○○○

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل:79)

ترجمہ: قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے یہاں سب تمہاری حمد کریں۔

ساری اُمت کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اتنا اُونچا مقام و مرتبہ عطا کرے گا جو کسی اور کو نہ ملے گا۔ آپ ﷺ کی جانب سے اپنا سر مبارک اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں ڈالے رکھنے پر خوش ہو کر اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت کی اجازت دیں گے اور اس کے ساتھ ہی آپ کو ایسے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز کیا جائے گا۔ جہاں ساری مخلوق آپ کی تعریف و ثنا بیان کرے گی۔ یہ عظمت و شان صرف نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کی ذات کو ہی زیبا ہے۔

○○○

الْغَار (التوبہ:40)

ترجمہ: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں

باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی مدد اور نصرت کا ذکر فرما کر اُن پر اپنی خاص مہربانی اور لطف و عنایت کا بیان فرمایا ہے۔ ہجرت کے موقعہ پر کفار نے دارالندوہ میں اکٹھے ہو کر نبی رحمت ﷺ کو معاذ اللہ شہید کرنے کا عہد کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ جانے کے لیے جبل ثور کی جانب آئے۔ وہاں غارِ ثور میں جب کہ آپ قیام پذیر تھے اور کفار مکہ غار کے دہانے پر پہنچ چکے تھے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھی حضرت سیّدنا صدیق اکبرؓ کی جانوں کی حفاظت فرمائی اور ان کے دل میں قرار اور سکون کی دولت بھی عطا کی۔

ООО

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ (الفتح:1)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صاحب بولاک ﷺ کو جہاں بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں اور بہت سی فضیلتوں سے سرفراز کیا، وہیں آپ کو قبل از وقت فتح مکہ کی خوشخبری بھی سنا دی۔

ООО

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ (آل عمران:164)

پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کو اپنا احسان عظیم بیان کیا جو اس نے مسلمانوں پر فرمایا ہے۔ جوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں جیسے آنکھ، کان، ہاتھ، ہوا، پانی وغیرہ مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو اپنا احسان شمار نہیں فرمایا۔ صرف اپنے پیارے نبی ﷺ کی آمد کو مسلمانوں کے لیے احسان بتا کر اللہ تعالیٰ یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ نعمت سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس آیت میں آپ کے دیگر اوصاف کا بیان بھی فرما دیا ہے کہ آپ قرآن کی آیات کھول کر بیان فرماتے ہیں اور مومنین کے نفس اور روح کا تزکیہ بھی کرتے ہیں اور ان کو کتاب یعنی قرآنِ مجید اور حکمت و دانائی بھی سکھاتے ہیں۔

○○○

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آل عمران 110)

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی ایک اور شان کا ذکر فرمایا ہے کہ آپ کو جو اُمت دی گئی ہے وہ آپ کے فیوض و برکات کی وجہ سے پہلے گزر جانے والی سب اُمتوں میں برتر اور اعلیٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی اُمت اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتی

○○○

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ط اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ج وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (سبا47)

ترجمہ: تم فرماؤ میں نے تم سے اس پر کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے

نبی کریم ﷺ نے اسلام کے پرچم کو بلند تر کرنے کے لیے بہت مصائب اور مشکلات کا سامنا کیا۔ خود آپ کا فرمان ہے:

''راہِ حق میں جتنی سختیاں میں نے برداشت کی ہیں، اتنی کسی اور نبی نے برداشت نہیں کیں۔''

آپ کی تبلیغ کی بدولت کروڑوں بلکہ اربوں لوگ مسلمان ہو گزرے ہیں لیکن آپ نے اس پر کوئی اَجر طلب نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میرا اجر تو صرف میرے خالق و مالک کے پاس ہے۔ انسان بھلا اپنے آقا و مولا ﷺ کو کیا اجر عطا کرے گا یا کر سکتا ہے۔۔۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے جو آپ کے دین کو غالب فرما کر، روزِ حشر آپ کو شفاعت کا تاج پہنا کر اور مقامِ محمود پر فائز کر کے عطا کرے گی۔

○○○

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ لا فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ (الفتح18)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت

والی فتح کا انعام دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی محبت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے اُن صحابہ کرام سے راضی ہونے اوران کو فتح کا انعام دینے کا اعلان فرمایا ہے جنھوں نے حدیبیہ کے مقام پر یہ عہد کیا تھا کہ وہ کفارِ مکہ سے سیّدنا عثمانؓ کا بدلہ ضرور لیں گے۔ اس تاریخی واقعہ کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے روشن واقعہ کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

OOO

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ج (الفتح 10)

ترجمہ: اوہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے

بیعت رضوان کے موقعہ پر صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی شان کس پیارے انداز میں بڑھائی ہے کہ یہ لوگ آپ کی بیعت نہیں کر رہے بلکہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔ یہ ہاتھ بے شک آپ کے ہیں لیکن ان میں قوت اور طاقت اللہ تعالیٰ کی ہے۔

OOO

قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ۝ (المائدہ:15)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک کو نور کہا ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے کفر کی شب ظلمت کافور ہوئی اور حق کی روشنی چار سو پھیل گئی۔ آپ کے

ایک مشہور حدیث ہے:

"ان اوّل ماخلق اللّٰہ نوری"(امام عبدالرزاق)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔"

OOO

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے
اور اُن کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّا تے ہو
کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (الحجرات 2)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مومنین کو اپنے حبیب سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب سکھا رہا ہے۔ اللہ پاک کا حکم ہے کہ اے مومنو! تم اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور اُن کو یوں نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو۔ صحابہ کرام بڑی سختی سے اس آیت پر عمل کرتے تھے۔ وہ نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس انداز میں بیٹھتے تھے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں یہ حکم جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نافذ تھا، اسی طرح آج بھی واجب العمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کے وقت اس امر کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ شور پیدا نہ ہو، دھکم پیل نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے عمل ضائع ہو جائیں اور ہمیں خبر تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کو ملحوظ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝٦٥ (النساء:65)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور آپ کے ہر فیصلے کو حیل و حجت کے بغیر ماننے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ کسی بھی دینی یا دنیاوی معاملے میں آپ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والے مسلمان ہو ہی نہیں سکتے۔ یہاں ایک اور بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے فیصلے اور ارشاداتِ عالیہ پر کامل ایمان اور ان کی اتباع ایمان کی بنیادی شرط ہے۔

○○○

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝ (النساء:64)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفایت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا حکم دیا ہے اور گنہگار مسلمانوں کو یہ بشارت دی ہے کہ اگر وہ اپنے گناہ بخشوانا چاہتے ہیں تو پھر عجز و انکساری اور

سفارش فرمائیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ بخش دے گا۔ کیونکہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ سبحان اللہ!

○○○

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرہ104)

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے ردناک عذاب ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر **راعنا** کہنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ اے مومنو! **انظر نا** یعنی ہمارے حال پر نظرِ کرم فرمایئے کہو۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ کی شریں باتیں پہلے ہی توجہ سے سنو، تا کہ تمھیں یہ لفظ کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ خیال رہے کہ یہودی راعنا کو بگاڑ کر ادا کرتے تھے، جس سے اس میں گستاخی کا پہلو نکلتا تھا

○○○

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ (الفتح:8)

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تین صفات کا بیان فرمایا ہے۔ جو اس طرح

آپ شاہد یعنی حاظر وناظر ہیں، خوشخبری کا بیان فرمانے والے اورڈر سنانے والے ہیں اورلوگوں سے کہا جارہا ہے کہ وہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی عزت، توقیر اور تعظیم کریں۔ اعلیٰ شان والے نبی ﷺ پر ایمان لانے کے بعد پہلا حکم یہی ہے کہ آپ کی عزت کی جائے اور آپ کا ادب تعظیم بجالانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جائے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کا تقاضا ہے اور یہی ایمان کی اساس ہے۔

○○○

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ (التکویر 24)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شان بیان کی ہے کہ وہ غیب کا علم بتانے میں بخیل اور کنجوس نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے علم غیب کا اظہار آپ مناسب وقت پر فرماتے رہتے ہیں جیسے کہ آپ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے، اسی طرح آپ نے جنت اور دوزخ کا تفصیلی تذکرہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ الغرض جو کچھ ہو چکا ہے یا جو کچھ ہونے والا ہے، اُس کا مفصل تذکرہ آپ کی احادیث میں موجود ہے۔

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (الصّف:6)

ترجمہ: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے۔

نبی رحمت ﷺ کی آمد سے قبل ہی انبیاء کرام آپ ﷺ کی بعثت کی خبر دیتے رہے۔ حضرت

آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا۔اس سے یہ پتہ چلا کہ پہلی الہامی کتب میں بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ کا ذکر خیر ہوتا رہا ہے۔آج بھی انجیل برنباس کے پرانے نسخوں میں حضور پاک ﷺ کی شان وعظمت کا بیان موجود ہے۔

OOO

قرآنِ مجید میں

نبی کریم صَلیَ اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے قسمیں

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر حضور پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے حوالے سے قسمیں یاد فرمائی ہیں۔ یاد رہے قسم اُٹھانے کا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے کہ بہت اہم بات کا بیان ہو رہا ہے یا پھر تعظیم، عزت، وقار اور عظمت کا اظہار ہونے والا ہے۔ یہاں ہم قرآنِ مجید میں کچھ آیات کا ترجمہ درج کر رہے ہیں جن میں آپ ﷺ کی قسمیں ذکر ہیں۔

1۔آپ ﷺ کے ربّ کی قسم

فَلاَ وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُم (انساء:65)

ترجمہ: اور اے محبوب! آپ کے ربّ کی قسم، وہ مسلمان نہیں ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑوں کے اندر آپ کو حاکم نہ بنالیں۔

2۔آپ ﷺ کے زمانے کی قسم

لا

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ (سورۂ عصر)

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی، یقیناً انسان نقصان میں ہے۔

3۔شہر مکہ کی قسم

لا لا

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ م بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ (سورہ البلد).

4۔ حضور ﷺ کی رسالت کے بارے میں قسم

یٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝۲ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۳ (سورۂ یٰسین:1-3)

ترجمہ: اے سردار (عرب و عجم کے) قسم ہے قرآنِ حکیم کی بے شک تم ضرور رسولوں میں سے ہو۔

5۔ آپ ﷺ کی زندگی کی قسم

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۝ (سورۂ حجر)

ترجمہ: اے محبوب! آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشے میں) مست ہیں اور بھکے پھر رہے ہیں۔

6۔ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی قسم

وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝ (والضحیٰ)

ترجمہ: قسم ہے چہرۂ انور کی، نہ تو آپ کے ربّ نے آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے ناراض ہوا۔

○○○

اللہ تعالیٰ اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک ساتھ ساتھ

قرآنِ مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر اپنی اطاعت اور فرمانبرداری، فرائض، احکامات، وعدے، خوشخبریاں اور ڈر اور خوف کا ذکر کیا ہے وہاں اپنے نام کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے حبیب سیّدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی ضروری سمجھا ہے کچھ مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ (آل عمران 132)

ج صلے
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔ (انفال:20)

ط
بَرَآءَ ۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ لا وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ۝ (التوبہ 2-1)

تمہارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے تو چار مہینے زمین پر چلو پھرو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۵۷ (احزاب 57)

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لیے اور رسول کے قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

○○○

قرآنِ مجید میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے کا اسلوب

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سب انبیاء کو ان کے نام کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔
جب کہ نبی کریم ﷺ کو جب خطاب کیا ہے تو کسی صفاتی ذکر کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

دیگر انبیاء کا ذکر کچھ اس انداز میں ہے۔

☆ وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ

☆ وَاِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

جہاں تک نبی کریم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو خطاب کرنے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا اسلوب کس قدر محبت آمیز ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ يٰاَيُّهَا النَّبِى

قرآنِ مجید میں جہاں کہیں حضور اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی محمد استعمال ہوا ہے وہ رسالت یا کسی اور صفت کے ساتھ آیا ہے۔

☆ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

☆ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

○○○

قرآنِ مجید میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ کا بیان

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ کے حوالے سے آیات نازل ہوئی ہیں چند منتخب آیات پیشِ خدمت ہیں:

قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْہِکَ فِی السَّمَآءِ

ترجمہ: ہم دیکھ رہے بار بار آپ کے رُخ کا آسمان کی طرف اُٹھنا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی ۱۰

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہیں کہا جو کچھ دیکھا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۝

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ حکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرمادیا۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی جانب سے کیئے گئے اعتراضات کا جواب دیا ہے

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی نبی ہو گزرے ہیں۔انھوں نے اپنے اوپر کیے گئے اعتراضات کا جواب خود دیا ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے گئے اعتراضات اور طعنوں کا جواب خود اللہ پاک نے قرآنِ مجید میں دیا ہے۔

☆ کافروں نے آپ کو معاذ اللہ مجنوں یعنی دیوانہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جواب دیا:

ج

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ (القلم:2)

ترجمہ: تم اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں ہو۔

☆ کافروں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (یٰسین:3-2-1)

ترجمہ: حکمت والے قرآن کی قسم! آپ بے شک رسولوں میں سے ہیں۔

☆ کافروں نے کہا کہ قرآنِ پاک تو پہلے وقتوں کی قصے کہانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے ''اگر سب آدمی اور جن مل کر اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا لے آئیں تو وہ اس کی مثال نہیں لا سکیں گے۔ اگر یہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔''

☆ ایک کافر عاص بن وائل سہمی نے آپ کو ابتر یعنی بے نسل کہا تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل فرمادی۔

ع
اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر:3)

ترجمہ: جو آپ کا دشمن ہے، وہ ہی ہر چیز سے محروم ہے (اور بے اولاد ہے)۔

☆ حضور پاک ﷺ پر وحی کا سلسلہ کئی دِنوں تک بند رہا۔ آپ ﷺ کچھ پریشان رہے۔ کفار نے کہنا شروع کر دیا کہ آپ کے ربّ نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ والضحیٰ نازل فرمائی۔

وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝ (الضحیٰ: 1 تا 3)

ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈال دے۔ تمہارے ربّ نے آپ کو نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔

صلی اللّٰہ علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وبارک وسلم

○○○

سیرتِ خیر البشر

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولِ اللّٰہ

خاندان اور نسب

ہمارے پیارے نبی حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ مکرمہ کے بہت معزز اور اعلیٰ خاندان قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ حدیث شریف ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برتر بنایا اور کنانہ میں سے قریش کو چنا۔ قریش میں سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔'' (مشکوٰۃ)

نبی پاک ﷺ کا سلسلۂ نسب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کے جدامجد کا نام ہاشم ہے۔ وہ بہادری، سخاوت اور مہمان نوازی میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ ہاشم کے بیٹے کا نام عبدالمطلب ہے جو نبی کریم ﷺ کے دادا جان ہیں۔ ان کا اصل نام شیبہ ہے جس کا مطلب ہے سفید بالوں والا کیونکہ آپ کے سر مبارک میں پیدائش کے وقت سے کچھ سفید لٹیں تھیں۔ مکہ کے باشندے ان کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے جو پوری ہو جاتی تھی۔ وہ بہت سخی اور کھلے دِل کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر انھوں نے آب زم زم کا کنواں ایک لمبے عرصے کے بعد کھدوایا اور لوگوں کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے حضرت عبداللہ سے آپ کو بہت

دیکھوں تو اُن میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کردوں گا۔ان کی یہ آرزو پوری ہوئی ایک دن وہ اپنی منّت پوری کرنے کے لیے اپنے دس بیٹوں کو لے کر قربان گاہ آ گئے۔دس بیٹوں کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبداللہ کا نام نکل آیا۔انھوں نے پکا ارادہ کرلیا کہ حضرت عبداللہ کو قربان کر دیا جائے لیکن قبیلے والوں نے ان کو اس ارادے سے منع کیا۔پھر ایک بزرگ پجاری کے کہنے پر دس اونٹوں اور حضرت عبداللہ کے نام پر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر ہی نکلا۔اونٹوں کی تعداد ہر بار بڑھائی گئی مگر قرعہ ہر بار حضرت عبداللہ کے نام پر ہی نکلا۔یہاں تک کہ ایک سو اونٹ اور حضرت عبداللہ کے نام پر قرعہ ڈالا گیا۔اب کے اونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔اس طرح حضرت عبدالمطلب نے ایک سو اونٹ اللہ کے نام پر ذبح کر کے قبیلے کے لوگوں میں تقسیم کر دیے۔اسی لیے حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"میں دو ذبیحوں یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہؓ کا بیٹا ہوں۔"

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کے ذریعے دیئے گئے حکم الٰہی کے مطابق اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک دُنبہ قربانی کے لیے بھیج دیا۔ہم مسلمان ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر اسی واقعہ کی یاد میں قربانی کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام سیّدہ آمنہؓ ہے۔وہ قریش کے ایک معزز قبیلے بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔سیّدہ آمنہ حسب نسب، شرافت، حیا اور پاکیزگی میں قریش کی سب عورتوں میں افضل اور اعلیٰ تھیں۔دوسری جانب حضرت عبداللہ

اُن کے ساتھ شادی کرنے کی آرزومند تھیں مگر حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے لیے سیّدہ آمنہؓ کا انتخاب کیا۔

سیّدنا عبداللہ اور سیّدہ آمنہؓ کی ازدواجی زندگی کی ابتدا بہت محبت اور چاہت کے ساتھ ہوئی۔ دونوں میں باہمی اُلفت اور لگن بہت تھی۔

پیارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کے آثار ظاہر ہوئے تو جیسے کائنات میں بہار آ گئی۔ مکہ مکرمہ میں قحط سالی تھی جو ختم ہوگئی۔ ہر جانب ہریالی اور سبزہ بہار دکھانے لگا۔ درخت اور پودے پھولوں سے لد گئے اور شہر مکہ میں خوشحالی اور شادمانی نظر آنے لگی۔

اصحابِ فیل کا واقعہ

پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ولادت سے صرف پچپن (55) ایّام قبل اصحابِ فیل کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ فیل میں موجود ہے۔ ملکِ یمن کا بادشاہ ابرہہ اس بات پر بڑا حسد کرتا تھا کہ شہر مکہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ خانہ کعبہ وہاں موجود ہے۔ اس نے خانہ کعبہ کی عزت کم کرنے کی خاطر اپنے خیال کے مطابق یمن کے اندر ایک مندر تعمیر کروایا مگر جب کوئی بھی شخص طواف کے لیے وہاں نہ آیا تو اُسے بہت غصہ آیا۔ طیش میں آ کر اور طاقت کے نشے میں مدہوش ہو کر وہ ایک لشکر جرّار لے کر مکے پر حملہ آور ہو گیا تاکہ خانہ کعبہ کو شہید کر سکے۔ یہ لشکر مکہ مکرمہ کے باہر آ کر ٹھہر گیا۔ مکہ کے باشندے قتل و غارت اور خون خرابے سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر جا بیٹھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت عبدالمطلب کے چند اونٹ ابرہہ کے لشکر کی جانب چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب اُن اونٹوں کو لینے کی خاطر ابرہہ کے پاس گئے۔ وہ اُن کی بات سن کر بہت حیران ہوا اور کہنے لگا ”آپ کو اپنے اونٹوں

سے جواب دیا ”میں تو بس اپنے اونٹوں کا مالک ہوں، خانہ کعبہ کا مالک کوئی اور ہے۔ وہ اپنے گھر کو خود ہی بچالے گا۔تم جانو یا وہ جانے۔“

اگلے روز ابرہہ اپنے ہاتھیوں کی فوج لے کر خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا تو چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل غول درغول اپنی چونچوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے کر سمندر کی جانب سے آئے اور کنکریوں کا مینہ برسانے لگے۔ یہ کنکری جس سپاہی پر گرتی وہ ہلاک ہوجاتا۔ ابرہہ کا لشکر واپس بھاگ اُٹھا لیکن اُس کا حال ایسے ہوگیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کی۔

اصحابِ فیل کا واقعہ دو طرح سے حضور پاک ﷺ کی ولادت سے قبل کا معجزہ ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس دنیا میں تشریف آوری سے کچھ دِن قبل ہی اہل مکہ کو فتح سے نوازا۔ دوسرا یوں کہ اگر ابرہہ کامیاب ہوجاتا تو اہل مکہ غلام بن جاتے اور اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ اس کا پیارا محبوب اور آخری نبی غلام قوم میں سے ہو۔

ولادتِ باسعادت

ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو صبح سویرے جب رات کی تاریکی چھٹ رہی تھی اور صبح سعادت کی روشنی چار سو پھیل رہی تھی، ہمارے پیارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی (سیّدنا عبداللہؓ) چند ماہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ آپ کی پیدائش کی اطلاع جب آپ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب کو دی گئی تو وہ اُس وقت خانہ کعبہ کا طواف کررہے تھے۔ وہ بہت مسرور ہوئے اور اپنے چھوٹے سے پوتے کو گود میں لے کر خانہ کعبہ کے پاس لے آئے۔ انھوں نے آپ کا نام محمد رکھا۔ لوگوں کے پوچھنے پر

''مجھے اُمید ہے کہ اس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے گی''۔

حضور پاک ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اُسے بھتیجے کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔ اُس نے خوشی سے ثویبہ کی جانب اشارہ کیا اور اُسے آزاد کر دیا۔ ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد حضرت عباسؓ نے خواب میں اُسے بہت بُرے حال میں دیکھا کیونکہ اُس بدبخت نے نبی پاک ﷺ کو اعلانِ نبوت کے بعد بہت تکالیف پہنچائیں تھیں۔ اُس نے خواب میں بتایا:

''مرنے کے بعد مجھے کوئی سکھ نہیں ملا۔ سوائے اس کے کہ ہر سوموار کے دِن ثویبہ کے آزاد کرنے کے بدلے مجھے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے جو میں اپنی اُنگلیوں میں سے چوس لیتا ہوں اور اس طرح میرے عذاب میں کچھ کمی ہو جاتی ہے۔'' (بخاری شریف)

دنیا بھر کے مسلمان نبی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے موقعہ پر گھر گھر بستی بستی میلاد کی محفلیں سجا کر اور جلسے جلوسوں کا اہتمام کر کے اپنی مسرت اور شادمانی کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ نبی پاک ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنے کے صِلے میں اگر ایک کافر کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو اُمتی کو تو خصوصی فیوض و برکات اور دین و دنیا کی راحتیں یقیناً مل سکتی ہیں اور ملتی ہیں۔

پیارے نبی ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ کا بدن پاکیزہ، صاف ستھرا اور کستوری کی خوشبو سے مہکتا تھا۔ ناف قدرتی طور پر کٹی ہوئی تھی اور آپ ختنہ شدہ تھے۔ آپ کا رُخ انور چاند کی طرح روشن آنکھوں میں قدرتی سرمے کی دھاری اور دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت اُبھری ہوئی تھی۔ (ابن ہشام)

شان ظاہر کرنے کے لیئے کئی معجزات کا ظہور ہوا۔

"آپ کی پیدائش کے وقت مکہ مکرمہ کی وادی اور ٹیلے نور سے روشن ہو گئے۔ اتنا نور پھیلا کہ مکہ کے باشندوں کو قیصر روم کے محل نظر آنے لگے۔"

ایران کے بادشاہ کسریٰ کے محل میں دراڑیں پڑ گئیں اور اس کے چودہ کنگرے زمیں بوس ہو گئے۔ ایران کے آتش کدے جن میں ہر وقت آگ دہکتی رہتی تھی وہ بجھ گئے۔

بحیرہ ساوا جس کے کناروں پر شرک اور بت پرستی بے حد زیادہ تھی، وہ خشک ہو گیا۔ جب کہ شام اور کوفہ کے درمیان وادی ساوہ کی ندی پانی سے بھر کر بہنے لگی۔" (بیہقی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

مکہ کے باشندوں میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے نومولود بچوں کو ارد گرد کے دیہات میں رہنے والے خاندانوں کے حوالے کر دیتے تھے تا کہ اُن کی پرورش خالص آب وہوا، صاف ستھری غذا اور قدرتی ماحول میں ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بنو سعد قبیلے کی ایک خاتون بی بی حلیمہ سعدیہؓ کی آغوش میں دے دیا گیا۔ وہ آپ کو گود میں لے کر خوشی خوشی اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی۔ اُن کی اونٹنی جو بہت کمزور اور لاغر تھی۔ قافلے کی باقی سواریوں سے تیز بھاگنے لگی۔ آپ کی برکت سے ان کی اونٹنی اتنا دودھ دینے لگی کہ تمام گھر والے سیر ہو کر پی لیتے تھے۔

بچپن سے ہی عدل و انصاف کا دامن آپ کے ہاتھ میں رہا۔ آپ جب بھی اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہؓ کا دودھ پیتے تو صرف دائیں چھاتی سے ہی پیتے تھے۔ بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔

ایک بار آپ اپنی رضاعی بہن شیما کے ہمراہ بھیڑوں کے ریوڑ کے ساتھ دور تشریف لے گئے۔ اس وقت گرمی بہت زیادہ تھی اور تپش حد سے زیادہ تھی۔ بی بی حلیمہؓ آپ کو ڈھونڈھتی ہوئی آئیں تو حضرت شیماؓ نے کہا:

''امی جان آپ پریشان ہرگز نہ ہوں۔ میرے بھائی نے ذرا بھی تپش محسوس نہیں کی۔ آپ جب بھی چلتے، بادل کا ایک ٹکڑا سر پر سایۂ فگن ہو کر ساتھ ساتھ چلنے لگتا اور آپ جب رک جاتے تو بادل کا ٹکڑا بھی رک جاتا۔ یوں ہم چلتے چلتے یہاں تک پہنچ گئے۔''

شقِّ صدر

جن دِنوں حضور نبی کریم ﷺ سیّدہ حلیمہؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے آپ اپنے دودھ شریک بھائی عبداللہ کے ہمراہ بھیڑوں کے ریوڑ کی جانب چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت عبداللہ بھاگتے ہوئے گھر آ گئے اور کہنے لگے کہ میں نے دو آدمی دیکھے جنھوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت محمد ﷺ کو بڑے آرام کے ساتھ زمین پر لٹا لیا۔ آپ کا مبارک سینہ شق کیا۔ یہ سن کر بی بی حلیمہ اور ان کے شوہر بھاگے بھاگے آئے اور آپ کو سینے سے لگا لیا۔ آپ ﷺ نے اُن کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ دونوں بندے میرے پاس آئے۔ میرے سینے کو شق کیا پھر میرے دل کا ایک حصہ نکال کر اُسے ایمان اور حکمت

شقِ صدر یعنی سینہ مبارک کو چیرنے کا واقعہ چار بار ہوا ہے۔ایک بار بچپن میں تا کہ آپ اچھے اخلاق اور اچھے طریقے اپنالیں۔ دوسری بار دس سال کی عمر میں تا کہ آپ جوانی میں اعلیٰ عادات اور اچھے اوصاف کی خوبیوں سے مالا مال ہو جائیں۔ تیسری بار غارِ حرا میں جب آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تا کہ آپ وحی کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ چوتھی بار شبِ معراج کو سینہ چاک کیا گیا تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی سعادت حاصل کر پائیں۔

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

بچپن کی ابتدائی پرورش کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضور اکرم ﷺ کو واپس مکہ مکرمہ میں آپ کے گھر چھوڑ گئیں۔ جہاں آپ اپنی والدۂ ماجدہ سیّدہ آمنہؓ کی آغوش میں تربیت پانے لگے۔آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو سیّدہ آمنہ آپ کو لے کر مدینہ تشریف لے گئیں جہاں آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ کی قبر مبارک تھی۔ واپس آتے ہوئے ابواء کے مقام پر سیّدہ آمنہ خالقِ حقیقی سے جا ملیں ابواء کے مقام پر آج بھی سیّدہ آمنہؓ کی قبر موجود ہے اگرچہ کسی کو زیارت کی اجازت نہیں دی جاتی۔

آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہؓ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کا فریضہ دادا جان عبدالمطلب کے کاندھوں پر آ پڑا۔انھوں نے بڑے خوش اسلوبی سے یہ فریضہ نبھایا مگر صرف دو سال بعد وہ بھی انتقال کر گئے۔اب اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش چچا حضرت ابو طالبؓ کرنے لگے، اگرچہ وہ پہلے ہی بہت بڑے کنبے کے کفیل تھے مگر انھوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے سگے بیٹوں سے بڑھ کر سمجھا اور بڑے لاڈ پیار سے اُن کی تربیت کی۔

آپ کے بچپن کا دور تھا کہ ایک بار مکہ کے اندر سخت قحط پڑ گیا اور کھانے پینے کی اشیاء کی

محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی جو فوراً منظور ہوئی۔ خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ ہر جانب سبزا نظر آنے لگا۔ مکہ کی پوری وادی ہری بھری اور سرسبز وشاداب ہوگئی۔ اس موقعہ پر حضرت ابوطالبؓ نے اِک قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر ہے:

”وہ گورے سفید رنگ والا ہے جس کی ذات کے وسیلے
سے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔“

ملک شام کا پہلا سفر

حضرت ابوطالب مکہ کے دوسرے باشندوں کی طرح تجارت کا کام کرتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ اردگرد کے دوسرے ممالک کا سفر کرتے رہتے تھے۔ ایک بار وہ مالِ تجارت لے کر ملک شام کی طرف گئے تو حضور اکرم ﷺ کو بھی ہمراہ لے گئے۔ آپ کی عمر اس وقت صرف بارہ سال تھی۔ یہ قافلہ بصرہ شہر میں پہنچا تو ایک عیسائی راہب بحیرہ نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ لڑکا عام لڑکا نہیں ہے۔ وہ راہب حضور پاک ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ لڑکا سارے عالم کا سردار، اللہ تعالیٰ کا سچا نبی اور سب جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ قافلے والوں نے پوچھا کہ تمھیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔ وہ کہنے لگا:

”جب تم لوگ آ رہے تھے، وادی کا ہر درخت اور پتھر آپ کو سجدہ کر رہا تھا اگر یہودیوں نے آپ کو پہچان لیا تو آپ کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ بہتر ہے کہ تم اسے واپس مکہ مکرمہ لے جاؤ۔“ چنانچہ حضرت ابوطالبؓ واپس مکہ آ گئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے لڑکپن میں قریش مکہ اور قبیلہ ہوازن کے درمیان چار جنگیں لڑی گئیں۔ آخری جنگ میں آپ نے بھی حصہ لیا۔ آپ تیر اُٹھا اُٹھا کر اپنے چچاؤں کو پکڑاتے رہے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کے دورِ شباب میں ایک اہم واقعہ حلف الفضول کا ہے۔ ہوا یوں کہ زبید قبیلہ کا ایک تاجر کچھ مال تجارت لے کر مکہ مکرمہ آیا اور ایک باشندے عاص بن وائل کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ مال تجارت لے کر اس کی رقم ادا کرنے سے صاف مکر گیا۔ یہ کھلی بدمعاشی اور بہت بڑا ظلم تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے کہنے پر قبیلہ قریش کے معززین کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں یہ عہد کیا گیا کہ ہم ہر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے اور ہر حال میں اس کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ اُس تاجر زبیدی کا مال عاص بن وائل سے لے کر واپس کیا گیا۔ اس معاہدے کو ''حلف الفضول'' کہا جاتا ہے کیونکہ اس معاہدے میں تین معززین ایسے تھے جن کے نام میں ''فضل'' شامل تھا فضل بن حارث، فضل بن وداعہ، فضل بن فضالہ۔

حضور اکرم ﷺ بھی اس معاہدے میں شامل تھے بعد میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر کوئی شخص مجھے اس معاہدے میں شامل نہ ہونے کے عوض سرخ رنگ کے سو (100) اونٹ بھی دیتا تو میں ہرگز نہ لیتا۔''

صادق اور امین

پیارے نبی اکرم ﷺ نے جوانی کی منزل پر پہنچنے کے بعد اپنے آباء واجداد کے پیشے تجارت کو ہی اپنا پیشہ بنایا۔ آپ کی امانت، دیانت، وعدے کی پاسداری اور ہمیشہ سچ بولنے

ہمیشہ سچ بولنے والا اور ''الامین'' یعنی امانت میں خیانت نہ کرنے والا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور تجارت میں اوصافِ حمیدہ سے متاثر ہو کر مکہ کی ایک بہت نیک، سخی اور پاکیزہ کردار کی مالک خاتون خدیجہ بنت خویلدؓ نے آپ کو معقول معاوضے پر اپنا مالِ تجارت فروخت کرنے کی پیش کش کی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔

آپ ان کا مالِ تجارت لے کر ملکِ شام گئے۔ وہاں آپ نے مالِ تجارت خوب اچھے داموں فروخت کیا اور خوب نفع کمایا۔ حضرت خدیجہ کا ایک غلام میسرہ بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ سفر سے واپس آ کر اُس نے سیّدہ خدیجہ کو آپ کے حسن سلوک، شرافت اور ایمانداری کا حال سنایا جسے سن کر وہ بہت متاثر ہوئیں۔

سیّدہ خدیجہؓ سے نکاح

سیّدہ خدیجہؓ بہت پاکدامن، شریف النفس اور نیک خاتون تھیں۔ مکہ کے لوگ ان کو طاہرہ یعنی پاک کردار والی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اُس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ اس سے قبل دوبار ان کی شادی ہوئی تھی لیکن دونوں بار ان کے شوہر وفات پاگئے۔ سیّدہ خدیجہؓ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے حضور اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر شادی کا پیغام بھیجا۔ آپ نے اپنے چچا ابو طالبؓ اور دوسرے چچاؤں کے مشورے سے اس پیغام کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اُس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ حضرت ابو طالب نے پانچ سو درھم کے بدلے آپ دونوں کا نکاح پڑھایا۔

شادی کے بعد آپ ﷺ حضرت خدیجہ کے ہاں قیام پذیر ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ کو

آپ نے سیّدہ خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ایک بیٹے کے علاوہ باقی ساری اولاد انہی کے بطن سے ہے۔

اعلانِ نبوت کے بعد حضور پاک ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی ذات حضرت سیّدہ خدیجہؓ کی ہی ہے۔انھوں نے اپنی ساری دولت آپ کے قدموں پر نثار کر دی اور ساری زندگی آپ کی خدمت اور غمگساری میں بسر کر دی۔ان کے اس مالی اور اخلاقی تعاون کی بدولت نبی کریم ﷺ مالی مسائل اور فکرِ معاش سے آزاد ہو گئے۔

تعمیرِ کعبہ

سیّدنا محمد مصطفی ﷺ کی عمر مبارک جب 35 سال ہوئی تو اس وقت مکہ مکرمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی۔جس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو بہت نقصان پہنچا۔اہل مکہ نے فیصلہ کیا کہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔سب قبائل نے مل جل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کا آغاز کیا۔کام بڑے احسن انداز میں ہو رہا تھا کہ حجرِ اسود کی تنصیب کا وقت آن پہنچا اب قبائل میں سخت جھگڑا شروع ہو گیا۔ہر قبیلے کی خواہش یہ تھی کہ حجرِ اسود کو نصب کرنے کی سعادت اس کے حصے میں ہی آئے۔بات یہاں تک آ پہنچی کہ مختلف قبائل کے درمیان جنگ کا خطرہ نظر آنے لگا۔ ایک سردار نے تجویز پیش کی کہ کل صبح صادق کے وقت جو آدمی سب سے پہلے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوگا۔اُسے ثالث اور منصف مان لیا جائے۔اگلی صبح حرم کعبہ کے اندر سب سے پہلے داخل ہونے والی شخصیت حضرت محمد ﷺ کی تھی۔سب قبائل نے آپ کو بخوشی ثالث مان لیا۔آپ نے بہت عقل مندی،فراست اور دانش سے کام لیتے ہوئے اپنی چادر بچھائی، اس میں حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھا اور چادر کے چاروں کونے مختلف قبائل کے سرداروں کو

ایک بہت بڑی جنگ کے خطرات ٹل گئے۔

بے مثال دورِ شباب

حضور اکرم ﷺ کا دورِ شباب شرم وحیاء، پاکیزگی اور پاک دامنی کے لعلوں سے سجا ہوا ہے اعلانِ نبوت سے پہلے کے اس بے مثال دور میں سچائی، ایمانداری، ایفائے عہد، بڑوں کی عزت واحترام، چھوٹوں سے اُنس اور محبت، رشتے داروں اور اقرباء سے غمگساری اور دل جوئی، قوم کی اجتماعی بھلائی اور رفاہِ عامہ، یتیموں، غریبوں اور بیواؤں کی خیر خواہی، مسافروں کی کفالت، فضول کھیل تماشوں، لہو ولعب اور برائی کے کاموں سے دامن بچا کر رکھنا، یہ وہ اوصاف اور صفات تھیں جو آپ ﷺ کی ذات میں بہت نمایاں تھیں۔ جب کہ لالچ، دھوکہ دہی، جھوٹ، بے ایمانی، خیانت، شراب، جواء، ناچ گانا، لوٹ مار اور فحش گوئی جیسے افعال سے آپ کو شدید نفرت تھی اور آپ کا دامن ان عیوب اور بری خصلتوں سے پاک تھا۔

ooo

بعثتِ نبوی صَلیَ اللہ علیہ وسلم

پہلی وحی

حضورِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس سال ہوئی تو غارِ حرا کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے خاص فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر ہوئے۔ غارِ حرا کعبہ شریف سے کچھ دور جبل نور پہاڑ پر ایک قدرتی غار ہے جس کا رخ خانہ کعبہ کی جانب ہے۔ یہ غار آج بھی اصل حالت میں موجود ہے اور مسلمان دور دور سے اس کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

وحی نازل ہونے سے پہلے ہر سال شعبان اور رمضان کے مہینوں میں حضورِ اکرم ﷺ غارِ حرا میں آ جاتے اور کائنات اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، اس بارے میں غور اور سوچ و چار کرتے اِن دِنوں میں آپ کو اچھے اچھے خواب آتے جو سچ ثابت ہوا کرتے تھے۔

ایک دِن نبی پاک ﷺ غار حرا کے نورانی ماحول میں غور فکر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے کہ اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ''اقراء'' یعنی پڑھو۔ آپ نے جواب دیا ''میں تو پڑھنے والا نہیں'' فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا اور کہا ''پڑھو'' آپ نے پھر فرمایا ''میں پڑھنے والا نہیں'' جب فرشتے نے تیسری بار یہ کہا ''اقراء باسمِ ربک الذی

آیات دہرائیں۔اس طرح پہلی وحی کا نزول ہوا۔وحی دراصل اللہ پاک کا کلام ہے جو اس کے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اس کے رسولوں اور نبیوں تک پہنچتا تھا اور دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بن جاتا تھا۔

غارِ حرا کے خاموش ماحول میں یکدم فرشتے کے وحی لانے سے حضورِ اکرم ﷺ بتقاضائے بشری کچھ گھبرا گئے۔آپ سیدھے اپنے گھر آئے اور سیّدہ خدیجہؓ سے کہا ''مجھے چادر اوڑھا دو'' کچھ دیر بعد آپ نے سارا ماجرا اپنی زوجۂ محترمہ کے گوش گزار کیا وہ کہنے لگیں ''اللہ کی قسم! آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔کیونکہ آپ اپنے رشتے داروں سے سب سے اچھا سلوک کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ بٹاتے ہیں، غریبوں ناداروں سے سخاوت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق سچ اور انصاف کی خاطر سب مشکلات کا سامنا کرتے ہو۔''

اس کے بعد سیّدہ خدیجہؓ حضور پاک ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو بت پرستی کے اس سیاہ دور میں توحید پرست تھے اور بہت عقل و فراست کے مالک تھے۔انھوں نے آپ کی سب باتیں سننے کے بعد کہا ''اے کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب نبوت کا اعلان کرنے کے بعد مکے کے لوگ آپ کو مکہ سے نکال دیں گے۔کیونکہ جو بھی نبی آیا،لوگ ہمیشہ اس کے ساتھ دشمنی کے لیے آگے بڑھ آئے۔''

وحی کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ بند رہا مگر کچھ عرصہ بعد سورۂ مدثر کی پہلی آیات سے یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

ооо

تبلیغِ اسلام کے تین ادوار

پہلا دور

اعلانِ نبوت کے بعد خفیہ تبلیغ کا دور شروع ہوتا ہے جو تین سال کے عرصے پر محیط ہے۔
سب سے پہلے ایمان لانے والی ہستیوں میں خواتین میں سے سیّدہ خدیجہؓ مردوں میں سیّدنا صدیق اکبرؓ، بچوں میں سیّدنا مولا علیؓ اور غلاموں میں سیّدنا زید بن حارثؓ شامل ہیں۔
ان کے بعد چند اور نیک بخت بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے جن کی فطرت میں نیکی، سچائی اور پرہیز گاری شامل تھی۔ ان کو ایمان کی دولت سے مالا مال کرنے میں سیّدنا صدیق اکبرؓ کا کردار بہت نمایاں ہے۔ ان افراد میں حضرت عثمان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان صحابہؓ کرام کو ''**السابقون الاوّلون**'' کہا جاتا ہے۔

دوسرا دور

تبلیغ اسلام کا دوسرا دور اپنے خاندان اور قریبی رشتے داروں کو دین کی دعوت دینے کا ہے۔ حضور اکرم ﷺ ایک دن کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور آپ نے قریش کے لوگوں کو پکارا۔ سب قریش جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

موجود ہے جو تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے۔" سب حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا "ہاں ہم یقین کر لیں گے، کیونکہ ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا اور ایماندار پایا ہے۔"

آپ نے ارشاد فرمایا:

"اچھا تو پھر سنو! میں آپ کو توحید کی دعوت دیتا ہوں اور آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اگر تم لوگ ایمان نہ لائے تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔" یہ سن کر قریش کے اکثر لوگ ناراض ہو گئے خاص طور پر آپ کا چچا ابولہب اول فول بکتا ہوا گیا۔

تیسرا دور

تبلیغ اسلام کا تیسرا دور اعلانیہ اور کھلم کھلا تبلیغ کا دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضورِ انور ﷺ نے بت پرستی کی مخالفت اور توحید و رسالت کی دعوت دینا شروع کی۔ سارے قریش اور دیگر اہل مکہ آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے لگے۔ آپ کے ساتھ ساتھ آپ پر ایمان لانے والے صحابۂ کرام کو کفار کی جانب سے ظلم و تشدد اور مصائب پہنچانے والے ایک نہ ختم ہونے والے طوفان کا سامنا کرنا پڑا مگر شمع توحید کے پروانے اس کڑے امتحان میں کامیاب اور سرخرو ہو کر نکلے۔

حضورِ انور ﷺ کی ذات پر ظلم و ستم

کفار مکہ نے سب سے زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ حضورِ انور سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات کو بنایا کیونکہ دینِ اسلام کا مرکز و محور تو آپ ہی کی ذات تھی۔ ظالموں نے آپ کو ایذا پہنچانے

اور آوارہ لڑکے گلیوں بازاروں میں آپ پر آوازے کستے اور گالیاں دیتے۔ آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے وہ آپ پر کوڑا کرکٹ بھی پھینکتے۔ آپ کو دھکے دیتے اور گردن میں چادر یا کپڑا ڈال کر کھینچنے لگتے۔ الغرض ہر بُرے حربے سے انھوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ اس حوالے سے سیرت کی کتابوں میں بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

1) ایک بار حضور اکرم ﷺ حرمِ کعبہ کے اندر نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک کافر عتبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے کھینچنی شروع کر دی جس سے آپ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ دیکھا تو جلدی سے بھاگ کر آئے اور اُسے گھسیٹ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ حضور پاک ﷺ نے اُس کافر کو دھکا دے کر گرایا اور کہا ''تم لوگ اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو، جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے۔'' اس دھکم پیل میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کافروں کو مارا بھی اور خود بھی مار کھائی۔

2) ایک بار حضور مصطفیٰ کریم ﷺ ذوالمجاذ کے بازار میں تبلیغ دین کی خاطر تشریف لے گئے اور وہاں وعظ فرمانے لگے۔ ابوجہل وہاں آ کر مٹی اُڑانے لگا اور بکواس کرنے لگا کہ لوگو اس کے فریب میں نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی عبات چھوڑ دو۔

3) ایک بار حضور پُرنور ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل کی شہ پر ایک کافر عتبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ کے کندھوں پر رکھ دی جب کہ آپ سجدے کی حالت میں تھے۔ اوجھڑی کا بوجھ اتنا تھا کہ آپ اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ کفار آپ کا مذاق اُڑا رہے تھے اور ہنسی سے لوٹ پھوٹ ہو رہے تھے۔ سیّدہ فاطمہؓ جو

کی اس ظالمانہ شرارت سے آپ کو بہت دکھ پہنچا۔ آپ نے اس وقت کفار مکہ اور خاص طور پر ان کے سرداروں کے لیے دعا کی کہ اے اللہ ان کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ آپ کی اس دعا کی قبولیت غزوۂ بدر کے اندر ظاہر ہوئی۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابوجہل اور عمارہ بن ولید جیسے سردارانِ قریش کی نعشیں بدر کی زمین پر بکھری ہوئی تھیں اور ان کو بڑی ذلت سے گھسیٹ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا ''ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔''

مسلمانوں پر ظلم کی انتہا

سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کی ذات پر ظلم و ستم ڈھانے کے ساتھ ساتھ کفار مکہ نے اسلام قبول کرنے والے دوسرے مسلمانوں پر جبر و تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ مسلمان زیادہ تر مفلوک الحال اور غریب و مسکین تھے۔ اس لیے کافروں نے ظلم و جبر کا ہر حربہ ان پر آزمایا۔ ان کو گرم تپتی ہوئی ریت پر ننگے جسم گھسیٹا جاتا، بدن کو گرم دہکتے لوہے کے ساتھ داغ دیا جاتا، کوڑے مار مار کر جسم کی کھال ادھیڑ دی جاتی، چٹائیوں اور جانوروں کی کھال میں لپیٹ کر اوپر سے دھونی جاتی تا کہ اُن کا دم گھٹنے لگے۔ ان کو بھوکا پیاسا رکھا جاتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان مصائب و آلام کو برداشت کرنے کے باوجود کسی ایک صحابی کا ایمان کمزور نہیں ہوا۔ بلکہ وہ دیوانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسلام کی حقانیت کی گواہی دیتے رہے اور روز بروز ان کا ایمان چٹان کی مانند مضبوط ہوتا گیا کچھ واقعات یہاں درج کیے جاتے ہیں:

1) حضرت خبیب بن ارت ؓ کو قریش مکہ نے دہکتے انگاروں پر لٹا دیا اور ان کے سینے پر ایک

آگ بجھ گئی۔ آپ کی پشت پر سفید داغ مستقل طور پر ثبت ہو گئے۔

2) حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ایمان لانے کے بعد اُن پر بے حد ظلم وستم ڈھائے گئے۔ ان کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جاتے، تپتی دوپہر میں گرم ریت پر لٹا کر اُن کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا، تاکہ آپ ہل جل بھی نہ سکیں مگر اس حال میں بھی وہ احد احد کا نعرہ ہی بلند کرتے رہے۔

3) حضرت عمار بن یاسرؓ کو اس قدر مارا جاتا کہ وہ بے ہوش ہو جاتے اور گر پڑتے۔ ان کی والدہ حضرت سمیہؓ ابوجہل کا نیزہ لگنے سے شہید ہوئیں۔ ان کے والد حضرت یاسرؓ کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔ یہ دونوں میاں بیوی اسلام کے پہلے شہید ہیں۔

4) حضرت صہیب رومیؓ کو کفار بہت اذیت پہنچاتے ان کو اتنا مارتے کہ وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتے۔ انھوں نے جب مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی تو کفار نے ان کا سارا سامان غصب کر لیا۔ انھوں نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا اور ایمان کی دولت لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

5) حضرت ابوذر غفاریؓ ایمان قبول کرنے کے بعد جب مکہ مکرمہ پہنچے اور مسافر بن کر حرم کعبہ میں ٹھہرے انھوں نے بلند آواز سے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو کافروں نے ان کو بہت مارا پیٹا۔ وہ ان کو کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہ دیتے۔ صرف آبِ زم زم پی کر ہی گزارا کرتے رہے۔

6) حضرت بی بی لبینہ، حضرت بی بی نہدیہ اور حضرت ام عبیسؓ کنزیں تھیں۔ کفار مکہ ان کو بھی مار پیٹ کا نشانہ بناتے مگر پھر بھی ان کے ایمان میں ذرّہ برابر کمی نہ آتی۔ حضرت عمر کے گھرانے کی ایک کنیز بی بی زنیرہ کو کفار مکہ نے اتنا مارا کہ ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی

7) غریب و نادار صحابۂ کرام کے ساتھ ساتھ امیر کبیر، مال دار اور معزز صحابہ کرام بھی کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہیں تھے۔ ایک بار کفار نے حرمِ کعبہ کے اندر سیّدنا صدیق اکبرؓ کو اتنا مارا پیٹا کہ ان کے سر میں سے خون بہنے لگا۔

8) حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے چچا نے رسیوں سے باندھ دیا اور بہت مارا۔

9) حضرت زبیر بن عوام کا چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتا۔

کفار مکہ کی جانب سے پیش کش

سرکارِ دو عالم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں پر ہر طرح سے ظلم کر لینے کے باوجود کفار مکہ نے اُن کے ایمان میں کمزوری نہ دیکھی تو انھوں نے ایک اور چال چلی۔ سردارانِ مکہ نے اپنے اک ساتھی عتبہ بن ربیعہ کو جو خود بہت فصیح مقرر اور خطیب تھا، حضورِ انور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بھیجا تا کہ وہ اپنے تئیں آپ کے دل کا اصل مقصد یا آپ کی اصل خواہش کا پتہ لگا سکیں۔

عتبہ بن ربیعہ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر یوں کہا کہ اسلام کی تبلیغ کے پیچھے آپ کا اصل مقصد کیا ہے۔ اگر آپ مکہ مکرمہ کی سرداری یا بادشاہی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو مکہ کا بادشاہ ماننے کے لیے تیار ہیں اگر آپ کو مال و زر کی ضرورت ہے تو ہم آپ کے قدموں میں ہیرے جواہرات اور سونے کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی شادی کسی بڑے گھرانے میں ہو جائے تو ہم سب سے خوبصورت عورت آپ کے نکاح میں دینے کے لیے تیار ہیں بس ہماری شرط صرف یہ ہے کہ آپ اسلام کی دعوت سے باز آ جاؤ۔

کچھ آیات تلاوت کیں جنھیں سن کر اس کا دِل کانپنے لگا اور خوف سے اس کے جسم کا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔ واپس سرداران مکہ کے پاس پہنچ کر اُس نے یوں کہا ''محمد ﷺ جو کلام پیش کرتا ہے وہ نہ جادو ہے، نہ شاعری اور نہ کہانت بلکہ وہ تو کچھ اور ہی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ عرب کے لوگوں پر غالب آ گیا تو ہم قریش کی عزت میں ہی اضافہ ہوگا۔ دوسری صورت میں اہل عرب خود ہی اُسے ختم کر دیں گے۔ کفار مکہ نے اس عقل کی بات کو تسلیم نہ کیا۔

قریشِ مکہ اور حضرتِ ابو طالبؓ

کفارِ مکہ نے حق کی شمع بجھانے کے لیے ایک اور کوشش کی۔ سرداران کفار کا ایک وفد حضور اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تمہارا بھتیجا حد سے بڑھ گیا ہے اور ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے اب یا تو تم پیچھے ہٹ جاؤ اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو یا پھر تم بھی کھلم کھلا ہمارے مقابلے پر آ جاؤ۔ اُن کے تیور دیکھ کر حضرت ابو طالب کچھ فکر مند ہوئے۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو پاس بٹھا کر صورتِ حال سمجھائی اور کہا کہ کچھ عرصہ کے لیے اپنی تبلیغ کا سلسلہ موقوف کر دو۔ اپنے حمایتی، مددگار اور پرورش کرنے والے مہربان چچا کی بات سُن کر آپ نے جواب دیا ''چچا جان! اللہ کی قسم، اگر قریشِ مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مشن کو پورا کر دے گا یا پھر میں اپنی جان اس کام کے لیے قربان کر دوں گا۔'' جوش و جذبہ سے بھرپور یہ تقریر سن کر ابو طالب کا دل نرم پڑ گیا، اور انھوں نے بھی جوشیلے انداز میں کہا ''جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں کوئی

ہجرتِ حبشہ

سن 5 نبوی میں جب شمع مصطفوی ﷺ کے پروانوں پر کفارِ مکہ کے ظلم و جبر کی انتہا ہوگئی اوران کا آرام سکون کے ساتھ رہنا محال ہوگیا تو حضور رحمۃً للعالمین ﷺ نے اپنے جان نثار صحابہ کوحکم دیا کہ وہ ملک حبشہ کی جانب ہجرت کرجائیں۔پہلی بار بارہ مرداور چار خواتین اوردوسری بار تراسی مرداوراٹھارہ خواتین مہاجر ہوکر حبشہ میں پناہ گزین ہوگئے۔حبشہ سمندر کے راستے عرب سے قریب ترین ملک تھا۔وہاں کا بادشاہ اصحمہ اورلقب نجاشی تھا، بہت نیک سیرت،رحم دل اورانصاف پسند تھا۔وہ عیسائی ہونے کی وجہ سے انجیل اورتورات کا ماہر تھا۔

کفارِمکہ کو بھلا یہ کیونکہ گوارا ہوسکتا تھا کہ مسلمان ان کے ظلم وستم سے بچ کرآرام وسکون کے ساتھ زندگی بسر کریں۔انھوں نے اپنے دوسرداروں عمروبن العاص اورعمارہ بن ولید کو تحفے ہدیے دے کرشاہِ نجاشی کے دربار کے اندر سفیر بنا کر بھیجا۔انھوں نے حبشہ پہنچ کرشاہ نجاشی کو ورغلانا چاہا کہ یہ لوگ ہمارے مجرم ہیں اورفرار ہوکر یہاں چھپے بیٹھے ہیں۔ان کو واپس مکہ بھیجا جائے شاہ نجاشی نے مہاجرین کوطلب کیا اوراصل بات بتانے کو کہا۔حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی جعفر بن ابوطالبؓ نے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے جواب دیا کہ ہم لوگ بدکار، بے ایمان اورکفروشرک کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے جو بچپن سے ہی سچے، دیانتدار اور نیک انسان ہیں،ہمیں ظلمتوں سے نکال کر توحید، ایمان اورتقویٰ کی روشن راہوں پر گامزن کردیا ہے۔مکہ کے ظالم اور بے ایمان لوگوں کو یہ بات پسند نہ آئی اب یہ لوگ ہمیں اس لیے واپس مکہ لے جانا چاہتے ہیں

نے شاہِ حبشہ پر گہرا اثر ڈالا۔

اس کے پوچھنے پر حضرت جعفر طیار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآنِ پاک کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں اور حضرت بی بی مریم پاکدامن، عصمت مآب اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ جنھوں نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے جنم دیا۔ قرآنِ پاک کی یہ آیات سن کر شاہ نجاشی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے زیادہ ہے نہ اس سے کم۔ اس نے مہاجرین مکہ کو راحت اور سکون کے ساتھ اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔ بعد میں یہ شاہ نجاشی مسلمان ہو گیا۔ اُس کی وفات پر حضور انور ﷺ نے مدینہ منورہ میں اُس کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام

سن 6 نبوی میں دو عظیم شخصیات حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا جس سے کاروانِ توحید کو بہت سہارا ملا۔ حضرت حمزہؓ بہت جری، بہادر اور شیر دل انسان تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا اور دودھ شریک بھائی تھے کیونکہ انھوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ عمر میں صرف تین سال بڑے تھے۔ وہ شکار کے بہت شوقین تھے صبح سویرے ہی تیر کمان ہاتھ میں پکڑتے اور شکار کی تلاش میں پہاڑوں پر چلے جاتے۔ ایک دِن اُن کی بہن صفیہ بنتِ عبدالمطلب نے ان کو بتایا کہ تم تو شکار کی تلاش میں نکلے رہتے ہو، اور ابوجہل تمہارے بھتیجے کو گالیاں بکتا رہتا ہے۔ وہ بہت غصے میں کعبہ شریف کی طرف گئے اور ابوجہل کے سر پر اتنے زور سے کمان ماری کہ اس کے سر سے خون نکل آیا اور پھر کہا کہ میں بھی آج سے اپنے بھتیجے کے دین پر ہوں۔ یہ سن کر ابوجہل سہم گیا۔

اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں کسی نے کہا پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر تو لو جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ غصے سے بھرے ان کے گھر پہنچے ان کی بہن قرآنِ مجید کی تلاوت کر رہی تھیں۔ انھوں نے زور سے اپنی بہن کے کان پر تھپڑ مارا مگر بہن کے آنسو دیکھ کر دل بھر آیا۔ وہ بہن سے پوچھنے لگے کہ تم جس چیز کی تلاوت کر رہی تھیں وہ مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے کہا کہ بھائی پہلے غسل کر کے آؤ۔ جب حضرت عمر نے قرآن کی تلاوت سنی تو وہ دل پر اثر کر گئی اور ان کا من اسلام کی ضیاء سے منور ہو گیا۔ وہ سرکارِ دو عالم سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ ان دونوں کے قبولِ اسلام سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی۔ (ابنِ ہشام)

شعبِ ابی طالب

کفارِ مکہ نے جب یہ دیکھا کہ ہر طرح کے ظلم و ستم کے باوجود اسلام کا نور تیزی سے چاروں جانب روشنی بکھیرنے لگا ہے تو انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے خاندان کا مکمل معاشرتی اور اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے۔ اس سلسلے میں قریش کے تمام سرداروں نے ایک معاہدہ تیار کیا جس کے تحت انھوں نے یہ حکم دیا کہ مکہ کا کوئی باشندہ بنو ہاشم کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا، ان سے تجارت نہیں کرے گا۔ اُن میں شادی بیاہ نہیں کرے گا اور نہ ان تک کھانے پینے کا سامان پہنچائے گا۔ یہ معاہدہ تحریر کر کے کعبہ شریف میں لٹکا دیا گیا۔

کفارِ مکہ کے اس ظالمانہ معاہدہ کی بدولت حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خاندان کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں قید اور تنہائی کی زندگی گزارنا پڑی۔ اس گھاٹی کو شعبِ ابی طالب کہا جاتا ہے۔ یہ بائیکاٹ اتنا شدید تھا کہ بنو ہاشم کے پورے کنبے کو بھوک پیاس کا مقابلہ کرنا

پیٹ بھرا جاتا۔تنہائی اور بے بسی کا یہ عرصہ تین سالوں پر محیط ہے۔سبحان اللہ، حضور اکرم اور آپ کے ساتھیوں یا گھر والوں کی جانب سے شکایت کا کوئی لفظ لب پر نہ آیا۔

آخر کار کفارِ مکہ میں سے ہی کچھ نرم دِل کافروں نے سوچا کہ یہ ظالمانہ معاہدہ ختم ہونا چاہیے کیونکہ ہم تو عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور بنو ہاشم کے بچے بے بسی اور تنہائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔اس دوران حضرت ابو طالب نے کفارِ مکہ کے رؤسا سے کہا کہ میرا بھتیجا کہہ رہا ہے کہ اُس معاہدے کو دیمک کھا گئی ہے۔لہٰذا اس کاغذ کو دیکھو اگر محمد سچے ہیں تو لازماً دیمک اُس کاغذ کو کھا گئی ہے ورنہ میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ جب وہ معاہدہ کی دستاویز دیکھی گئی تو اس پر صرف اللہ کا نام باقی تھا اور باقی ساری دستاویز دیمک نے کھالی تھی۔ کچھ سرداروں کی مخالفت کے باوجود ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی نے ہتھیاروں کے جھرمٹ میں بنو ہاشم کے سب افراد کو گھاٹی میں سے نکالا اور ان کو گھروں میں آباد کیا۔دستاویز لکھنے والے کافر منصور بن عکرمہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اس طرح نازل ہوا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر خشک ہو گیا۔(صحیح بخاری۔ابنِ ہشام)

عام الحزن یعنی غم کا سال

شعب ابی طالب سے باہر آنے کے چند ماہ بعد نبی کریم ﷺ کی دو عزیز ترین ہستیاں آپ سے جدا ہو گئیں۔ان میں سے ایک آپ کے چچا حضرت ابو طالبؓ تھے جب کہ دوسری ہستی آپ کی زوجۂ محترمہ امّ المؤمنین سیّدہ خدیجہ الکبریٰ ؓ تھیں۔

حضرت ابو طالبؓ کی وفات ورِیتیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وسلم کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا کیونکہ یہ وہ شخصیت تھی جس نے آپ کو والدہ ماجدہ اور دادا جان کی وفات کے بعد اپنی

کے باوجود مکمل طور پر آپ کا ساتھ دیا۔ اس سلسلے میں انھیں بہت سے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا مگر انھوں نے آپ کو اکیلا نہ چھوڑا۔

حضرت ابوطالب کی وفات کے صرف تین یا پانچ دِن بعد اُمّ المومنین حضرت سیّدہ خدیجہؓ بھی وصال کر گئیں۔ سیّدہ کی وفات حضورِ اکرم ﷺ کے لیے بہت غم اور دُکھ کی بات تھی۔ کیونکہ سیّدہ خدیجہ وہ مقدس ہستی ہیں جنھوں نے اپنی ساری دولت آپ کی ذات کے لیے وقف کر دی سب سے پہلے ایمان لا کر آپ کا ساتھ دیا اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کی دل جوئی کی۔ محبت، اُلفت، فرمانبرداری، تابعداری، غمگساری، ایثار اور قربانی کی وہ لازوال مثالیں قائم کی جن کی نظیر قیامت تک کوئی دوسری خاتون پیش نہیں کر سکتی۔

ان دونوں شخصیات کی وفات اتنا بڑا صدمہ تھا کہ آپ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

طائف کا سفر

حضورِ اکرم ﷺ دین کی تبلیغ کی خاطر مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں واقع سرسبز و شاداب شہر طائف تشریف لے گئے۔ آپ کے غلام زید بن حارث آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے وہاں کے بڑے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی مگر وہ بدبخت اسلام قبول کرنے کی بجائے آپ کے دشمن ہو گئے۔ انھوں نے شریر لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کو گالیاں دیتے اور پتھر مارتے۔ اُن پتھروں کے لگنے سے آپ کا جسم زخموں سے چُور ہو گیا اور خون رِس رِس کر آپ کے پاؤں میں جم گیا مگر وہ ظالم پھر بھی باز نہ آئے اور آپ کو اُٹھا اُٹھا کر دوبارہ پتھراؤ کرنے لگے۔ بالآخر آپ سردارِ قریش عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی

کچھا پیش کیا۔ وہ نصرانی تھا اور نینوا کا رہنے والا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے کہا کہ نینویٰ حضرت یونس علیہ السلام کا شہر ہے جو میری طرح اللہ کے نبی تھے یہ سن کر وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

جس وقت آپ زخموں سے نڈھال ہو کر باغ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہاڑوں کے فرشتے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے حبیب اگر آپ چاہیں تو یہ فرشتہ ان پہاڑوں کو اس وادی پر پلٹ دے مگر آپ تو رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے، شفقت اور نرم دِلی آپ کا خاص وصف تھا۔

آپ نے فرمایا:

> ''نہیں، بلکہ میں اُمید کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی آنے والی نسلوں میں ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔'' طائف کا یہ سفر آپ کی زندگی کا بہت دُکھ درد بھرا سفر ہے۔

معراج مبارک اور رب کا دیدار

اعلانِ نبوت سے لے کر حضرت ابو طالب اور سیّدہ خدیجہؓ کی وفات تک کا عرصہ نبی اکرم ﷺ کے لیے بہت تکالیف اور آلام کا دور تھا۔ آپ نے کفار کے بے حد و حساب ظلم سہے، ان کا معاشرتی بائیکاٹ برداشت کیا، طائف کی گلیوں کو اپنے خون سے رنگین کیا۔ آپ کے صحابۂ کرام پر ظلم و جبر کی انتہا کر دی گئی۔ دکھ اور غم سے لبریز ان گھڑیوں میں آپ کے پروردگار نے آپ کو ایک انمول اور بے مثال انعام سے نوازا۔ یہ انعام تھا معراجِ مبارک:

''ماہِ رجب کی 27 ستائیسویں شب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ حالتِ بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ مکہ سے بیت المقدس تک گئے۔ وہاں سے خلاؤں کی وسعتوں کو پار کرتے ہوئے سات آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ جنت الفردوس کا معائنہ فرمایا اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھتے ہوئے ربّ کائنات کے دیدار سے فیض یاب ہوئے یہ سب کچھ رات کے ایک حصے میں اس طرح سے ہوا کہ کائنات کا نظام ٹھہر گیا اور جب آپ زمین پر واپس آئے تو ہر چیز پہلے کی طرح رواں دواں ہو گئی۔

معراج کے سفر کے لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام براق کی سواری لے کر حضور

خوشخبری سنائی براق اتنا تیز رفتار تھا کہ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا۔ مکہ معظّمہ سے آپ بیت المقدس پہنچے جہاں سارے نبی صفیں باندھے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے دو رکعت نماز کی امامت فرمائی اور یوں امام الانبیاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد آپ یکے بعد دیگرے سات آسمانوں پر پہنچے اور یہاں کچھ نبیوں سے الگ الگ ملاقات کی۔ جنت الفردوس کا نظارہ کیا پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام شروع سے آپ کے ہمراہ تھے لیکن یہاں آ کر عرض کرنے لگے کہ میری حد تو سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس حد سے آگے بڑھوں گا تو میرے پر جل جائیں گے۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے حضور پاک ﷺ قاب قوسین کی منزل تک پہنچے جہاں آپ نے جاگتی آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوہنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاص انوار و تجلیات سے نوازا اور نماز کا تحفہ عطا کیا۔ یہ سب انعام حاصل کر کے آپ واپس مکہ مکرمہ پہنچے تو زندگی اُسی طرح جاری و ساری تھی۔

صبح حضور پاک ﷺ نے اس عظیم اور بے مثال انعام کا ذکر جب کفارِ مکہ سے کیا تو وہ آپ کا مذاق اُڑانے لگے۔ آپ نے ان کے سب سوالوں کے جواب دیئے۔ ان کو مسجد اقصیٰ کی تفصیل بتائی راستے میں نظر آنے والے تجارتی قافلوں کی صورتِ حال بتائی تو سب خاموش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تصدیق کیے بغیر کفار کے سامنے یہ گواہی دی کہ اگر معراج کی بات محمد مصطفیٰ ﷺ نے کی ہے تو پھر یہ بالکل سچی اور حق بات ہے۔ اس تصدیق کرنے کی وجہ سے آقائے دو عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب عطا کیا۔

معراج مبارک وہ عظیم انعام ہے جو مکی زندگی کے آخری ایام میں حضور اکرم ﷺ کی

ستم کا مقابلہ کرنے لگے۔ دین حق کی تبلیغ میں ایک تیزی آئی جس کے نتیجے میں یہ سچی آواز وادیٔ فاراں سے نکل کر یثرب یعنی مدینہ منورہ کی فضاؤں تک پہنچی۔ یوں مصطفائی انقلاب کے دوسرے دور کا آغاز ہوا جس میں نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور عدل و احسان پر مبنی ایک نیا معاشرہ اور تہذیب کو وجود بخشا جو آج تک اپنی مثال آپ ہے۔

○○○

ہجرتِ مدینہ

سیّدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام صرف اہل مکہ تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ یہ پیغام حج کے ایام میں اور دیگر میلوں اور اجتماعات کے موقعہ پر دوسرے شہروں اور بستیوں سے آنے والے افراد تک بھی پہنچایا۔ حج کے دِنوں میں مکہ معظّمہ سے تقریباً چار سو کلو میٹر دور واقع شہر یثرب سے بہت سارے زائرین طواف کے لیے آیا کرتے تھے۔ 11 نبوی میں حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ کے نتیجے میں چھ افراد مسلمان ہو گئے۔ اگلے سال مزید 12 افراد نے اسلام قبول کیا اور انھوں نے منیٰ کی ایک گھاٹی میں آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اسے ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے اور تبلیغ کا سلسلہ مزید بڑھانے کے لیے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یثرب بھیج دیا۔ جس سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ مدینہ منورہ کے ایک بڑے قبیلے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے اسلام قبول کر لیا جس سے پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

اگلے سال مزید بہتر 72 افراد نے حضور اکرم ﷺ کے اشارے پر اپنا جان و مال قربان کرنے کا عزم کرتے ہوئے بیعت کی۔ جسے ''بیعت عقبہ ثانی'' کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ وادئ یثرب کا علاقہ جو اپنی سرسبزی و شادابی اور زرخیزی میں لاجواب تھا نبی کریم ﷺ کے جانثاروں کا مرکز بننے لگا۔ مکہ کے مظلوم اور بے سہارا مسلمان وہاں جا کر آباد ہونے لگے۔

سرداران مکہ سے یہ برداشت نہ ہوسکا یہ مسلمان ان کے ظلم کے شکنجے سے نکل کر چین اور سکون کے ساتھ مدینہ منورہ میں جا آباد ہوں۔ ان کے دلوں میں یہ خوف بھی جاگزیں تھا کہ اگر حضرت محمد ﷺ بھی مدینہ منورہ چلے گئے تو وہاں سے ایک لشکر جرار اکٹھا کر کے مکہ پر حملہ آور ہوں گے اور پھر ان سے ایک ایک ظلم کا حساب لیں گے۔ اب اُن سب نے مل کر ایک منصوبہ بنایا۔

کفار کا منصوبہ

کفارِ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں ابوجہل، عتبہ، ابوسفیان، حکیم بن حزام، امیہ بن خلف وغیرہ نے دارالندوہ یعنی پنچائت گھر میں اکٹھے ہوکر مختلف تجاویز پر غور کیا کہ کس طرح حضور پاک ﷺ کی ذات سے چھٹکارا حاصل کیا جائے تاکہ اسلام کا یہ چھوٹا سا پودا یہیں پر ختم ہو جائے۔ باہمی صلاح مشورے کے بعد انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک جوان تلوار لے کر حضرت محمد ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لے گا اور جب وہ باہر نکلیں تو سب جوان یک بار اُن پر حملہ کر دیں گے۔ فیصلہ قصاص پر ہوگا۔ قصاص کی رقم سب قبائل اکٹھی کر کے حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں کو ادا کر دیں گے۔

خدائی تدبیر

چند غریب اور نادار صحابہ کے علاوہ باقی سب مسلمان مدینہ منورہ جا چکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علیؓ کو مکہ میں روک رکھا تھا کیونکہ ابھی ہجرت کا ربانی حکم آنا باقی تھا۔ جب کفار مکہ نے اپنا خطرناک منصوبہ تیار کر لیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئے کہ آج آپ اپنے بستر پر نہ سوئیے گا بلکہ

صدیقؓ کے گھر آئے اور رات کو ہجرت کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے سفر کے سارے انتظامات مکمل کر لیے جن میں سامان خوردونوش، پانی کا مشکیزہ اور دو صحت مند اونٹوں کا بندوبست بھی شامل تھا۔

رات کی سیاہی پھیلی تو حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ آج اُن کے بستر پر لیٹ جائیں اور صبح سویرے کفارِ مکہ کی امانتیں ان کے سپرد کر کے مدینہ منورہ آ جائیں۔ اُدھر رات ہوتے ہی کفار مکہ کے ہر قبیلے میں سے ایک ایک جوان تلوار سونت کر نبی کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ حضرت علی بے خوف ہو کر بستر نبوی پر استراحت فرمانے لگے۔ نبی کریم ﷺ سورۂ یٰسین کی آیات تلاوت کرتے ہوئے باہر نکلے اور اپنی مٹھی میں موجود مٹی سارے کافروں کے سروں پر ڈال دی۔ ان سب کی عقل جواب دے گئی اور اُن کو نظر آنا بند ہو گیا۔ آپ ﷺ بڑے اطمینان اور سکون سے اپنے گھر سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر آ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو ہمراہ لیا اور جبل ثور کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہاں سے جاتے ہوئے آپ نے بڑی حسرت کے ساتھ کعبہ اللہ کو دیکھا اور کہا ''اے شہر مکہ تو مجھے ساری دنیا سے پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں تیرے علاوہ کسی اور جگہ قیام نہ کرتا۔'' یوں دونوں عظیم ہستیاں اندھیرے میں اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر نئی راہوں پر چلتے ہوئے نئی منزل کی جانب بڑھنے لگیں۔ اُن کا پہلا پڑاؤ غارِ ثور تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے غار کو اندر سے اچھی طرح صاف کیا اور مختلف سوراخ بند کر دیئے۔ ایک سوراخ بند کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو اپنا انگوٹھا یا ایڑی رکھ کر بیٹھ گئے پھر نبی اکرم ﷺ کو اندر آنے کی دعوت دی۔ یہاں سیرت نگاروں نے محبت اور جانثاری کی ایک بے مثال

اس سوراخ میں سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق نے ایڑی رکھی ہوئی تھی، ایک سانپ نے ڈنگ مارا۔ درد سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دو تین آنسو حضور ﷺ کے نورانی چہرے پر گر پڑے۔ آپ کی آنکھ کھل گئی آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایڑی پر لگایا تو درد فوراً ختم ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق تین دن تک اس غار میں قیام پذیر رہے۔

اگلی صبح حضور پاک ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنے والے کفار کو جب ہوش آئی تو سر پر مٹی پڑنے کا احساس ہوا۔ انھوں نے فوراً نبی پاک ﷺ کے بستر مبارک کی طرف دوڑ لگائی مگر وہاں حضرت مولا علی ﷺ موجود تھے۔ اس طرح سے اپنی ذلت پر کفار کی سب طاقتیں حرکت میں آ گئیں۔ نبی پاک ﷺ کی تلاش زور و شور سے شروع ہو گئی۔ کافروں کا ایک گروہ حضور اکرم ﷺ کے قدموں کے نشان دیکھتا ہوا غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ اللہ کے حکم سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بن دیا اور کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔ کافر نامراد و ناکام واپس چلے گئے۔ کیونکہ وہ سوچنے لگے کہ اگر کوئی شخص اس غار میں موجود ہوتا تو پھر مکڑی کا جالا اور کبوتری کا گھونسلا ہرگز نہ ہوتا۔

کفارِ مکہ غار کے اتنے قریب تھے کہ ان کی بات چیت کی آواز غار کے اندر صاف سنائی دے رہی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کچھ گھبرا گئے۔ اللہ کے حبیب ﷺ پر فوراً قرآنِ کریم کی آیات نازل ہو گئیں۔

"لاتحزن اِن اللّٰہ معنا"

ترجمہ: مت گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے یہ آیت سنتے ہی حضرت صدیق اکبر کی پریشانی ختم ہو گئی اور اللہ نے اُن کے دِل کو سکون اور راحت عطا فرما دیا۔

کافروں سے متعلق تازہ ترین صورتِ حال سے حضور اکرم ﷺ کو آگاہ کرتے رہے۔ رات کے وقت ان کے غلام عامر بن فہیرہ بکریوں کا ریوڑ لے کر آتے اور دودھ کا نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ چوتھے دِن عبداللہ بن اریقط نام کا گائیڈ دو اونٹ لے کر آ گیا۔ اس کے ذمہ مدینہ منورہ تک راستے کی راہنمائی کا ذمہ تھا۔ حضور پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

اُمِّ معبد سے ملاقات

یہ چھوٹا سا قافلہ چلتے چلتے ایک نیک بخت خاتون امِّ معبد کے خیمے تک پہنچا۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ مسافروں کو سامان خورد و نوش مہیا کرتی تھی۔ مگر اُس وقت اس کے پاس گوشت یا کھجور وغیرہ کچھ بھی کھانے کو نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اُس خاتون کی اجازت سے اس کی کمزور سی بکری کا دودھ دوہا۔ آپ کے دستِ کرم لگنے کی دیر تھی کہ بکری نے اتنا دودھ دیا کہ گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے۔ اُمِّ معبد آپ کی شانِ کریمی سے اتنا متاثر ہوئی کہ مسلمان ہو گئی۔

سراقہ بن مالک کا واقعہ

کفارِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ کی گرفتاری کے لیے ایک سو (100) اونٹ انعام میں مقرر کیے تھے۔ اس بڑے انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک نام کا ایک شخص آپ کو گرفتار کرنے کے لیے نکلا۔ وہ جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ وہ پیچھے ہٹا اور پھر سے آپ کو گرفتار کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔ اب اُس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ وہ آپ کی اُونچی اور بلند شان کو فوراً سمجھ گیا۔ اس کے دل پر اتنا خوف اور دہشت

دی کہ وہ ایک دِن سونے کے کنگن پہنے گا۔ اس موقعہ پر وہ مسلمان ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کی یہ خوشخبری اس وقت پوری ہوئی جب سیّدنا فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے۔ جو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُسے پہنائے۔

بریدہ اسلمی اور پرچمِ نبوی ﷺ

بریدہ اسلمی ایک قبیلے کا سردار تھا۔ وہ بھی سوانٹوں کے لالچ میں آ کر نبی کریم ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیے نکلا مگر وہ آپ کے حسن و جمال کو دیکھتے ہی مسلمان ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ کی ایک نظر کرم نے اُس کے دل کی دنیا بدل ڈالی۔ اس نے اپنا عمامہ یا رومال ایک جھنڈے کی طرح لٹکا لیا تاکہ مدینہ منورہ کے باشندوں کو دور ہی سے نبی اکرم ﷺ کی آمد کی اطلاع ہوجائے۔

مسجدِ قبا کی تعمیر

مدینہ منورہ کے باشندے بہت شوق محبت اور عقیدت کے ساتھ اپنے معزز و محترم مہمان انتظار کر رہے تھے۔ انتظار کی یہ کیفیت بہت شدید تھی۔ وہ روزانہ قبا کے مقام پر آ کر جمع ہوجاتے۔ قبا مدینہ شریف سے کچھ فاصلے پر ایک بستی ہے جو اب مدینہ منورہ شہر کا ہی حصہ ہے مدینہ کے لوگ ایک دن اپنی آنکھوں میں دیدار کی تمنا لیے قبا کے مقام پر منتظر کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے درخت پر چڑھ کر نبی کریم ﷺ کے نوری کارواں کی جھلک دور سے ہی دیکھ لی۔ اس نے بلند آواز سے سب کو بتایا۔ لوگ نعرۂ تکبر بلند کرکے حضور اکرم ﷺ کو خوش آمدید کہنے لگے۔ آپ اس علاقے کے سردار کلثوم بن ہدم انصاری کے مہمان بنے۔ قبا کے مقام پر ہی سب سے پہلی مسجد بنی جس کا سنگِ بنیاد آپ نے رکھا اور اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔

حضورِ اکرم ﷺ کا نورانی کاروان چند دِن قبا کے مقام پر قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوا۔ مدینہ شہر میں ایک جشن کا سماں تھا کیوں نہ ہوتا کہ آج ان کا پیارا اور محبوب نبی ان کے پاس تشریف لا رہا تھا۔ پردہ نشیں خواتین گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کا نظارہ کر رہی تھیں جب کہ بچیاں دف بجا کر یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا مادعی للہ داع

ہم پر وداع کی گھائیوں سے چاند طلوع ہو گیا۔ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کا شکر اب واجب ہو گیا ہے۔ اس وقت تک جب تک دُعا مانگنے والا دعا مانگتا رہے۔

جشن کے اس موقعہ پر بنو نجار کی بچیاں پیچھے نہ رہیں وہ بھی دف بجا کر گا رہی تھیں اور اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذاً محمد من چار

ترجمہ: ''ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد کتنے ہی پیارے ہمسائے ہیں۔''

مدینہ طیبہ کے ہر باشندے کی خواہش تھی کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے گھر میں ٹھہریں۔ مگر آپ نے فیصلہ اپنی اونٹنی پر چھوڑ دیا کہ وہ حکم الٰہی کے مطابق جہاں بیٹھ جائے گی۔ وہیں ہمارا قیام ہو گا۔ حضور پاک ﷺ کا پہلا میزبان بننے کی سعادت حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے حصے میں آئی۔

النبی ﷺ رکھ دیا گیا۔ بعد میں یہ نام المدینہ المنورہ یعنی نبی پاک ﷺ کے نور سے جگمگاتا شہر مشہور ہوا۔

ooo

مدنی دور کی ابتدا

مسجدِ نبوی کی تعمیر

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام پذیر ہوتے ہی نبی کریم ﷺ نے جو کام سب سے پہلے کیا وہ مسجدِ نبوی کی تعمیر تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں مسجد کی کتنی اہمیت ہے۔ قریب ہی دو یتیم لڑکوں سہیل اور سہل کی خالی جگہ موجود تھی۔ یہ جگہ حضور پاک ﷺ نے مسجد کے لیے پسند کر لی۔ اس کی قیمت ادا کی گئی۔ سب مہاجر و انصار صحابہ کرام نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ خود سرورِ کائنات ﷺ اس کارِ خیر میں برابر شامل ہوئے۔ آپ اس موقعہ پر موزوں کلام پڑھتے رہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔''

اصحابِ صفہ کے لیے چبوترہ

مسجد نبوی کے ایک کونے میں غریب اور بے سہارا صحابہ کرام کے لیے ایک چبوترہ بنایا گیا۔ جہاں وہ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوتے اور نبی کریم ﷺ کی زیارت اور آپ کے ارشاداتِ عالیہ سے فیض یاب ہوتے رہتے ان صحابہ میں حضرت ابوذر غفاری، صہیب رومی، سلمان فارسی، بلال حبشی اور ابوہریرہ جیسے جید صحابہ کرام شامل تھے۔ یہ اصحابِ صفہ بہت اعلیٰ شان و عظمت کے مالک ہیں۔ انھوں نے فقر، قناعت، تصوف اور روحانی طہارت کی لازوال روایات قائم کیں۔

صحابۂ کرام کو نماز کی ادائیگی کے لیے بلانے کی خاطر حضرت فاروقِ اعظمؓ کے مشورے پر اذان کی ابتدا ہوئی۔ سیّدنا بلال مسجدِ نبوی کے پہلے موذن مقرر ہوئے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق اور آپ کے خاص خدمت گار تھے۔

مواخات

پیارے نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنا مال و دولت اور گھر بار چھوڑ کر آنے والے مہاجرین کی مالی اور معاشی پریشانیوں کے حل کے لیے ایک عظیم کام کیا، جیسے مواخات کہتے ہیں جس کا مطلب ہے بھائی چارا۔ آپ نے ہر مہاجر صحابی کو مدینہ منورہ کے ایک انصاری صحابی کا بھائی بنا دیا۔ صحابۂ کرام میں باہمی تعلق کی ایسی خوبصورت مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ ہر انصاری اپنے مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے گیا اور اپنے کام کاج یا کاروبار میں برابر کا شریک بنا لیا۔ ایک انصاری صحابی سعد بن ربیعہ نے اپنے مہاجر بھائی کو یہاں تک پیش کش کر ڈالی کہ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جسے تم پسند کرو اُسے میں طلاق دے دیتا ہوں، تاکہ تم اس سے نکاح کر لو مگر انھوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور خود کام کرنا شروع کر دیا اور اتنے خوشحال ہوئے کہ پھر شادی بھی کر لی۔ مواخات کا یہ رشتہ اور تعلق سب مہاجرین کے لیے معاشرتی سکون اور معاشی خوشحالی کا سبب بن گیا۔

میثاقِ مدینہ

یہودیوں کے بہت سے قبائل کافی عرصہ سے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ مدینہ منورہ کے باشندوں پر اِن کا بہت اثر و رسوخ تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ امن و سلامتی اور باہمی رواداری سے رہنے کی خاطر ایک معاہدہ کیا، جسے میثاقِ مدینہ کہتے ہیں۔ اس معاہدے

جنگ میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔ آپس کے جھگڑے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں مسلمان وقتی طور پر یہودیوں کی سازشوں سے محفوظ ہو گئے۔

تحویلِ قبلہ

شروع میں حضور اکرم ﷺ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس لیے بیت المقدس کو قبلہ اوّل کہا جاتا ہے۔ دلی طور پر نبی کریم ﷺ کی رغبت اور چاہت خانہ کعبہ کی جانب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے 2 ھ میں اپنے پیارے رسول ﷺ کی اِس خواہش کو پورا کر دیا۔ آپ بنی سلمہ قبیلے کے ایک گھر میں ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ربّ کا حکم آیا کہ اپنا رخ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف موڑ لو۔ آپ نے اُسی نماز میں اپنا رخ مکہ مکرمہ کی جانب پھیر لیا۔ اس جگہ تعمیر کی گئی مسجد کو مسجد قبلتین (یعنی دو قبلوں والی مسجد) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم دینے کا انداز کتنا پیارا ہے۔ ”ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ آسمانوں کی طرف کرنا تو ہم ضرور تمھیں پھیر دیں گے اُس قبلے کی جانب جس میں تمہاری خوشی ہے۔ تو آپ ابھی پھیر لیجیۓ اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی جانب۔“

○○○

غزوۂ بدر

غزوۂ بدر حق و باطل کے مابین برپا ہونے والا پہلا بڑا معرکہ ہے جس میں لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور مکہ کے کافروں کو عبرت ناک شکست ملی یہ غزوۂ 2 ھ میں مدینہ منورہ سے 160 کلومیٹر دور بدر کے مقام پر لڑا گیا۔ اس لڑائی کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ کفار مکہ اس بات پر پیچ وتاب کھا رہے تھے کہ مسلمان ان کے ظلم وستم سے بچ کر بھاگ نکلے ہیں اور مدینہ منورہ میں امن وسکون کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ٹھہری کہ حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ایک چھاپہ مار دستے کے ہاتھوں کفار کا ایک بندہ عمرو بن الحضرمی مارا گیا تھا جس کی وجہ سے مکہ کے لوگوں میں بہت غصہ تھا۔

فوری وجہ یہ بنی کہ ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی قافلہ مال و دولت اور تجارتی سامان سے لدا ہوا ملک شام سے واپس مکہ شریف آ رہا تھا۔ یہ قافلہ مدینہ منورہ کے قریب سے ہو کر گزرنے والا تھا۔ اس قافلے میں کفارِ مکہ کی ایک بہت بڑی رقم لگی ہوئی تھی۔ ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اچھا نفع کما کر جنگ کی تیاری کی جائے تا کہ مسلمانوں کا نام ونشاں تک مٹا دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے دشمنانِ اسلام کی معیشت کو تباہ کرنے اور ان کو جنگ سے باز رکھنے کی خاطر اس قافلے کو راستے میں ہی روکنے کا پروگرام بنایا۔ ابوسفیان کو اس بات کی خبر ہو گئی۔ اس نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا۔ ساتھ ہی اس نے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے کفارِ مکہ تک یہ اطلاع پہنچا دی کہ مسلمان تمہاری مال و دولت کو لوٹ کر تمہاری

بچ گیا۔ سب لوگ غصے اور جوش سے متحد ہو کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا پروگرام بنانے لگے۔ انھوں نے ایک ہزار جنگجو جوانوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا۔ جس کی قیادت عتبہ بن ربیعہ کو سونپی گئی۔ اس لشکر میں کافروں کے سب بڑے بڑے سردار شامل تھے۔

نبی کریم ﷺ کی قیادت میں یہ مختصر قافلہ جب ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو روکنے کے لئے چلا اور مقامِ دفران تک پہنچا تو وہاں اطلاع پہنچی کہ کفارِ مکہ کا لشکرِ جرار اپنے تئیں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے چل پڑا ہے مسلمانوں کے قافلے میں صرف 313 مجاہد شامل تھے۔ ان مجاہدوں کے پاس نہ تو ضروری ہتھیار اور اسلحہ تھا اور نہ ہی سواریوں کا مناسب بندوبست تھا مگر ان کے دِل جذبۂ ایمانی سے روشن تھے۔ بے سروسامانی کے عالم میں صرف اللہ پاک کے سہارے یہ لشکر بدر کے میدان کی جانب روانہ ہوا تاکہ کفارِ مکہ کی یلغار کا مقابلہ مدینہ شہر سے دور ایک کھلے میدان میں کیا جائے۔ اس موقعہ پر مہاجر صحابہ کا جذبۂ جہاد دیکھنے کے قابل تھا مگر انصار مدینہ بھی پیچھے نہیں رہے۔ حضرت سعد بن عبادہ نے انصارؓ کی نمائندگی کرتے ہوئے بڑی پُر جوش اور ایمان افروز تقریر کی، انھوں نے کہا:

> ''اللہ کی قسم! ہم وہ جاں نثار ہیں کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو سمندر میں کود جائیں۔''

ایک اور صحابی حضرت مقداد بن اسودؓ نے کہا:

> ''اے اللہ کے رسول! ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا اللہ تعالیٰ دشمنوں سے لڑائی کرے۔ بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے غرض ہر جانب سے لڑیں گے۔''

دونوں لشکروں کا آمنا سامنا بدر کے میدان میں ہوا حضور پاک ﷺ نے بلند اور ریتلی جگہ کا انتخاب کیا۔ جب کہ کافروں نے نیچی جگہ پر خیمے گاڑ دیئے۔ قدرت خدا کی کہ اُس رات اتنی بارش ہوئی کہ مسلمانوں کی زمین تو جم گئی مگر کافروں کی فوج کیچڑ اور دلدل میں پھنس کر رہ گئی۔

17 رمضان المبارک کی شب جب اندھیرے کی سیاہ چادر نے بدر کے میدان کو ڈھانپ لیا اور دونوں لشکر نیند کے مزے لینے لگے تو اللہ کے پیارے نبی ﷺ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور لشکر اسلام کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

''اے اللہ، تو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا فرما۔''

پھر آپ سجدے میں جا کر رو رو کر یہ دُعا مانگتے رہے۔

''اے اللہ! اگر آج یہ تھوڑے سے مسلمان ہلاک ہو گئے تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔''

اس موقعہ پر سیّدنا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اب بس کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ ضرور پورا کرے گا اور آپ کو فتح و نصرت عطا کرے گا۔''

حضور اکرم ﷺ دنیا کے عظیم ترین جرنیل، جنگی حکمتِ عملی کے ماہر اور بے مثال سپہ سالار تھے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے اپنی مختصر سی فوج کو ترتیب دینا شروع کیا اور باضابطہ طریقے سے ان کی صف آرائی کی۔ صحابۂ کرام کا جذبۂ عشقِ رسول بھی دیکھنے کے قبل تھا۔ صف سیدھی کرتے ہوئے اک صحابی حضرت سواد انصاری کے پیٹ پر حضور انور کی چھڑی

کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔'' سارے صحابہ کرام حیران تھے کہ آخر اس شخص کو کیا ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ آؤ اور میرے پیٹ پر چھڑی مارو۔ حضرت سوادؓ نے آگے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کے پیٹ مبارک کو چوم لیا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ، میدانِ جنگ ہے، موت سامنے نظر آ رہی ہے، میں نے اپنے جسم کو آپ کے جسم سے اس لیے مس کیا ہے کے آپ بابرکت اور نورانی جسم سے مس ہونے والی چیز کبھی جہنم میں نہیں جاسکتی۔'' حضور نے ان کے جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کی قدر افزائی کی اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔

پہلے دِن بدر کے میدان میں پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے مختلف مقامات پر نشانات لگائے تھے اور صحابۂ کرام سے یہ کہا تھا کہ فلاں سردار اس مقام پر قتل ہوگا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ اگلے دِن کفار سردار انہی مقامات پر جہنم واصل ہوئے جہاں جہاں حضور نے نشانات لگائے تھے۔

جنگ کا نقارہ بجا تو کافروں کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹے ولید بن عتبہ کے ہمراہ بڑے ہی تکبر اور غرور سے نکلا۔ اُن کے مقابلے پر مسلمانوں کی جانب سے سیّدنا حمزہ، سیّدنا علی اور سیّدنا عبیدہؓ میدان میں آئے۔ حضرت حمزہ نے عتبہ کو اور حضرت علی نے شیبہ کو قتل کر دیا۔ جب کہ حضرت عبیدہ ولید کے وار سے زخمی ہو گئے۔ حضرت علی نے آگے بڑھ کر ولید کو بھی جہنم واصل کر دیا۔

کفار کا ایک اور سردار ابوجہل بھی اس جنگ میں جہنم رسید ہوا جس نے حضورِ اکرم ﷺ کو بہت دکھ پہنچائے تھے۔ دو انصاری نوجوانوں معوز اور معاذ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے دریافت کیا کہ ابوجہل کدھر ہے۔ انھوں نے اشارے سے بتلایا۔ دونوں جوان ایک

بن مسعودؓ نے اس کا سر قلم کر کے سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اِسی دوران ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے وار کر کے حضرت معاذ کا بازو شدید زخمی کر دیا۔ بازو دھڑ کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ حضرت معاذ نے اُسے پاؤں کے نیچے دبا کر الگ کر ڈالا تاکہ جنگ کے دوران رکاوٹ نہ بنے۔ کافروں کا ایک اور سردار امیہ بن خلف جو حضرت بلالؓ کا مالک ہوتا تھا، بھی اُن کی ضرب سے جہنم واصل ہوا۔

کفار کے سپہ سالار اور دوسرے بڑے سرداروں کے قتل ہو جانے سے ان کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ اپنے ہتھیار بھی وہیں چھوڑ گئے۔ یوں ان کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس جنگ میں کفار کے ستر 70 بندے کام آئے جن میں اُن کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے جب کہ ستر افراد کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ مسلمانوں کی جانب سے چودہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا جن میں سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ ان شہداء کو میدانِ بدر میں ہی دفن کیا گیا جب کہ کفار کی نعشوں کو ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا۔

حضورِ انور حضرت محمد ﷺ جنگ میں کامیاب و کامران ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو اہلِ مدینہ نے بہت جوش و جذبہ اور مسرت و انبساط کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اکثر کو فدیہ کی رقم لے کر چھوڑ دیا گیا۔ جب کہ پڑھے لکھے قیدیوں کو ناخواندہ صحابہ کرام کو تعلیم دینے کے عوض رہائی کا پروانہ دیا گیا۔ اس طرح آپ نے انسانی تاریخ میں رواداری، رحم دلی، برداشت اور حسنِ سلوک کی لازوال مثال قائم کر دی ورنہ اس سے پہلے جنگی قیدیوں کو یا تو غلام بنا لیا جاتا تھا یا پھر ان کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑا گیا تو آپ کے چچا حضرت

”میرے پاس تو اتنی رقم نہیں۔“

دِلوں کے بھید جاننے والے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”چچا جان! وہ رقم تو ہے نا جو آپ آتے ہوئے اپنی بیوی امّ الفضل کے حوالے کر کے آئے تھے۔“

وہ یہ بات سن کر بڑے حیران ہوئے کہ اس بات کا علم یا تو مجھے ہے یا پھر میری بیوی کو۔ آپ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضرت عباس بعد میں مسلمان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا اور کفار کو عبرت ناک شکست دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو یوم الفرقان قرار دیا ہے یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر ہونے کا دِن۔

OOO

غزوۂ احد

فوجی شکست اور بہت بڑے مالی نقصان کے ساتھ ساتھ غزوۂ بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے جن میں کئی سردار بھی شامل تھے۔ پورے مکہ شہر میں کہرام مچ گیا۔ ہر گھر ماتم کدہ بن گیا، سب کفار کی زبانوں پر ایک ہی نعرہ تھا انتقام۔ مکہ میں ایسی فضا بن گئی کہ ہر فرد اس طرح سے تیاری کرنے لگا کہ اب تو مسلمانوں کا مکمل صفایا کر کے رہیں گے۔ ان سب کے دِلوں میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ نامور شاعر جگہ جگہ پھر کر اپنے اشعار کے ذریعے لوگوں کے اندر جنگ کا جذبہ پیدا کرنے لگے۔ عورتیں اپنے گھروں اور خاندانوں میں طعنے مار کر اپنے مردوں کے اندر سوئی ہوئی غیرت جگانے لگیں۔ مال دار لوگوں نے اپنے حصے کا سارا منافع ابوسفیان کے پاس جنگی فنڈ میں جمع کرانا شروع کر دیا۔ الغرض کفارِ مکہ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا جس میں تین ہزار گھوڑ سوار اور تین ہزار اونٹ سوار شامل تھے۔ جو مکمل طور پر مسلح تھے۔ یہ لشکر مکہ سے چلا اور شوال کے مہینے میں مدینہ منورہ کے قریب جبل احد کے پاس آ پہنچا۔ اس لشکر کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا جو بہت تجربہ کار سپہ سالار تھا۔

کافروں کے اس بڑے لشکر کے آ پہنچنے کی اطلاع نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے چھ شوال کو جمعتہ المبارک کی صبح اپنے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ بزرگ صحابہ کا مشورہ یہ تھا کہ مدینہ شریف کے اندر رہ کر کافروں کا تعاقب کیا جائے جب کہ جوان اور پُرجوش صحابۂ کرام کھلے میدان میں کفار کو شکست دینے کے لیے بے تاب تھے۔ فیصلہ حضور اکرم ﷺ پر چھوڑ

بعد آپ گھر تشریف لے گئے اور زرہ بند ہو کر باہر تشریف لائے۔ اب سب صحابہ کی رائے یہ تھی کہ قلعہ بند ہو کر کفار کا مقابلہ کیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ نبی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ہتھیار سجا کر اُتار دے۔ آپ کی قیادت میں ایک ہزار جوانوں پر مشتمل یہ لشکر جبل احد کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس چلا گیا مگر اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ اپنے جانثار ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔

اُحد کے مقام پر آپ نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ دائیں بائیں پہاڑ تھا جو ایک طرح سے دفاعی قلعے کا کام دے رہا تھا۔ دوسری جانب ایک پہاڑی تھی جہاں آپ نے اپنے پچاس تیر انداز صحابہ کو حضرت عبداللہ بن جبیر کی سربراہی میں اسلامی لشکر کی حفاظت کے لیے تعینات کر دیا۔ ان کو سختی سے یہ ہدایت کی گئی کہ حالات جیسے بھی ہوں وہ کسی صورت میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں تاکہ دشمن کو پیچھے سے حملہ کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔

جنگ شروع ہوئی تو کفار کا پرچم بردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں تکبر اور رعونت سے چلتا ہوا آیا۔ اُسے حضرت علیؓ نے جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ کو حضرت حمزہؓ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمان مجاہدین آگے بڑھ کر کافروں کو قتل کر رہے تھے۔ اک صحابی ابو دجانہ نے حضور اکرم ﷺ کی تلوار کے ساتھ بیس کے قریب کفار کو قتل کیا۔ مسلمان مجاہدین بہت بہادری اور شجاعت سے لڑ رہے تھے اسی دوران ایک غلام نے جس کا نام وحشی تھا، بے خبری میں وار کر کے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت حنظلہؓ بہادری سے لڑتے ہوئے کافروں کے سپہ سالار ابوسفیان کے پاس پہنچ گئے اور اُسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ پیچھے سے ایک کافر نے وار کر کے اُن کو شہید کر دیا ان کو غسیلِ ملائکہ

گئی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ بس ابھی وہ پیچھے ہٹنے والے ہیں۔ مورخین کہتے ہیں کہ یہ ابوسفیان کی چال تھی، مسلمان دھوکہ کھا گئے۔ مسلمان اپنے ہتھیار ایک طرف رکھ کر کفار کا مال لوٹنے لگے اور فتح سمجھ کر اپنے آقا ﷺ کے حکم عدولی کر بیٹھے۔ یہاں تک کہ پیچھے والے درّے پر پہرا دینے والے مجاہد بھی اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت لوٹنے کے چکر میں پڑ گئے۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کفار کے ایک کمانڈر خالد بن ولید نے پہاڑ کے اوپر سے تین میل کا چکر کاٹ کر اُسی درّے سے حملہ کر دیا۔ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے دستے کے ساتھ ان کی مدد کو آن پہنچا۔ کفار کی پیچھے ہٹتی فوج ایک بار پھر پلٹ کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور ایسی بدنظمی پیدا ہوئی کہ پورا لشکر بکھر گیا۔ کفار کو موقعہ مل گیا اور وہ اس کوشش میں لگ گئے کہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ اسلامی فوج کے پرچم بردار حضرت مصعب بن عمیرؓ کا ایک بازو ابن قیمیہ نامی کافر نے کاٹ ڈالا۔ آپ نے جھنڈا دوسرے بازو میں پکڑا اس نے وہ بھی کاٹ ڈالا۔ آپ نے پھر بھی دونوں بانہوں کے ساتھ جھنڈا سینے سے لگائے رکھا مگر اُس کافر نے نیزے کا وار کر کے حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا۔ ان کی شکل سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملتی تھی۔ ان کے شہید ہوتے ہی کفار نے یہ سمجھا کہ معاذ اللہ حضور اکرم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ افواہ پورے میدانِ جنگ میں پھیل گئی۔ مسلمان بددل اور مایوس ہو گئے۔ اس مشکل وقت میں صرف بارہ افراد حضور پاک ﷺ کے ارد گرد رہ گئے۔

حضرت کعب بن مالکؓ نے آپ کو پہچان کر بہت خوشی اور جوش کے ساتھ مسلمانوں کو آواز دی کہ اِدھر آؤ اللہ کے رسول اس طرف ہیں۔ خوشی، مسرت اور جوش سے لبریز یہ آواز سن کر مسلمانوں کے جسم میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی اور وہ پلٹ کر پھر سے کافروں کا مردانہ

اور سب نے مل کر اُدھر یلغار کر دی۔ ایک کافر ابن قمیہ نے اچانک وار کر دیا جس سے آپ کے خود کی دو کڑیاں آپ کے رُخِ انور میں دھنس گئیں۔ ایک اور کافر نے پتھر مارا جس سے آپ کے سامنے دو دانت مبارک شہید ہو گئے ایک کافر ابی بن خلف آپ ﷺ پر حملہ آور ہوا پر آپ نے اپنا نیزا اس طرح سے مارا کہ وہ اسی زخم سے مرا۔

جب کفار کے مسلسل حملوں کا مرکز حضور نبی پاک ﷺ کی ذات بن گئی تو بارہ صحابہ کرام نے آپ کے ارد گرد ایک گھیرا بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہؓ آپ پر جھک گئے اور کفار کی تلواروں کے وار ڈھال بن کر روکتے رہے۔ حضرت طلحہؓ اپنے ہاتھوں سے تلواروں کے حملے روک رہے تھے۔ جس سے اُن کے جسم پر چالیس زخم آئے۔ حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ اپنا چہرہ حضور اکرم ﷺ کے رُخِ انور کے آگے کیے ہوئے تھے۔ ایک تیر ان کی آنکھ میں آ کر لگا جس سے آنکھ باہر نکل آئی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ آنکھ دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دی، جس سے وہ فوراً صحیح ہو گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بہت ماہر تیر انداز تھے، وہ آپ کو بچانے کے لیے کافروں پر تیروں سے حملے کرتے رہے خود آپ بھی تیر اُٹھا اُٹھا کر اُن کو پکڑاتے جاتے۔ الغرض سب جان نثار صحابی اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور پاک ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ آخر کار کفار کا زور ٹوٹ گیا اور ابو سفیان لشکر کفار کو لے کر واپس ہو گیا۔

اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے مگر کفار کی فوج اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ان کا اصل مقصد نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کرنا مسلمانوں کا قتل عام کرنا اور اسلام کے مرکز مدینہ طیبہ کی بستی کو تباہ و برباد کرنا تھا تاکہ جنگ بدر کا بدلہ لے سکیں مگر وہ ان مقاصد میں سے کسی ایک میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ نبی پاک ﷺ نے مدینہ طیبہ کے

ہمت نہ ہوئی۔

اس غزوہ کا ذکر سورۂ آل عمران میں بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنگ سے واپس آنے والے منافقین کی مذمت کی ہے کہ یہ کب تک موت سے چھپ کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں گے۔ ان آیات میں شہداء کے فضائل، ان کی ہمیشہ کی زندگی، اور ان کو رزق دیئے جانے کا بیان ہے، پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے والوں اور کفار کا بے جگری سے مقابلہ کرنے والوں کے لیے بہت بڑے اجر اور انعام کا وعدہ ہے۔ ساتھ ہی کفار اور منافقین کے لیے بہت دردناک عذاب کی وعید شامل ہے۔

○○○

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل

کعب بن اشرف نام کا ایک یہودی بہت مال دار اور امیر آدمی تھا۔ وہ اپنے دین کی تبلیغ کی خاطر بہت مال و دولت خرچ کرتا تھا۔ اُس خبیث شخص کے دِل میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کے لیے بہت عداوت اور کمینہ پن موجود تھا۔ جنگِ بدر کی شکست کے بعد کفارِ مکہ سے اظہارِ ہمدردی کی خاطر وہ مکہ گیا اور ایک بہت ہی دردناک اور غمگین مرثیہ لکھا۔ بعد میں اُس کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا کہ وہ نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہنے لگا۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت ابونائلہ، عباد بن بشر، حضرت حارث، حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر اُس بدبخت کا فر کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنایا۔ وہ رات کو اس کے قلعے میں گئے اور اسے قتل کر دیا اور اس کا سر لا کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مشن میں تلوار کی نوک لگنے سے حضرت حارث بن اوس زخمی ہو گئے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنا لعاب دہن زخم پر لگایا تو ان کو اُسی وقت شفا مل گئی۔ پس دین کی بنیاد صرف عشقِ مصطفیٰ اور احترام مصطفیٰ ﷺ ہے اور گستاخِ رسول کی سزا اس کا سر تن سے جدا کرنا ہے۔

جنگِ خندق

5 ھ میں خطہ عرب کے تمام مشرک اور یہودی قبائل نے ابوسفیان کی قیادت میں متحد ہوکر مدینہ طیبہ پر حملہ کیا۔اس جنگ کوغزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں کیونکہ سب دشمنان اسلام ایک پرچم تلے یکجا ہوکر حملہ آور ہوئے تھے۔اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ خیبر کے وہ یہودی جن کو ان کی ریشہ دوانیوں کی بدولت مدینہ منورہ سے نکالا گیا تھا،مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے جب کہ کفارِ مکہ پہلے ہی سے بدر اور اُحد کے غزوات میں اپنی شکست سے زخم خوردہ تھے اور انتقام کی آتش میں جل رہے تھے۔ یہودیوں اور کفارِ مکہ کا مشترکہ لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا جس کی تعداد دس ہزار تھی۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینہ منورہ کے کھلے حصے کی جانب پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودنے کا حکم دیا تقریباً تین ہزار صحابۂ کرام نے بیس دنوں کی سخت محنت اور مشقت کے بعد پتھریلی زمین میں خندق کھودی۔ نبی پاک ﷺ بھی بھوک اور پیاس کی کیفیت میں اپنے صحابہ کے سنگ خندق کھودنے میں شریک رہے۔ایک چٹان اتنی سخت تھی کہ کئی صحابہ سے بھی نہ ٹوٹ سکی مگر نبی کریم ﷺ نے اُسے ایک ہی وار سے پاش پاش کردیا۔اس میں سے ایسی روشنی نکلی کہ صحابہ کرام نے شام، ایران اور یمن کے محل دیکھ لیے، جن کے فتح ہونے کی خوشخبری آپ نے اُس وقت صحابۂ کرام کو دی۔

طیبہ کی بستی گرد و غبار سے بھر گئی۔ منافقین نے موت سے ڈرتے ہوئے واپس مدینہ طیبہ کی آبادی کی طرف گھسنا شروع کر دیا مگر مہاجرین وانصار صحابہ کرامؓ ہمت، شجاعت اور جرأت کے پہاڑ بن کر دشمن کے آگے کھڑے ہو گئے کسی قسم کا خوف یا ڈر نہ تو اُن کو ڈرا سکا اور ان کے حوصلوں کو پست کر سکا۔

کفار کے لشکر نے ایک ماہ تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ ایک دِن چند کافر ایک تنگ سی جگہ سے کھائی کو پھلانگ کر آ گئے اور مسلمانوں کو للکارنے لگے۔ ان کو اپنی گھڑ سواری، تیر اندازی، تلوار بازی اور جنگی مہارت پر بڑا ناز تھا۔ ان میں سے ایک کافر عمرو بن عبدو ایک مانا ہوا جنگجو تھا۔ اُس نے جب للکارا تو حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر اس کا سر قلم کر دیا۔ ایک سردار نوفل آگے بڑھا تو حضرت زبیر بن عوامؓ نے اُس پر ایسی کاری ضرب لگایا کہ وہ موت کی وادی میں جا پہنچا۔ سارا دِن دونوں جانب سے تیروں اور پتھروں کی بارش ہوتی رہی۔

اس جنگ میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ ایک تیر لگنے سے شدید زخمی ہوئے۔ اس حالت میں وہ شہادت کی دُعا کرتے رہے۔ ان کی دُعا قبول ہوئی اور وہ مسکراتے مکھڑے کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن معاذ کی شہادت سے عرش مل گیا ہے اور ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے حصہ لیا ہے۔

کچھ یہودی موقع پا کر چپکے سے عورتوں کے قلعہ کی جانب سے حملہ آور ہوئے۔ ایک یہودی قلعہ کے دروازے تک آ پہنچا۔ حضور پاک ﷺ کی پھوپھی جان حضرت صفیہؓ نے لکڑی مار کر اُسے ختم کر دیا اور سر کاٹ کر نیچے دوسرے یہودیوں کی جانب پھینک دیا۔ جسے

جب محاصرہ کئے ہوئے ایک ماہ بیت گیا تو کفار کے لشکر کے پاس خوراک کا ذخیرہ ختم ہوگیا۔اوپر سے سردی کا موسم آ گیا۔ابوسفیان تک یہ اطلاع بھی پہنچی کہ یہودی اس کا ساتھ چھوڑ کر جانے والے ہیں وہ بہت مایوس ہوا اور واپسی کا سوچنے لگا۔اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت بھی آ پہنچی۔مشرق کی جانب سے ایسی سرخ آندھی اور طوفان آیا کہ کافروں کے خیمے اکھڑ گئے، برتن چولہوں سے اڑ کر دور جا پڑے۔گھوڑے اور اونٹ بدحواس ہوکر بھاگ پڑے۔کفار پر اتنی دہشت طاری ہوگئی کہ انھوں نے فوراً واپسی کا پروگرام بنایا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کی اُس نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آ پڑیں، تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تمھیں نظر نہیں آ تیں تھی اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''

بیعتِ رضوان

ذی قعدہ 6ھ کی یکم تاریخ کو نبی کریم ﷺ اپنے چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ احرام باندھ کر عمرہ کی نیت کے ساتھ غیر مسلح حالت میں مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کا یہ سفر بہت راز داری سے طے ہوا۔ کفار مکہ کو آپ کی آمد کی اطلاع اس وقت پہنچی جب آپ مکہ کے نزدیک حدیبیہ کے مقام پر آ گئے کفار مکہ کے اندر کھلبلی مچ گئی۔ اگرچہ وہ آپ کے صحابہ کرام کی اتنی بڑی تعداد کو دیکھ کر پریشان ہو گئے، مگر انھوں نے یہ طے کر لیا کہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو شہر مکہ کے اندر داخل نہ ہونے دیا جائے گا۔

خود نبی کریم ﷺ بھی جنگ سے بچنا چاہتے تھے کیونکہ ایک تو مہینہ ذی قعدہ کا تھا جس میں جنگ کرنا حرام ہے۔ دوسرے سب لوگ احرام کی حالت میں تھے۔ اس لیے آپ نے کفار کے ساتھ بات چیت کی راہ اپنانے کا فیصلہ کیا تا کہ عمرہ کرنے کی صورت بن سکے۔ آپ نے اس مقصد کے لیے حضرت عثمانِ غنیؓ کو مکہ معظّمہ بھیجا۔ ابھی حضرت عثمان مکہ میں موجود تھے کہ ان کو شہید کیے جانے کی افواہ پھیل گئی۔ غم اور غصے سے صحابہ کرام میں اشتعال پھیل گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے سب صحابۂ کرام سے باری باری بیعت لی۔ جس میں یہ عہد کیا گیا کہ کفار کے ساتھ آخری سانس تک جہاد کیا جائے گا۔ صحابہ کرام باری باری اپنا ہاتھ نبی پاک ﷺ کے دستِ اقدس میں دیتے۔ حضرت عثمانؓ کی جانب سے خود حضور اکرم ﷺ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں دے کر بیعت کی۔ حدیبیہ کے مقام پر کی گئی اس بیعت کو "بیعتِ رضوان"

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج (الفتح 10)

اوہ جوتمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ لا فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۞ (الفتح 18)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو اُن پر اطمینان اتارا اور جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

بیعتِ رضوان کے بعد یہ خبر ملی کہ حضرتِ عثمان مکہ کے اندر بخیریت ہیں۔

صلح حدیبیہ

نبی کریم ﷺ کا اپنے صحابۂ کرام کی بھاری جمعیت کے ساتھ یوں اچانک آ جانے سے کفارِ مکہ بہت پریشان ہوئے اوران کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ بدر اور اُحد میں ذلت آمیز شکست اورغزوۂ خندق میں ناکامی سے پہلے ہی دل برداشتہ تھے۔ اس لیے وہ اپنے ہی شہر میں ایک اور جنگ سے بچنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے ایک سردار سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ خود آپ بھی جنگ کی بجائے امن کے خواہاں تھے بات چیت کے بعد کفار مکہ کے ساتھ ایک باقاعدہ معاہدہ طے پایا۔ جسے ''صلح حدیبیہ'' کہا جاتا ہے۔

''معاہدہ حدیبیہ'' کی تحریر حضرت علیؓ نے لکھی۔ اس میں خاص خاص باتیں اس طرح ہیں:

- دونوں فریقوں میں دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔
- جو صحابی حج یا عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں آئے گا اُسے پورا تحفظ فراہم کیا جائے گا۔
- کفارِ مکہ کے تجارتی قافلے جب وادی مدینہ کے قریب سے گزریں گے تو ان کو مکمل امن وامان ملے گا۔
- قریش کا جو آدمی بھی مکے سے مدینے آئے گا، اُسے واپس کر دیا جائے گا۔
- مدینہ منورہ سے آنے والے فرد کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

بظاہر اس طرح محسوس ہوتا تھا کہ یہ معاہدہ مسلمانوں کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے اور کفار کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہ معاہدہ مسلمانوں کی فتح اور کامیابی کی جانب پہلا قدم تھا۔

- اس معاہدے نے فتح مکہ کی راہ ہموار کی۔
- صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کے باشندوں اور مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کے باہمی تعلقات ایک بار پھر بحال ہوئے۔
- کفارِ مکہ کو مدینہ منورہ کی ریاست اور معاشرے کی صفات کا پتہ چلا اور وہ ایک باضابطہ اور باقاعدہ نظام حکومت سے آگاہ ہوئے۔
- وہ اطاعتِ امیر، باہمی اخوت، احترامِ انسانیت، اخلاقِ حسنہ اور سب کے لیے محبت اور شفقت جیسی خوبیوں سے شناسا ہوئے۔
- حضرت خالد بن ولید انہی خوبیوں کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔
- اس معاہدے کی رو سے کفارِ مکہ نے باقاعدہ طور پر مدینہ منورہ کی ریاست کو تسلیم کر لیا۔
- مسلمانوں کو کفار کی شرارتوں اور سازشوں سے نجات ملی اور ان کے لیے عرب کے دوسرے قبائل اور قوموں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا کام آسان ہو گیا۔ جس سے اسلام کی روشنی بہت جلد خطہ عرب کے کونے کونے تک پہنچ گئی۔
- اس صلح کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ عرب کے یہودیوں اور دوسرے کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کو شکست سے دوچار کرنا اب آسان ہو گیا۔
- صلح حدیبیہ کے بعد اہل مکہ کو مدینہ منورہ جا کر نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پیاری پیاری عاداتِ کریمہ کو دیکھنے اور سمجھنے اور قرآنِ مجید کی تعلیمات سے آگاہی کا موقعہ

رسول ﷺ کا نور فروزاں ہوا اور وہ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا ہے۔

"انّا فتحنا لک فتحاً مبیناً" (سورہ الفتح)

ترجمہ: "اے حبیب! ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی۔"

حضرت عمرؓ اس معاہدے کی حقیقت وقتی طور پر نہ جان سکے اور اس کے رموز تک رسائی نہ پا سکے۔ انھوں نے غصے اور ناراضگی کی کیفیت سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

"یا رسول اللہ! کیا ہم کمزور ہیں یا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اس معاہدے کی بدولت ہم شکست خوردہ ہو گئے اور طوافِ کعبہ بھی نہ کر سکے۔"

نبی اکرم ﷺ نے ان کو تسلی دی اور کہا:

"ہم بہت جلد طواف کریں گے اور یہ فتح مبین ہے۔"

بعد میں حضرت عمر، حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے تو انھوں نے بھی جواب میں یہی کہا کہ:

"وہ تو اللہ کے رسول ہیں وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں۔ یقیناً وہ حق پر ہیں۔ اس لیے تم ان کی رکاب پکڑے رکھو۔"

حضرت عمرؓ کو ساری عمر جذبات کی رو میں بہہ کر کہی گئی ان باتوں کا افسوس اور پچھتاوا رہا اور وہ ہمیشہ توبہ استغفار کرتے رہے۔ کفارے کے طور پر انھوں نے نمازیں ادا کیں، نوافل پڑھے، روزے رکھے اور غلام آزاد کیے۔

فتح مکہ

رمضان المبارک 8ھ وہ مبارک اور مسعود مہینہ ہے جب نبی کریم سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ میں ایک بہت بڑے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اور عجز وانکساری کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت میں داخل ہوئے۔ مکہ کے وہ کفار جنھوں نے آپ پر بے حد ظلم کیے تھے، آپ پر پتھروں کا مینہ برساتے تھے، آپ کی راہوں میں کانٹے بچھاتے تھے، آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکا کرتے تھے، آپ کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کر کے سارے خاندان کو بے بسی اور بھوک کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج مجرموں کی طرح پچھتاوے اور بے چارگی کے احساس سے سر جھکائے مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں کھڑے تھے اور اپنے انجام کے بارے میں فکر مند تھے۔

فتح مکہ کی وجہ ایک یہ تھی کہ کفار مکہ نے اپنا عہد توڑ دیا اور صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے ایک ساتھی قبیلے بنی بکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے دوست قبیلے بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ ان پر بہت ظلم کیا اور ان کا قتل عام کیا۔ نتیجے میں صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے کفارِ مکہ کو ان کی وعدہ خلافی کی سزا دینے کے لیے بہت تیزی کے ساتھ مکہ مکرمہ کی جانب پیش قدمی کی۔ آپ کی قیادت میں دس ہزار صحابہ پر مشتمل ایک لشکر جرار بھی ہمراہ تھا۔

یہ لشکر مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر ''مرالظہران'' کے مقام پر ٹھہر گیا۔ اس عظیم لشکر کے

ہی آگ نظر آ رہی تھی۔ کفار کے جاسوسوں نے جب رات کو یہ سماں دیکھا تو ان کے دِل خوف، دہشت اور ہیبت سے دہل گئے۔ انھوں نے اندازہ لگایا کہ اتنا بڑا لشکر یقیناً مکہ شہر اور اس کے باشندوں کو نیست و نابود کرنے ہی آیا ہے۔ اپنی آنکھوں سے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے کفارِ مکہ کے سردار ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بھی میدان کی طرف نکلے۔ ان کے قلوب میں اسلام کی ہیبت بیٹھی اور ایک انقلاب ان کے اندر بپا ہوا۔ چنانچہ وہ اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے۔ جب کفارِ مکہ نے مصطفائی لشکر کے جاہ و جلال اور شان و شوکت کا حال سنا تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے اس لشکر جرار کے سامنے رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے حکم جاری فرمایا کہ جو بندہ ہتھیار پھینک دے، یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، یا کعبہ میں داخل ہو جائے یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے، اُسے امان ملے گی اور تحفظ دیا جائے گا۔ ہمارے پیارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کالے رنگ کا عمامہ سر پر سجائے اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ کی معیت میں پُر جوش اور ہتھیار بند چاک و چوبند لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بڑی ہی شان و عظمت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ سر کو عاجزی اور انکساری سے جھکا کر سورہ فتح کی آیات تلاوت کر رہے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضوان اللہ علیہم کو ہمراہ لے کر کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ پھر آپ نے کعبہ میں رکھے ہوئے 360 بتوں کو ایک ایک کر کے توڑا اور قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے رہے۔

"جاء الحق و ذھق الباطل، ان الباطل کان ذھوقا"

پھر آپ کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور چاروں طرف تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

خطابِ عام

حرم کعبہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلامی کی موجودگی میں اہل مکہ سے خطاب فرمایا اس خطبہ میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد دورِ جاہلیت کی رسوم ورواج کو ختم کرنے اور پرانے وقت کے قتل کے بدلے ملنے والے قصاص کو معاف کرنے کا حکم دیا پھر آپ نے یہ فرمایا کہ عزت وتکریم کی وجہ نسب یا نسل سے تعلق کی وجہ سے نہیں بلکہ عزت و بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

عام معافی

حضور رحمتہ للعالمین ﷺ نے کفار کے بہت بڑے مجمع پر نظر ڈالی۔ یہ لوگ وہ تھے جنھوں نے اتنے ظلم کئے تھے کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو بے بسی کے ساتھ اپنا دیس، گھر بار، مال ومتاع اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی تھی۔ آج مکہ کے کفار خوف اور ہیبت سے تھر تھر کانپتے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ آج ان سے ایسا بدلہ لیا جائے گا کہ اُن کی آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی مگر اُن کو تسلی اور اُمید کی کرن نظر آ رہی تھی کہ ان کے سامنے سر پر فتح ونصرت کا تاج سجائے جو عظیم ہستی موجود ہے وہ رحمتہً للعالمین کی ذاتِ گرامی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اُن سے پوچھا:

”کیا تمھیں معلوم ہے کہ آج میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟“

والے سوہنے پیارے حبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے:

''آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہو۔''

حضورﷺ نے بڑی ہی شانِ کریمی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہی جواب دیا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا:

''آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

اس رحمت اور کرم والی شان کو دیکھ کر کفار کے دل شکرانے کے جذبات سے بھر گئے۔ اُن کے دِلوں میں ایک انقلاب بپا ہوا اور وہ کسی جبر و ترغیب کے بغیر جوق در جوق اسلام کے نوری دائرے میں داخل ہو گئے۔

کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر پہلی اذان دینے کا شرف سیّدنا بلالؓ کے حصے آیا۔ مکے کے تین بڑے سردار عتاب بن اُسید، حارث بن ہشام اور ابوسفیان بن حرب ایک جانب بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ’اللہ نے میرے والد کی لاج رکھ لی کہ وہ یہ اذان سننے سے پہلے ہی اُٹھا لیا گیا۔‘ دوسرے سردار نے کہا ''اب تو جینا بے کار ہے۔'' دِلوں کے راز جاننے والے آقاﷺ نے ان کے پاس جا کر کہا:

''ابھی تم یہ باتیں کر رہے تھے؟''

وہ حیران رہ گئے کہ ہم جب یہ باتیں کر رہے تھے تو ہم تین کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ انھوں نے دِل سے گواہی دی کہ آپ یقیناً اللہ کے سچے نبی ہیں۔ پھر حارث بن ہشام اور عتاب بن اُسید مسلمان ہو گئے۔

طواف سے فارغ ہو کر حضور پاکﷺ صفا مروہ کی جانب تشریف لے گئے اور عام بیعت فرمائی یوں کفار مکہ نے اسلام قبول کیا۔ وہ شہر جو اسلام کے دشمنوں کا گڑھ تھا، آج

فتح مکہ کے بعد مدنی منتھار حضرت محمد ﷺ نے وہاں دس دِن قیام کیا۔ عتاب بن اُسید کو جو مکے کا سردار تھا، گورنر مکہ نامزد کیا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو دین کی تعلیمات سکھانے کا فریضہ سونپا۔

ооо

حجتہ الوداع

10ھ میں مدنی سرکار نبی کریم ﷺ نے حج ادا کیا۔ یہ پہلا اور آخری حج تھا۔ اس سفر میں سوا لاکھ کے قریب صحابۂ کرام آپ کے ساتھ تھے۔ مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد آپ نے صحابۂ کرام سے خطاب فرمایا یہ خطبہ ساری انسانیت کے لیے لائحہ عمل، اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور انسانی حقوق کا ایک بے مثال چارٹر ہے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کے خطبہ حج کے کچھ اہم نکات درج ذیل ہیں:

- آپ نے مساواتِ انسانی کا درس دیا۔ جس کے مطابق سب انسان برابر ہیں۔ گورے کو کالے پر، یا عربی کو عجمی پر کوئی برتری نہیں۔ فضلیت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔
- آپ نے تمام انسانوں کا خون، مال اور عزت ایک دوسرے پر حرام قرار دی۔
- آپ نے فرمایا کہ آپس میں خون خرابہ اور لڑائی جھگڑا کر کے گمراہ نہ ہو جانا۔
- امانت کا خیال رکھو اور اس میں خیانت نہ کرو۔
- تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
- غلاموں کا خیال رکھو۔ ان کو وہی کچھ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، وہی کچھ پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔
- قرض ادا کرو، ادھار مانگی ہوئی چیز واپس کرو، تحفے کا بدلہ دو اور جو ضمانت دے وہ

- اپنے کسی بھائی کی مرضی کے بغیر اس کی چیز نہ لو۔
- عورتیں خیانت نہ کریں، اپنی عفت اور حیاء کی حفاظت کریں اور بے حیائی سے بچیں۔
- عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔
- میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جو تمھیں گمراہ نہ ہونے دے گی اور وہ ہے قرآن مجید۔
- لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو۔ پانچ وقت نماز پڑھو۔ مہینے بھر کے روزے رکھو، زکوٰۃ خوش دلی سے ادا کرو۔ اللہ کے گھر کا حج کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔
- سزا مجرم کو ہی دو اور کسی کو نہیں۔
- نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ ادھر موجود ہیں ان کو چاہیے کہ یہ حکم اور دوسری باتیں دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو میرے بارے میں کیا جواب دو گے۔ سب نے کہا ”آپ نے امانت (دین) پہنچا دی۔ رسالت کا حق ادا کر دیا اور ہمیں نیکی کی نصیحت فرما دی۔ یہ سن کر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف کرتے ہوئے اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

”اے اللہ گواہ رہنا۔“

وصال مبارک

نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے تبلیغ اسلام کا فریضہ اس احسن انداز میں سرانجام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق فرمادی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:3)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہاری خاطر تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔''

اس ذمہ داری کو خوبصورت انداز میں مکمل فرمانے کے بعد اب پیارے لجپال آقا سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا اس دنیا سے پردہ فرمانے اور اپنے محبوب حقیقی خالق و مالک پروردگار سے وصال کی باری تھی۔ آپ نے کئی بار اس حوالے سے اشارا کیا۔ بخاری شریف میں ہے:

''ایک دِن حضور اکرم ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے شہدائے اُحد کی قبروں پر اس طرح دعا کی جیسے میت پر کی جاتی ہے۔ واپس آ کر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا ''میں تمہارا پیشرو یعنی آگے چلے جانے والا ہوں، تم سے پہلے وفات پانے والا ہوں، تمہارا گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔''

20یا22 صفر 11ھ کو نبی کریم ﷺ کو ہلکا سا بخار چڑھا۔ جس سے آپ کی طبیعت خراب ہوگئی آپ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کمرے میں آرام کرنا پسند فرمایا۔ کچھ دنوں تک آپ بیماری کی حالت میں ہی نمازیں پڑھاتے رہے مگر جب طبیعت کچھ زیادہ

17 نمازیں پڑھائیں ایک دِن وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے آئے اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے میں آپ نے بہت سے مسائل اور انصار مدینہ کے فضائل بیان کیے پھر گھر میں رکھے ہوئے سات دینار اللہ کی راہ میں خرچ کیے۔ سوموار کے دِن آپ کی طبیعت کافی بہتر تھی۔ آپ کا حجرۂ مبارک مسجد سے متصل ہی تھا۔ فجر کے وقت آپ نے پردہ اُٹھا کر دیکھا صحابہ کرام نماز ادا کر رہے تھے یہ دیکھ کر خوشی سے آپ مسکرائے۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ آپ تشریف لانا چاہتے ہیں وہ خوشی کے مارے بے قابو ہو گئے مگر آپ نے اشارے سے اُن کو روکا اور حجرے میں داخل ہو گئے۔ پردا نیچے گر گیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ کا نوری چہرہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے قرآن کا کوئی ورق ہو یعنی گورا سفید ہو گیا تھا۔ (بخاری شریف)

کچھ دیر بعد حضور نبی اکرم ﷺ ''بل الرفیق الاعلیٰ'' یعنی اب کوئی نہیں بس وہ عالی شان دوست چاہیے'' فرماتے ہوئے اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اپنے دوست اور پروردگار سوہنے ربّ سے جا ملے۔ اکثر روایات میں ہے کہ اُس دِن 12 ربیع الاوّل اور پیر کا دِن تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال سے سارے صحابہ کرام بہت غمزدہ اور رنجیدہ ہوئے۔ حضرت علی، حضرت عباس اور ان کے دو صاحبزادوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو غسل دیا پھر نمازِ جنازہ ادا کی گئی پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے آخر میں بچوں نے نماز جنازہ پڑھی مگر امام کوئی نہ تھا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں جہاں آپ نے وصال فرمایا تھا آپ کی قبر انور تیار کی گئی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

زندہ اور حیات ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔'' (ابوداؤد نسائی)

ایک اور حدیث ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انبیاء زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں۔'' (بیہقی)

ooo

نبی کریم صَلیَ اللہ علیہ وسلم

کے اعزہ واقارب کا ذکرِ مبارک

ازواجِ مطہرات

نبی پاک ﷺ کی بیویوں کو ازواجِ مطہرات کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔ارشادِ ربانی ہے:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط(احزاب:6)

ترجمہ: ''اور اُس (نبی ﷺ) کی بیویاں اُن (مومنین) کی مائیں ہیں۔''

مفسرین اور محدثین بیان کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی بیویاں دو باتوں میں ماں کی طرح ہیں۔پہلی یہ کہ اُن میں سے کسی سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح جائز نہیں۔ دوسری یہ کہ اُن کی عزت اور تکریم سگی ماں سے بھی بڑھ کر ہے مگر فرق یہ ہے کہ ماں کو بیٹا دیکھ سکتا ہے اور اکیلا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھ سکتا ہے مگر امہات المومنین سے پردہ ہے اور تنہائی میں اُن کے پاس بیٹھنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو بہت عظمت و مرتبہ عطا کیا ہے اور اُن کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔قرآنِ مجید میں اِن پاک بیبیوں کی شان اور فضلیت میں بہت سی آیات نازل ہوئیں۔جن کا خلاصہ درج ہے۔

بیویاں زندہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انھوں نے دنیاوی مال ودولت اور شان وشوکت کو چھوڑ کر نبی پاک ﷺ کی غلامی میں رہنا پسند کیا۔ انھوں نے دنیاوی زینت اور عیش وآرام کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور خوشنودی کو اپنا لیا۔

2) ازواجِ مطہرات کے اس فیصلے کو پسند کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ دیا کہ اب وہ اِن بیویوں تک ہی محدود رہیں اور مزید نکاح نہ فرمائیں کیوں کہ انھوں نے دنیاوی آرام وراحت کی بجائے آپ کو منتخب کیا ہے۔ اس لیے اب آپ بھی اُن کے علاوہ کسی اور خاتون کو شرفِ زوجیت نہ بخشیں۔

3) انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواجِ مطہرات کو مخاطب کیا اور ان کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق اور رشتے سے بلاتے ہوئے آپ کی بارگاہ اور گھربار کے آداب بھی بیان کر دیئے۔ مثلاً یہ کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو، نیک گفتگو کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، گھروں میں رہو اور دورِ جاہلیت کی طرح سے بناؤ سنگھار نہ کرو۔

4) اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی عزت وعصمت کا کتنا خیال ہے۔ ربّ نے سختی سے فرما دیا کہ اگر ازواجِ مطہرات خوانخواستہ کوئی ناشائستہ حرکت کریں گی تو ان کے لیے عام عورتوں کی نسبت دوگنا عذاب ہوگا۔ اسی طرح وہ اگر کوئی نیک عمل کریں گی تو ان کو ثواب بھی عام عورتوں کی نسبت دوگنا ملے گا۔ یہاں سے یہ پتہ چلا کہ یہ پاک خواتین عام عورتوں سے بہتر اور افضل ہیں۔

5) ازواجِ مطہرات کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی کریم ﷺ کی بیویوں تم باقی عورتوں کی طرح نہیں ہو کیوں کہ تم میں وہ اعزاز اور وصف موجود ہے جو دوسروں میں نہیں۔ ایک تو تم رسول پاک ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہو اور دوسرے تم

لہجے میں گفتگو نہ کرو تا کہ کوئی بے ایمان بندہ غلط مطلب نہ سمجھ لے۔

6) اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات کو یاد کرنے اور اُن پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ امہات المومنین نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قرآن اور سنت کو اپنایا اور حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد امت کی راہنمائی اور تربیت کا فریضہ بھی ادا کیا۔آج ہمارے پاس فقہ اور احادیث کا بہت بڑا خزانہ انہی پاک خواتین کی بدولت ہی پہنچا ہے۔

حضور پاک صاحبِ لولاک ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد کے بارے میں سیرت نگاروں میں اختلاف ہے لیکن زیادہ محققین کا خیال ہے کہ ازواجِ مطہرات کی تعداد (11) گیارہ ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

1) حضرت سیّدہ خدیجہ بنتِ خویلد

2) حضرت سیّدہ عائشہ بنتِ ابوبکر

3) حضرت سیّدہ حفصہ بنت عمر فاروق

4) حضرت سیّدہ اُمّ حبیبہ بنتِ ابوسفیان

5) حضرت سیّدہ امّ سلمیٰ بنت ابوامیہ

6) حضرت سیّدہ سودہ بنتِ زمعہ

7) حضرت سیّدہ زینب بنتِ جحش

8) حضرت سیّدہ میمونہ بنتِ حارث

9) حضرت سیّدہ زینب بنتِ خزیمہ

10) حضرت سیّدہ جویریہ بنتِ حارث

ان کے علاوہ دو کنیزیں بھی حضور پاک ﷺ کے حرم میں داخل تھیں۔ اِن کے نام سیّدہ ماریہ قبطیہ اور سیّدہ ریحانہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

ازواجِ مطہرات کی تعداد کے حوالے سے یورپ و امریکہ کے متعصب محققین اور مادی اور شہوانی عینکوں سے دیکھنے والے سلیمان رُشدی جیسے مردود افراد نے بہت بیہودہ اور گستاخانہ باتیں کی ہیں اور اس حوالے سے پیغمبر اسلام ﷺ اور دین اسلام پر رکیک حملے کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ تعصب اور عناد سے بالاتر ہو کر اور اسلام دشمنی کی روش سے ہٹ کر اگر حقیقت کا دمن پکڑا جائے اور پھر سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے جتنی بھی شادیاں کیں وہ معاذ اللہ جنسی خواہش یا شہوانی لذت کے لیے نہیں تھیں بلکہ ان کے پیچھے بہت سے مقاصد کارفرما تھے جن کا مختصر سا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

1) پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک شادی کرنے کا رواج صرف آج کل کے معاشرے میں رائج ہے مگر یہ رواج ہر دور کے حالات اور ضروریات کے مطابق اور ہر علاقے اور قوم کی تہذیب و تمدن کے مطابق بدلتا رہا ہے۔ آج مغرب میں شادی یا نکاح کے بکھیڑوں میں پڑے بغیر جنسی تعلقات قائم رکھے جاتے ہیں اس فعل کو وہاں معیوب یا بُرا نہیں سمجھا جاتا بلکہ قانون بھی انھیں اس بات کی اجازت دیتا ہے بلکہ بعض مغربی ممالک میں اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے ہم جنس پرستی کو قانونی حیثیت دے دی گئی ہے مگر یہ دونوں فعل مشرقی دنیا میں گھناؤنے جرم سمجھے جاتے ہیں بلکہ پچھلی صدیوں میں تو یورپ اور امریکہ میں بھی جرم ہی سمجھے جاتے تھے۔ اس لیے مغرب کی آج کی تہذیب یا رسم و رواج کو ایک معیار بنا کر باقی کی ساری تہذیبوں کو لتاڑنا بہت بڑی

2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا باقی اکثر انبیاء کرام نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجرد زندگی گزاری اور وہ عورت کے پاس نہیں گئے۔ اسی طرح اُن کی اولاد بھی تعداد میں کافی زیادہ ہوتی تھی۔ زیادہ بیویوں کا ہونا اعلیٰ مرتبے اور اونچے رُتبے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

3) عرب کے قدیم معاشرے میں ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کا رواج عام رہا ہے۔ بلکہ آج کے عرب معاشرے میں بھی عرب شیخ اور قبیلے کے سردار ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں۔ بلکہ اسلام نے تو اس تعداد کو چار تک محدود کر دیا ہے۔ پس ازواجِ مطہرات کی تعداد کو مقامی معاشرے اور سوسائٹی کے مطابق دیکھنا چاہیے۔

4) نبی کریم ﷺ نے جتنی عورتوں سے نکاح کیا اُن میں سے صرف ایک سیّدہ عائشہ صدیقہ کنواری تھیں جب کہ باقی تمام بیویاں یا تو بیوہ تھیں یا پھر طلاق شدہ تھیں اور کسی نہ کسی وجہ سے اُن کا نباہ نہ ہو سکا تھا۔

5) جن پاک دامن خواتین کو ازواجِ مطہرات ہونے کا شرف ملا ان کو یہ نسبت دینے میں نبی پاک ﷺ کی بہت سی سماجی اور سیاسی حکمتیں موجود تھیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

(i) نبی پاک ﷺ کی پہلی زوجۂ محترمہ حضرت سیّدہ خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی جب کہ آپ کی عمر 25 سال تھی۔ امّ المومنین حضرت خدیجہ بیوہ تھیں مگر خوشحال اور دولت مند تھیں۔ نبی پاک حضرت محمد ﷺ پچیس برس کے خوبرو جوان تھے اور قبیلہ قریش میں سب سے بڑھ کر خوبصورت اور پُرکشش تھے۔ نسباً بھی ان کا تعلق قریش کے سب سے اعلیٰ خاندان سے تھا۔ آپ کو مکہ کی کسی بھی خوبصورت اور جوان سال دوشیزہ کا رشتہ

ستھرے کردار کی مالک خاتون کا سہارا بننا پسند کیا۔ آپ ان کے لیے سہارا اور سر کا تاج بنے تو اُس پاک دامن باوفا عورت نے بھی آپ کا ساتھ نبھانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ وہ سب سے پہلے ایمان لائیں اور اپنا سب مال و دولت آپ کے قدموں پہ نچھاور کر دیا۔

(ii) نبی پاک ﷺ کی دوسری زوجۂ محترم سیّدہ سودہؓ بھی بیوہ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد گلشنِ نبوت کے پھول کلیوں کی پرورش کے لیے آپ نے اپنے ساتھیوں اور عزیزوں کے مشورے سے اُن کے ساتھ نکاح کیا۔ حضرت سودہؓ کی عمر اس وقت چالیس سال سے زیادہ تھی۔

(iii) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کے پیچھے حضورِ انور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اپنے سب سے پیارے دوست اور اسلام کی خاطر سب سے زیادہ قربانیاں دینے والی شخصیت ابوبکر صدیق کے ساتھ دوستی کے رشتے کو اور مضبوط کیا جائے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ خصوصی محبت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بہت ذہین اور عقل مند تھیں وہ روزمرہ کے دینی مسائل کے بارے میں بہت شوق رکھتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ سے سوال کر کے یا بحث مباحثے سے وہ اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں۔ اُن کا یہ دینی ذوق اور فقہی علم بعد میں امت کے بہت کام آیا۔

(iv) حضرت حفصہؓ کے ساتھ نکاح کی ایک وجہ تو اپنے بہادر اور عادل صحابی حضرت عمر فاروقؓ کی دل جوئی تھی کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمانِ غنیؓ نے اُن کو اپنے عقد میں لینے سے انکار کر دیا تھا۔ دوسری وجہ آپ کا حضرت عمر فاروقؓ سے دوستی کا رشتہ اور مضبوط کرنا تھا۔

تھا۔ ان کے شوہر جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے اوران کے لیے کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ان کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔حضور پاک ﷺ کے پیشِ نظر اس بچے کی پرورش بھی تھی جسے آپ نے بہت احسن انداز میں پورا فرمایا۔

(vi) زینت بنتِ جحشؓ کے ساتھ شادی کا مقصد ان کو ان کی خواہش کے مطابق سماجی مقام اور رُتبہ دینا تھا۔ کیونکہ وہ ایک غلام زادے زید بن حارث کے ساتھ نکاح سے خوش نہیں تھیں اوران کا نباہ نہ ہوسکا تھا۔

(vii) حضرت جویریہ کے ساتھ نکاح کا مقصد بھی ان کو اُن کے شایانِ شان مقام دینا تھا۔ وہ بنو مصطلق قبیلے کے سردار کی بیٹی تھیں اور جنگ میں قیدی بن کر آئی تھیں۔ان کے باپ نے ہدیہ دے کر اُن کو آزاد کروایا مگر انھوں نے خود خواہش ظاہر کی کہ نبی پاک ﷺ اُن سے نکاح کرلیں۔

(viii) حضرت اُمّ حبیبہؓ کے ساتھ نکاح کی بڑی وجہ اُن کی دل جوئی اور غمگساری تھا۔ کیونکہ ان کا شوہر جو پہلے مسلمان تھا، ہجرت کر کے حبشہ گیا مگر وہاں مرتد ہوگیا اور شراب نوشی حد سے زیادہ کرنے کی وجہ سے مرگیا۔امّ حبیبہ بہت پریشان اور اُداس تھیں۔ جب کہ اُن کا باپ ابوسفیان کافروں کا سب بڑا سردار اور سپہ سالار تھا۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کی غمگساری اور سماجی مقام و مرتبہ قائم رکھنے کی خاطر شادی فرمائی۔ دوسرا مقصد بھی پیش نظر تھا کہ اس سے شجر اسلام کے پھلنے پھولنے کا بھی موقعہ ملنے کی اُمید تھی۔

(ix) رسول اللہ ﷺ کی دسویں بیوی حضرت صفیہ جنگِ خیبر کے دوران قیدی بن کر آئی تھیں اوروہ یہودیوں کے سردار کی بیٹی تھیں۔ان کے مرتبہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے آپ نے اُن کو اپنے نکاح میں لیا۔خود بی بی صفیہ نے اسلام قبول کرنے اور حضورِ اکرم ﷺ کے

سکتی ہے۔

(x) حضرت میمونہ بنتِ حارث کی عمر اکاون (51) سال تھی۔ ان کے پہلے شوہر نے طلاق دے دی تھی اور دوسرا شوہر وفات پا گیا تھا۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے چچا جان حضرت عباسؓ کی خواہش پر اور حضرت میمونہ کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے ان سے نکاح پڑھایا۔ وہ حضرت عباسؓ کی سالی اور حضرت خالد بن ولید کی پھوپھی تھیں۔ سیاسی اعتبار سے یہ شادی بہت زوردار تھی کیونکہ اس شادی کی بدولت دو قبیلوں کا ملاپ ہوا اور اسلام کو مزید قوت ملی اور ان کے بہت سے عزیز اقارب نے اسلام قبول کیا۔

(xi) نبی کریم ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت زینب بنتِ خزیمہ بھی بیوہ تھیں۔ آپ کے شوہر جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ بہت رحم دل، سخی اور غریب پرور تھیں۔ آپ کے اس جذبۂ ہمدردی اور بھلائی کو دیکھتے ہوئے حضور پاک نے ان سے نکاح فرمایا۔

اوپر دی گئی تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضور اکرم ﷺ نے کوئی شادی بھی جنسی لذت یا دنیاوی آسائش اور عیاشی کے لیے نہیں کی۔ ازواجِ مطہرات میں سے اکثر بیبیاں چالیس اور پچاس سال کے درمیان تھیں اور اپنی جوانی کا دور گزار چکی تھیں۔ الغرض حضور اکرم ﷺ نے شادیاں سیاسی اور معاشرتی مقاصد کے تحت کی تھیں یا پھر انسانی ہمدردی اور رحم دلی کے جذبات کے تحت۔ اِن سب کا مرکزی نکتہ یہی تھا کہ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اضافہ ہو اور حق کا نور چاروں جانب تیزی سے پھیلے۔

ooo

غزوۂ بدر کے فوراً بعد کے ایام ہیں۔ مسلمان فتح و کامیابی سے ہمکنار ہو کر مدینہ منورہ واپس آ چکے ہیں۔ بہت سے جنگی قیدی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام کے مشورے سے نبی کریم سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ صاحب حیثیت قیدی مال و اسباب کی صورت میں فدیہ ادا کر کے آزادی پائیں گے جب کہ غریب قیدی مدینہ منورہ کے ناخواندہ افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ کر کے یہ نعمت حاصل کر سکیں گے۔ اِن قیدیوں میں ایک کا نام ابوالعاص بن ربیع ہے۔ جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی سیّدہ زینبؓ کے شوہر ہیں۔ ان کی آزادی فدیہ کے عوض طے پائی۔ سیّدہ زینب کے پاس صرف ایک سونے کا ہار تھا جو انھوں نے ابوالعاص کے بھائی عمرو بن ربیع کے ہاتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا۔ جب یہ ہار بارگاہ نبوت میں پیش کیا گیا تو اسے دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ محترمہ سیّدہ خدیجہؓ کی یاد آ گئی۔ کیونکہ یہ ہار انھوں نے اپنی پیاری بیٹی زینب کو ان کے جہیز میں دیا تھا۔ اپنی رفیقہ حیات کو یاد کر کے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو یہ ہار واپس کر دیا جائے اور ابوالعاص کی رہائی کے لیے دوسری راہ یعنی ناخواندہ افراد کو پڑھانے کا کام لیا جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے ہمارے آقا! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنا مال پیش کر کے ابوالعاص کو رہائی دلا دیتے ہیں لیکن آپ نے امتیازی سلوک پسند نہ فرمایا۔

سیّدہ خدیجہ بنت خویلدؓ جن کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات یاد کر کے والیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے سیّدہ خدیجہ آپ کی وہ رفیقہ حیات ہیں جن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا اور پھر اپنا سب مال و متاع اور دنیوی سرمایۂ

خاطر ان کے قدموں پر پچھاور کر دیا۔ آپ کی رفاقت اور ایثار کو پیارے آقا ﷺ کس قدر احسان مندی سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے۔

روایت ہے کہ:

''ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے حضرت سیّدہ خدیجہؓ کی بہت زیادہ تعریف سنی تو بہت رشک آیا۔ انھوں نے یہ کہہ دیا کہ اب تو آپ کو ان سے اچھی بیوی مل گئی ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی قسم! مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی کوئی نہیں ملی۔ جب سب لوگوں نے کفر اختیار کیا، خدیجہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے تو انھوں نے میری تصدیق کی۔ جب کوئی فرد مجھے کوئی چیز دینے کو تیار نہ تھا، اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا اور اُن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔''

ام المومنین سیّدہ خدیجتہ الکبریٰؓ کو دیگر مہات میں سے یہ شرف حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور ان کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ ان کی 25 سال کی رفاقت میں پیارے رسول ﷺ نے کسی اور خاتون کو شرف زوجیت سے نہیں نوازا۔ آپ کی شان میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ ایک معروف حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا:

''اے محمد ﷺ یہ خدیجہ جو آپ کے لیے ایک برتن میں کھانا لے کر

میری جانب سے سلام کہہ دیجئے ان کو یہ خوشخبری سنا دیجئے، کہ ان کے لیے جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک گھر ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف۔'' (بخاری: تزویج النبی ﷺ)

سیرت نگاروں کی متفقہ رائے ہے کہ سیّدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی۔ یہی وہ ہستی ہے جس نے اپنا سب مال و اسباب جو بہت کثیر مقدار میں تھا آقائے دو عالم ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔

یہی وہ شخصیت ہے جس نے ہر مصیبت، ابتلا اور آزمائش کے وقت نبی رحمت ﷺ کی دل جوئی کی اور ان کی غمگساری کی۔ اللہ تعالیٰ ام المومنینؓ کی قبر انور پر کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرماتا رہے اور ان کے تصدق میں ہم عاصیوں کو بھی اپنی تجلیات سے مستفیض فرمائے۔ آمین!

سیّدہ خدیجہؓ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ سلسلہ نسبت قصی قریشی پر پہنچ کر نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ قصی آپ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ کا تعلق بھی قبیلہ قریش کے ایک خاندان سے ہی تھا۔ ان کی پیدائش عام الفیل سے 15 برس پہلے 556ء میں مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ والد خویلد قریش کے معزز سردار اور نامور تاجر تھے۔ وہ اپنی دیانت، صداقت اور صاف گوئی کے سبب ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ سیّدہ خدیجہؓ کو اپنے والد کی تمام دولت ورثہ میں ملی۔

نبی اکرم ﷺ سے شادی سے قبل سیّدہ خدیجہ کے دو نکاح ہوئے تھے۔ ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن نباس بن زرارہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد دوسرا نکاح عتیق

زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا چنانچہ آپ کی تمام تر توجہ اپنے کاروبار اور تجارت پر مرکوز ہوگئی۔ آپ اپنی شرافت، دیانت، ایفائے عہد، خوش خلقی، نرم دلی، غریب پروری اور سخاوت کی وجہ سے پورے مکہ میں عزت و تکریم سے دیکھی جاتی تھیں۔ اہل مکہ آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت دنیا کی محبت کی بجائے روحانیت کی طرف مائل ہوچکی تھی، اس لیے اکثر و بیشتر خانہ کعبہ جاتیں اور عبادت کیا کرتیں تھیں۔

سیّدہ خدیجہؓ کا تجارتی سلسلہ بہت وسیع ہو رہا تھا۔ ان کا مال تجارت ملک شام و یمن کو جانے والے تجارتی قافلوں میں شامل ہوتا تھا اور اکثر و بیشتر نصف مال انھی کا ہوتا تھا۔ جس سے ان کی وسیع تجارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کو کئی ملازمین کی مدد درکار ہوتی تھی۔ ایک خاص غلام میسرہ بھی اُن کی معاونت کرتے تھے، اُدھر جناب ابوطالبؓ جو ایک بڑے کنبے کے کفیل تھے جس میں ان کا نوجوان بھتیجا محمد بن عبداللہ بھی شامل تھا۔ جسے انھوں نے اپنے ساتھ شام کی جانب تجارتی قافلوں میں لیجا کر خصوصی تربیت دی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ آپ سیّدہ خدیجہ کے کاروانِ تجارت میں شامل ہوکر شام جائیں تا کہ گھریلو حالات میں کچھ بہتری آئے ان کی اس خواہش کا علم سیّدہ خدیجہ کو ہوا تو انھوں نے حضرت محمد ﷺ کو پیغام بھیجا۔ چنانچہ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کی شرافت، صداقت اور دیانت کا چرچا پورے خطہ حجاز میں تھا۔ اہل مکہ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ سیّدہ خدیجہ نے آپ کے اخلاق اور حسن سلوک کو دیکھ کر فرمایا کہ میں آپ کو دوگنی اُجرت دوں گی۔ سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے حامی بھر لی۔ شام کی جانب یہ سفر بہت نفع بخش رہا۔ نبی کریم کی شفقت، رحم دلی، امانت اور سچائی کے گہرے نقوش غلام میسرہ کے ذہن پر نقش ہوگئے۔ اس نے واپس آ کر سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی گفتار، کردار، حسن سلوک،

درختوں کا جھک کر سلام کرنا، آپ کے دستِ اقدس سے کھانے پینے کی اشیاء میں برکات کا ظہور ہونا اور عیسائی راہبوں کا آپ کی ذات گرامی کے بارے میں نبوت کی پیش گوئی کرنا یہ سب اس نے خود مشاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ اس نے سیّدہ کو اس میں بالوضاحت آ گاہ کیا۔ جناب سیّدہ خدیجہ آپ ﷺ کی سیرت اور کردار کے اس پہلو سے بے حد متاثر ہوئیں۔ انھوں نے طے شدہ رقم سے بھی زیادہ اُجرت آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ کے اخلاق و کردار کی عظمت سے وہ اس قدر متاثر ہوئیں کہ انھوں نے آپ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ جسے آپ نے اپنے چچا ابوطالبؑ کے مشورے منظور فرمایا۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے سورج ان کے آنگن میں اُتر آیا ہے جس سے نہ صرف ان کہ گھر بلکہ پورا شہر مکہ بقعہ نور بن گیا ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئیں تو یہ خواب اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل جو الہامی کتب اور اس وقت کی دینی تعلیمات سے آ گاہ تھے، اسے جا کہا انھوں نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ تم نبی آخرالزمان ﷺ کی زوجیت میں شامل ہوں گی۔ (مدراج النبوت)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سیّدہ خدیجہؓ کا سیّدنا محمد ﷺ بن عبداللہ کی جانب مائل ہونا مالی منفعت اور ظاہری جمال کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ ان کا مندرجہ بالا خواب دیکھنا اور اس کی خوبصورت تعبیر حضور کا عالی حسب نسب آپ کا حسن اخلاق و بلندی کردار، اہل مکہ کا آپ کو صادق وامین کے القاب سے نوازنا شامل تھا۔ اس کے علاوہ تجارتی سفر کے دوران اعلیٰ اوصاف ومحاسن کا مشاہدہ غلام میسرہ نے کیا تھا، ان کا بیان اس سفر میں عیسائی راہب نسطورا کی جانب سے آپ کی نبوت کی پیش گوئی، مال تجارت میں برکت اور وافر منافع اور بادلوں کا آپ پر سایہ کرنا جیسے معجزات کا ظہور یہ سب بھی سیّدہ خدیجہ کی دلی رغبت

ورقہ بن نوفل نے خطبہ نکاح پڑھا۔ حق مہر چار سو مثقال (20 اونٹوں کی قیمت) مقرر ہوا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک 25 سال تھی جب کہ سیّدہ خدیجہؓ کی عمر مبارک 40 سال تھی۔

آپ دونوں کی ازدواجی زندگی کا آغاز نہایت احسن انداز میں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام تر محبت، چاہت اور انس اپنی زوجہ محترمہ کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نہایت نرم مزاجی اور شفقت سے سیّدہ سے معاملہ کرتے، ان کی رائے اور خواہش کا احترام کرتے۔ ان کے جذبات کو اہمیت دیتے۔ سیّدہ خدیجہ نے بھی کمال محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا سب کچھ اپنے شوہر نامدار سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں پر نثار کر دیا۔ بلکہ اپنی ذات، اپنی شناخت اور اپنی پہچان سب ختم کر کے اپنی ہستی کو ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں فنا کر دیا۔ اپنے اخلاق و اقوال اور محبت واُلفت سے آپ کی دل جوئی اور اعانت ہمیشہ کی۔ اس ایثار اور معاونت کی بدولت پیارے آقا ﷺ کو مالی مشکلات سے نجات ملی اور دنیاوی تفکرات نے پیچھا چھوڑا جس کی بدولت آپ یکسوئی اور لگن سے غار حرا میں جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔

حضور پاک ﷺ کی ساری اولاد پاک سوائے حضرت ابراہیمؑ کے، جناب سیّدہ خدیجہ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی۔ ان میں چار صاحبزادیاں اور دو شہزادے شامل ہیں۔ حضرت سیّدہ زینبؓ شادی کے پانچ سال بعد یعنی اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ بیٹیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ آپ کی شادی سیّدہ خدیجہ کے بھانجے ابوالعاص بن ربیع سے ہوئی جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت رقیہؓ، سیّدہ خدیجہؓ کی دوسری بیٹی ہیں ان کا نکاح آپ کے چچا ابولہب کے بیٹے

طلاق دے دی۔ نبی اکرم نے آپ کا نکاح سیّدنا عثمان غنیؓ سے کر دیا۔ بعد میں دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت بھی کی۔ غزوۂ بدر کے دوران بیمار ہوئیں اور جس دِن بدر کے میدان میں لشکر اسلام کی کامیابی کی خبر مدینہ منورہ پہنچی، اس دِن آپ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت سیّدہ رقیہ کی عمر 20 سال تھی۔

حضرت ام کلثومؓ سیّدہ خدیجہؓ کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ آپ کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے سے ہوا تھا لیکن اس گستاخ نے بھی آپ کو رخصتی سے قبل طلاق دے دی۔ 3 ہجری میں حضرت رقیہ کے وصال کے بعد آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ اس لیے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی اور پیاری شہزادی سیّدہ فاطمہ الزاہرہؓ بھی سیّدہ خدیجہؓ کے بطن سے اعلان نبوت کے پہلے سال یا ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح سن 2 ھ میں سیّدنا علی حیدر کرارؓ سے ہوا۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب انہی دونوں ہستیوں سے چلا۔ آپ تمام کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں۔

ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہؓ کے آنگن میں کھلنے والا سب سے پہلا پھول حضرت قاسمؓ ہیں۔ وہ اعلان نبوت سے پہلے پیدا ہوئے اور صرف 2 سال یا اس سے بھی کم عرصہ حیات رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم انہی کی نسبت سے ہے۔

حضرت عبداللہؓ، حضرت سیّدہ خدیجہؓ کی سب سے چھوٹی اولاد ہے آپ بچپن میں ہی وصال کر گئے۔ آپ کے لقب طیب اور طاہر ہیں۔

ام المومنین سیّدہ خدیجہؓ نے کاشانۂ نبوت میں امن و راحت اور فرحت و انبساط کی فروانی اور صاحب تاج ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی اور روحانی تسکین کے لیے کئی نازک مواقع پر

سب سے اوّلین موقع تو وہی تھا جب نبی پاک ﷺ پر گھر کی کفالت اور معاشی مجبوریوں کا بوجھ تھا۔ ایسے میں سیّدہ خدیجہ نے اپنا سب مال و اسباب آپ کے لیے وقف کر دیا۔ یوں زندگی کے اہم موڑ پر آپ کو مالی آسودگی فراہم کر کے ذہنی طور پر عبادت ربانی کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کا راستہ ہموار کیا۔

عمر کے چالیس سال میں جب تاجدار دو عالم ﷺ غارِ حرا کی خلوتوں میں دنیا و مافیہا سے کنارہ کش ہو کر محو عبادت ہو جاتے تو سیّدہ خدیجہؓ آپ کے لیے کھانے پینے کے سامان کا ااہتمام کرتیں بعض اوقات سامان خورد و نوش لے کر خود غار میں پہنچ جاتیں۔ یوں آپ کی یکسوئی اور لگن میں فرق نہ آتا اور آپ تسلسل سے عبات میں مشغول رہتے۔ غار حرا میں جب حکم الٰہی سے سیّدنا جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے تو نبی کریم ﷺ کے لیے یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ اس لیے آپ کچھ گھبرا گئے اور فطرت بشری کے تحت فوراً اپنے راز دار اور زندگی کی ساتھی سیّدہ خدیجہؓ کے پاس آئے، ام المومنین نے نہایت فہم و فراست کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کی دل جوئی کی اور کہا:

> ''آپ غم نہ کھائیے، خوش رہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی خطرے میں نہیں ڈالے گا۔ نہ آپ کو کسی کے سامنے رسوا ہونے دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی ہی فرمائے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، عیال کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ریاضت عبادت کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں بے کسوں اور غریبوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور سچائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں سچ بولتے ہیں، یتیموں کو

اعلان نبوت کے بعد مصائب و آرام کا تکلیف دہ دور شروع ہوا جس کے دوران کفارِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ ان حالات میں نبی کرام ﷺ جب رنجیدہ خاطر گھر آئے تو ام المومنین آپ کو دلاسہ دیتیں اور آپ کی دل جوئی فرماتیں۔

اسی دوران سیّدہ خدیجہؓ بچوں کی تربیت کا پورا خیال رکھے ہوئے تھیں۔ چنانچہ سیّد زینب اور سیّدہ رقیہ جو نسبتاً بڑی تھیں۔ ان کو گھر داری کے کاموں کی تربیت دیتیں اور عملی زندگی میں اچھے اوصاف کی تربیت فراہم کرتیں۔

کفارِ مکہ اور سردارانِ قریش کی ملی بھگت سے جب خاندان نبوت کو شعب ابی طالب میں مقید کر دیا گیا اور ان پر زندگی کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کی پابندی عائد کر دی گئی تو ان نامساعد حالات میں سیّدہ خدیجہؓ اپنے عظیم شوہر کے شانہ بشانہ کھڑی رہیں۔ وہ جو مال و دولت اور ناز و نعم میں پلی تھیں۔ اب درختوں کے سوکھے پتے کھانے پر مجبور تھیں لیکن لب پر حرف شکوہ نہ تھا۔

الغرض زندگی کا یہ سفر خوش اسلوبی سے جاری تھا کہ سن 10 نبوت میں 11 رمضان المبارک کو سیّدہؓ نے داعیٔ اُجل کو لبیک کہا اور وصال فرما گئیں۔ چند دِن پہلے نبی کریم ﷺ کے چچا جان جناب ابو طالبؓ کا انتقال ہوا تھا۔ ان دونوں انتہائی قریبی اور محبوب ہستیوں کے فراق سے نبی کریم ﷺ کے دِل پر بہت اثر ہوا۔ اسی لیے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے سیّدہ خدیجہ کو جنتی کفن پہنایا اور مقام حجون میں جسے اب جنت المعلیٰ کہتے ہیں، دفن کیا۔ آپ خود پہلے قبر میں تشریف لے گئے اور پھر اپنی غمگسار

حضور اکرم ﷺ نے ام المومنین سیّدہ خدیجہ کو ہمیشہ یاد رکھا۔ جب بھی قربانی کرتے یا جانور ذبح کرتے تو فرماتے کہ اس کا گوشت فلاں کے گھر بھیج دو کیونکہ وہ خدیجہ کی سہلی ہے آخر میں سیّدہ خدیجہؓ کے فضائل میں دو احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ''عالم میں افضل ترین عورتیں مریم اور خدیجہ ہیں۔'' (بخاری، مسلم)

اسی طرح ایک بار سیّدنا ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جنت کی عورتوں میں سب سے افضل یہ چار عورتیں ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (رضوان اللہ علیہن)'' (مسند امام احمد)

حضرت سودہؓ

سیّدہ سودہؓ کے والد کا نام ''زمعہ'' اور والدہ کا نام شموس بنتِ عمرو تھا۔ سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر جاکر نبی کریم ﷺ سے جاملتا ہے۔ ان کی پہلی شادی اُن کے چچازاد سُکران بن عمرو کے ساتھ ہوئی تھی۔ یہ دونوں شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے یہ دونوں ہجرتِ ثانیہ کے دوران حبشہ بھی گئے تھے۔ واپسی پر سُکران کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی گود میں ایک بچہ عبدالرحمٰن بھی تھا۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد رسول کریم ﷺ پریشان اور غمزدہ رہتے تھے۔ ایک تو تبلیغ اسلام کے کٹھن ایام اور دوسرے چھوٹے بچوں کی پرورش کا مسئلہ، یہ دیکھتے ہوئے حضرت خولہ بنتِ حکیمؓ نے عرض کیا:

کا سلسلہ چلتا رہے اور ایک وفادار اور خدمت گزار بی بی کے ساتھ
آپ کو سکون بھی ملتا رہے۔'' آپ نے یہ درخواست منظور کی اور یوں
یہ نکاح ہو گیا۔

انھوں نے ساری زندگی وفا شعاری، عقیدت اور محبت سے حضور کی خدمت کی۔ وہ بہت سخی اور کھلے دل کی مالک تھیں۔ اُن سے بہت سی احادیث بھی روایت ہیں جن میں سے پانچ بخاری شریف میں موجود ہیں۔ اُن کی وفات حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں 23ھ میں ہوئی۔ بعض مورخین کے مطابق ان کا سنِ وفات 55ھ ہے۔

سیّدہ عائشہؓ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عالم بشریت کی ان چند ممتاز اور کامل خواتین میں سے ہیں جو زہدو تقویٰ' عبادت و ریاضت فہم و ذکاء اور حسن سیرت و کردار کے لحاظ سے مسند کمال پر فائز ہیں اور عالم امکاں کی خواتین میں افضل و ممتاز ہیں۔ نبی اکرم شفیع معظم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''مردوں میں تو بہت کامل گزرے ہیں لیکن مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔'' (صحاح ستہ)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سرکار دو عالم ﷺ کی نظر میں جو عزت و وقعت حاصل تھی وہ اس حدیث سے واضح ہے:

''سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوہ سلاسل سے واپس

زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ عائشہ کو۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! مردوں کی نسبت سوال ہے۔ فرمایا: ''عائشہ کے باپ کو۔'' (صحیح بخاری، مناقب ابی بکر)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بے حد عزیز اور محبوب تھیں۔ صحابہ کرامؓ کو بھی اس حقیقت کا علم تھا اس لئے وہ تحائف اور ہدیے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عموماً اس روز پیش کیا کرتے جس دن آپ کا قیام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتا تھا۔ دیگر امہات المومنین جذبہ بشریت کے تحت اس بات کو محسوس کرتی تھیں، چنانچہ انہوں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ذریعے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ صحابہ کرامؓ سے کہا جائے کہ وہ دوسری امہات المومنین کی باری میں بھی تحائف بھیجا کریں۔

نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے صرف اتنا کہا:

''اے لخت جگر! جس کو میں چاہوں کیا تم اس کو نہیں چاہو گی؟'' ان کے لئے اتنا ہی کافی تھا' اس لیے وہ خاموشی سے واپس چلی آئیں۔ بعد میں کئی امہات المومنین نے ان کو (بارگاہِ رسالت پناہ میں) بھیجنے کے لئے رضامند کرنا چاہا لیکن وہ جانے کے لئے راضی نہ ہوئیں۔'' (صحیح بخاری باب الھدایہ)

انہوں نے سیدہ ام سلمہ کو بیچ میں ڈالا۔ چنانچہ سیدہ ام سلمہ نے موقع پا کر یہ بات بارگاہ سید الوریٰ ﷺ میں عرض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔" (نسائی)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام عائشہ اور لقب حمیرا ہے کنیت ام عبداللہ ہے کیونکہ آپ نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو گود لے رکھا تھا اور ان کی پرورش آپ کے ہاتھوں میں ہوئی۔ سیدہ عائشہ کے والد ماجد نبی کریم ﷺ کے سب سے قریبی ساتھی اور خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر تھا جو جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی سے چار سال قبل ہوئی اگرچہ چند سیرت نگاروں نے ام المومنین کی عمر مبارک بوقت رخصتی بہت تھوڑی لکھی ہے لیکن ایسا نہیں ہے آپ کی عمر بوقت رخصتی 18 سال تھی اس طرح آپ کی پیدائش کا سن چار سال قبل بعثت بنتا ہے۔ اس اہم موضوع کو ہم اس طرح سے واضح کرتے ہیں کہ سیدہ اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن تھیں اور سوتیلی تھیں۔ وہ ان سے دس سال بڑی تھیں، وہ سو سال کی عمر میں فوت ہوئیں اور ان کا سن وفات 73ھ ہے جسے بہت سے سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ اسماء ہجرت سے 27 سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس طرح سیدہ عائشہ ہجرت سے 17 سال قبل یا بعثت نبوی ﷺ سے چار سال قبل پیدا ہوئیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا بچپن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر نگرانی بہت ناز و نعم میں گزرا۔ وہ اکثر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ 10 نبوی بعثت نبوی عام الحزن کا سال تھا کہ اس میں آپ کی پیاری اور غمگسار زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے محترم چچا جان سردار ابوطالب رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ بچوں کی دیکھ بھال اور آپ ﷺ کے تبلیغی مشن میں سکون و راحت کی چند ساعتیں مہیا کرنے کی خاطر کسی ساتھی کی

عنہا نے آپ کو پھر سے گھر بسانے کی ترغیب دی۔ انہوں نے سودہ بنت زمعہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ کے نام تجویز کیے۔ اسی دوران نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سبز ریشمی کپڑے پر سیدہ عائشہ صدیقہ کی تصویر لائے اور کہا کہ یہ خاتون اس دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو ضرور پورا ہوگا۔ یہ خواب تین دن مسلسل آتا رہا۔ بہرحال سیّدنا صدیق اکبر اور ان کے اہل خانہ سے بات چیت کے بعد یہ رشتہ طے ہوگیا اور ماہ شوال 10 نبوی میں سیدہ عائشہ صدیقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آ گئیں۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ تاہم رخصتی بعد از ہجرت شوال کے مہینے میں ہجری تقویم کے پہلے سال ہوئی۔ مدینہ منورہ میں انصار خواتین نے ان کو تیار کیا اور وہ دلہن بن کر حرم نبوی میں تشریف لائیں اور رہائش کے لئے ان کو جو حجرہ ملا وہ مسجد نبوی سے متصل تھا۔ اس گھر کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔ یہ گھر سادگی کا بہترین نمونہ تھا۔ مختصر سا کمرہ جس کی دیواریں کچی اینٹوں سے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ بارش سے بچنے کے لئے کمبل چھت پر ڈال دیا گیا تھا۔ دروازے پر بھی ایک کمبل پردے کا کام دیتا تھا۔ گھر کا کل اثاثہ، ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، چھال سے بھرا تکیہ، آٹا اور کھجور رکھنے کے لئے ایک دو برتن، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لیے ایک پیالہ تھا۔ گھر میں کئی کئی راتیں چراغ نہ جلتا تھا۔

گلشن نبوی میں آنے کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بحیثیت بیوی اور بحیثیت ماں' اپنی ذمہ داریاں خوب نبھائیں۔ اگرچہ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی لیکن گلشن نبوی میں اس وقت سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی صورت میں دو

فروگذاشت نہیں کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام انہوں نے ہی تجویز کیا۔ چنانچہ 2 ھ کے وسط میں ان کی شادی سیدنا علی المرتضیٰ سے کردی گئی۔ شادی کے تمام تر انتظامات بحیثیت ماں انہوں نے کئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر کی صفائی کی۔ بستر اور تکیہ وغیرہ تیار کیا۔ مشک اور کپڑے لٹکانے کے لئے لکڑی کی الگنی بنائی اور فرماتی تھیں میں نے فاطمہ کی شادی سے زیادہ اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی۔

نبی کریم ﷺ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان ازدواجی زندگی نو (9) سال تک قائم رہی۔ اس دوران سیدہ عائشہ نے نبی کریم ﷺ کی بھرپور خدمت کی۔ آپ کے آرام وسکون کا مکمل خیال رکھا۔ اگرچہ نبی رحمت ﷺ عدل واحسان کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام ازواج مطہرات سے یکساں اور مساوی سلوک کرتے تھے لیکن ان کو سیدہ عائشہ سے بہت محبت تھی۔ یہ بات دیگر صحابہ کرام ﷺ کو معلوم تھی۔ اس لئے وہ ہدیے اور تحائف اس دن بارگاہ مصطفوی میں کثرت سے بھیجتے تھے جس دن سیدہ عائشہ کی باری ہوتی تھی۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی رحمت ﷺ کی محبت کی شدت کا اندازہ ان احادیث سے لگایا جاسکتا ہے:

- ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر سے تشریف لائے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا اس لیے وہ کراہ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا ''ہائے میرا سر'' اس وقت سے رسول اللہ کی بیماری شروع ہوئی اور یہی مرض آپ کے وصال کا باعث بنا۔ (صحیح بخاری)
- نبی کریم ﷺ مرض الموت میں باربار دریافت فرماتے تھے آج کون سا دن ہے؟ لوگ سمجھ گئے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ کی باری کا انتظار ہے۔ (صحیح بخاری)

تادم وفات وہیں رہے اور آپ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔(صحیح بخاری)

- نبی اکرم ﷺ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین محبت بہت نرالی اور عظمت والی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا" یا حبیب اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں آپ کی ازواج مطہرات میں سے رکھے۔آپ نے ارشاد فرمایا" اگر تم اس مرتبہ کو پانا چاہتی ہو تو کل کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھو اور کسی کپڑے کو جب تک اس میں پیوند لگ سکتا ہو بیکار نہ کرو۔ چنانچہ ام المومنین کی ساری زندگی اس فرمان پر عمل پیرا رہتے ہوئے گزری انہوں نے کل کے لئے بچا کر نہ رکھا اور کپڑا پھٹ جاتا تو سی لیا کرتیں۔اگر ضرورت ہوتی تو پیوند لگا لیتی تھیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" اے عائشہ! اگر تم چاہتی ہو کہ میرے ساتھ جنت میں رہو تو تمہیں چاہئے کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح ایک چلتا مسافر ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل عرصے تک حیات رہیں اور تبلیغ دین اور تربیت مومنین میں مصروف رہیں۔ 17 / رمضان المبارک 57 ھ کی شب عشاء کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔آپ نے وصیت کی:

"مجھے رات کو جنت البقیع میں امہات المومنین کے قریب دفن کر دینا۔"

ام المومنین سیدہ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔نماز جنازہ سیدنا ابو ہریرہ

اشخاص اترے اور ان کے جسم اطہر کو قبر میں اتارا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: ''سیدہ عائشہ صدیقہ کی موت کا غم کس کس نے کیا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''جس جس کی وہ ماں تھیں اس کو ان کا غم ہوا یعنی تمام مسلمان۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم و عمل، تقویٰ، زہد، احسان، فیاضی، رحمدلی اور قناعت کا پیکر تھیں۔ علم حدیث اور علم فقہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ان کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ دور ونزدیک کے علاقوں سے مسلمانوں کے قبائل اور وفود آتے اور آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ جید صحابہ کرامؓ بھی مختلف مسائل میں آپ سے رائے لیا کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دین کی اتنی خدمت اس وجہ سے کی کہ ان کو دورِ شباب میں نبی کریم ﷺ کی محفل سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ گھر میں، مسجد میں اور جہاں بھی موقعہ ملتا سیدہ عائشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے پورا استفادہ کرتی تھیں۔ آپ کے علم وفضل کے حوالے سے دو قول ملاحظہ کیجیے:

- سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے حلال وحرام، علم وشاعری اور طب میں ام المومنین سیدہ عائشہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (زرقانی)
- امام زہری کا قول ہے جو تابعین کے پیشوا تھے: ''سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔'' (طبقات ابن سعد)

آخر میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بارے میں انہی کی ایک روایت بیان کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں میں فخر نہیں کرتی بلکہ بطور واقعہ کے کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نو باتیں ایسی عطا کی ہیں، جو دنیا میں میرے سوا کسی کو عطا نہیں کی گئیں:

2) جب میں پندرہ (15) برس کی تھی تو مجھ سے نکاح کیا۔

3) جب میں اُنیس (19) برس کی ہوئی تو میری رخصتی ہوئی۔

4) میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ کے عقد میں نہ تھی۔

5) اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپ میرے بستر میں ہوتے۔

6) میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی۔

7) میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔

8) میں نے جبرئیل علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھا۔

9) آپ نے میری گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔

(مستدرک حاکم، طبقات ابن سعد)

حضرت حفصہؓ

امّ المومنین حضرت حفصہؓ خلیفہ دوم حضرت سیّدنا عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنتِ نطعونؓ ہے۔ حضرت حفصہ کی پہلی شادی حضرت خنیس بن خدافہؓ سے ہوئی تھی۔ دونوں نے مدینہ شریف کی جانب ہجرت بھی کی تھی مگر وہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے اور آپ بیوہ ہو گئیں۔ 3ھ میں وہ حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں۔

حضرت حفصہؓ بہت بہادر، بلند ہمت اور سخی تھیں۔ سمجھ بوجھ، حق گوئی اور حاضر جوابی میں اپنے والد حضرت فاروقِ اعظمؓ کی تصویر تھیں۔ آپ بہت زیادہ عبادت گزار اور پرہیز گار تھیں زیادہ تر روزے کی حالت میں رہتی تھیں یا پھر قرآنِ مجید کی تلاوت، ذکر اذکار اور نوافل میں مشغول رہتیں۔

حضرت حفصہؓ فقہ اور حدیث کے بارے میں بہت علم رکھتی تھیں۔ اُن سے ساٹھ

اور چمنِ نبوت سے حاصل کی ہوئی خوشبو کو امت تک پہنچایا۔ اُن کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت مشہور ہیں۔ امّ المومنین نے 45ھ میں 60 سال سے زیادہ عمر میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا ان کو باقی امہارت المومنین کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت امّ سلمہؓ

حضرت امّ سلمہ کا اصل نام ''ہند'' اور کنیت امّ سلمہ ہے۔ باپ کا نام حذیفہ یا سہیل اور والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عامہ ہے۔ ان کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن اسدؓ سے ہوا تھا۔ دونوں نے ابتدائے اسلام میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔

ہجرتِ مدینہ کے وقت دونوں میاں بیوی اور ان کے بیٹے سلمہ نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف جانے کی تیاری کی مگر ظالم کفارِ مکہ نے اُن تینوں کو جدا کر دیا۔ حضرتِ امّ سلمہ کو ان کے والدین نے زبردستی روک لیا، بچے کو زبردستی اس کے ددھیال والے لے گئے۔ حضرت ابوسلمہ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر گئے۔ آپ روزانہ زاروقطار روتی تھیں اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کے لیے بے تاب تھیں۔ بہرحال اُن کے ایک عزیز کو اُن پر ترس آیا۔ تب کہیں اُن کو مدینہ شریف جانے کی اجازت ملی اور اُن کا بچہ بھی ان کے حوالے کر دیا گیا۔

سن 4ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہوا۔ اُن کے چند بچے بھی تھے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے اُن کے ساتھ نکاح فرمایا اور وہ بچوں کو لے کر کاشانۂ نبوت میں رہنے لگیں۔ آپ بہت خوبصورت تھیں اور عقل و دانش میں بھی لاجواب تھیں۔ صحابۂ کرام اور تابعین کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے علم دین حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ بھی شامل ہیں۔ انھوں نے چوراسی سال کی عمر میں مدینہ

پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت امّ سلمہ نے عقل وفراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کی پریشانی دور کرنے میں مدد کی۔ اس معاہدے میں طاقت میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کا پلڑا کچھ ہلکا دکھائی دے رہا تھا مگر بعد میں یہی معاہدہ فتح مبین کی بنیاد بنا۔ صحابۂ کرام اس معاہدے سے خوش نہیں تھے اور اس قدر رنج وغم سے پریشان تھے کہ احرام اُتارنے اور قربانی کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس مشکل وقت میں امّ المومنین حضرت امّ سلمہ نے رائے دی کہ یارسول اللہ آپ خود اپنا احرام اُتار دیں اور قربانی کرلیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی پیروی میں سب صحابہ کرام نے بھی احرام اُتار دیئے کیونکہ اب انھوں نے جان لیا کہ اس کے علاوہ کوئی چارا نہیں۔

حضرت اُمِّ حبیبہؓ

سیّدہ اُمّ حبیبہ کا اصل نام رَملہ ہے۔ ان کے باپ کا نام ابوسفیان اور والدہ کا نام صفیہ بنتِ العاص ہے۔ ابوسفیان مکہ کے مشہور سردار تھے۔ سیّدہ اُمّ حبیبہ کا نکاح پہلے عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہوا تھا اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ وہاں جا کر وہ مرتد ہوگیا اور اِسی حالت میں مرگیا۔

پردیس میں اپنے شوہر کے مرتد ہوجانے اور پھر مرجانے سے حضرت اُمّ حبیبہ بہت پریشان ہوئیں۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کو جب ان کی غمزدہ حالت کا پتہ چلا تو آپ بہت غمگین ہوئے۔ آپ نے شاہِ نجاشی کو پیغام بھیجا کہ اُن کا نکاح میرے ساتھ کردو۔ شاہِ نجاشی نے صحابہ کرام کو بلا کر نکاح کا خطبہ پڑھا اور پُرتکلف دعوت بھی کی۔ حضرت اُمّ حبیبہ کے لیے اس سے بڑا انعام اور سہارا کیا ہوسکتا تھا۔ وہ بہت خوش ہوئیں۔ شاہِ نجاشی نے ایک صحابی

خدمت میں حاضر ہوئیں۔

حضرت امّ حبیبہؓ بہت پاک دامن، اعلیٰ صفات کی حامل اور سخی خاتون تھیں۔ ایمان ان کے سینے میں بہت قوی اور راسخ تھا ایک بار ان کے والد ابوسفیان حالتِ کفر میں مدینہ شریف آئے۔ حضرت امّ حبیبہ نے بستر کو لپیٹ دیا اور کہا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ایک مشرک بسترِ نبوت پر بیٹھے۔

وہ دین کا ادراک اور سمجھ بوجھ بہت زیادہ رکھتی تھیں۔ انھوں نے 65 احادیث روایت کی ہیں۔ ان کی وفات 44ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت زینب بنتِ جحشؓ

امّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحش نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے زید بن حارث سے کر دیا تھا مگر یہ شادی کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ حضرت زینبؓ بہت خوبصورت تھیں اور ان کا تعلق قریش کے بہت ہی معزز اور اعلیٰ گھرانے سے تھا۔ جب کہ حضرت زید بن حارث ایک غلام تھے۔ نتیجہ طلاق کی صورت میں نکلا۔ نبی کریم ﷺ کو اس طلاق سے بہت دُکھ ہوا۔ آپ نے حضرت سیّدہ زینب کو نکاح کا پیغام بھیجا جس کی منظوری اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے کر دی:

"جب زید نے اُن سے حاجت پوری کر لی (زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔" (احزاب)

اس طرح زینب حضور نبی پاک ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔ آپ نے بہت بڑی

اس کی آمدن غریبوں ناداروں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ کے بقول میں نے بھلائی، سچائی اور صلۂ رحمی کے معاملات میں اُن سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔

20ھ یا 21ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ سیّدنا عمر فاروق نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ

امّ المومنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے۔ 3ھ میں نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا مگر وہ صرف 2 یا 3 ماہ زندہ رہنے کے بعد انتقال کر گئیں۔ 4ھ میں انھوں نے وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت زینب بہت سخی اور فیاض تھیں۔ وہ غریبوں مسکینوں کو خوب کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لیے ان کو ام المساکین بھی کہا جاتا تھا۔

حضرت میمونہؓ

اُمّ المومنین حضرت میمونہ کا پہلا نام تیرہ تھا جو حضور اکرم نے بدل کر میمونہ (برکت دی گئی) کر دیا۔ آپ کے والد کا نام حارث بن حزن اور والدہ کا نام ہند بنتِ عوف ہے۔

ان کا پہلا نکاح ابو دہم بن عبدالعزیٰ کے ساتھ ہوا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس کی خواہش پر 7ھ میں ان سے نکاح فرمایا۔ امّ المومنین حضرت میمونہ کی والدہ ہند بنتِ عوف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس دھرتی پر ان سے زیادہ خوش بخت عورت کوئی نہیں کیونکہ ان کے دامادوں میں مندرجہ ذیل ہستیاں شامل ہیں۔

حضرت عباس، حضرت شداد بن الباد۔"

حضرت میمونہؓ سے چھہتر 76 احادیث روایت ہیں جن میں سے سات بخاری اور مسلم شریف میں موجود ہیں۔ حضرت میمونہ حضور پاک ﷺ کی آخری زوجہ مبارک ہیں۔ ان کے بعد آپ نے کوئی اور نکاح نہیں فرمایا۔

انھوں نے 51ھ یا 61ھ میں مکہ مکرمہ کے قریب "سرف" کے مقام پر وفات پائی اور وہیں دفن کی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت جویریہؓ

حضرت جویریہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ وہ غزوہ "مریسیع" میں قیدی بن کر آئیں۔ مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو ان کو لونڈی بنا کر حضرت ثابت بن قیسؓ کے حوالے کر دیا گیا مگر انھوں نے کہا کہ اگر مجھے فدیہ دے دیا جائے تو میں انھیں آزاد کر دوں گا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے والد نے آ کر یہ رقم ادا کی اور بعض روایتوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی جیب سے یہ رقم ادا کی اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں جویریہ کے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اُن سے نکاح فرما لیا۔ اس طرح حضرت جویریہ کا مقام و مرتبہ بحال ہو گیا بلکہ پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ اس بات کی اطلاع جب لشکرِ اسلام تک پہنچی تو سب نے خوشی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ جس خاندان کی عورت ہمارے نبی ﷺ کی زوجیت میں آ گئی ہے اس کے کسی فرد کو غلام یا لونڈی بنا کر نہیں رکھا جائے گا۔ چنانچہ سب کو آزادی مل گئی۔ حضرت امّ المومنین عائشہ صدیق کا یہ فرمان ہے کہ کوئی شادی بھی حضرت جویریہ کے نکاح سے بڑھ کر مبارک ثابت نہیں ہوئی۔ حضرت جویریہ کی ایک بہن اور دو بھائی مسلمان ہوئے اور شرفِ صحابیت سے سرفراز ہوئے۔ آپ

جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت صفیہؓ

امّ المومنین حضرت صفیہ کا اصل نام زینب تھا مگر نبی کریم ﷺ نے بدل کر صفیہ رکھ دیا۔ وہ یہودی قبیلے بنونفیر کے بڑے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام ضرہ بنتِ سموئل ہے۔ آپ خاندانِ بنی اسرائیل میں سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ ان کا پہلا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق جنگِ خیبر میں مارا گیا تھا۔

محرم 7ھ میں غزوہ خیبر میں کامیابی کے بعد حضرت صفیہ کنیز بن کر مالِ غنیمت میں آئیں۔ صحابہ کرام کی درخواست پر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے خاندان وقار اور وجاہت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے نکاح میں لے لیا۔

نبی کریم ﷺ حضرت سیّدہ صفیہ کا بہت خیال رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو غیرت ہونے لگتی تھی۔

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ:

> ایک دِن حضرت صفیہؓ رو رہی تھیں۔ نبی پاک ﷺ نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ حضرت سیّدہ عائشہ اور حضرت حفصہ نے یہ کہا ہے کہ ہم تو تم سے بہت زیادہ شان والی ہیں کیونکہ ہمارا تعلق تو حضور کے خاندان سے ہے۔ نبی پاک ﷺ نے یہ سن کر فرمایا تم نے اُن سے یہ کیوں نہ کہا دیا کہ تم میرے سے بہتر کیسے ہو سکتے ہو کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ، حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔ (زرقانی جلد 3)

52ھ میں ہوا اور وہ مدینہ شریف میں دفن ہوئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ

حضرت ماریہ قبطیہ کو مصر کے بادشاہ مقوقس قبطی نے ہدیہ کے طور پر حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ ان کی ماں رومی اور باپ مصری تھا۔ وہ بہت خوبصورت اور حسین تھیں۔ کنیز ہونے کے باوجود نبی پاک ﷺ ان کو پردے میں رکھتے تھے۔ ان کو مقام العوالی کے نزدیک ایک الگ گھر بنا کر دیا ہوا تھا۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیمؓ ان کے بطن میں سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظمؓ اپنے دورِ خلافت میں اُن کے خرچ کا اہتمام کرتے رہے۔ 15ھ یا 16ھ میں اُن کی وفات ہوئی۔ سیّدنا فاروقِ اعظمؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور وہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت ریحانہؓ

حضرت ریحانہؓ بنو قریظہ قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ بعض روایتوں کے مطابق انھوں نے ایمان لانے کے بعد کنیز کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ (زرقانی)

(صلی اللّٰہ علیه وآله واصحابه وازواجه وذریته وبارک وسلم تسلیما)

ooo

اولادِ کرام

نبی رحمت ﷺ گلشن میں کھلنے والی پھول کلیوں کی تعداد چھ یا سات ہے۔ آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں جن کے نام، زینب، رقیہ، امّ کلثوم اور فاطمتہ الزہرا ہیں۔ شہزادوں کے نام قاسم اور ابراہیم ہیں۔ بعض سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ آپ کے ایک اور شہزادے بھی تھے جن کا نام عبداللہ اور لقب طیب اور طاہر تھا۔ حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن میں سے تھے جب کہ باقی ساری اولاد امّ المومنین سیّدہ خدیجہ میں سے تھیں۔

حضرت زینبؓ

حضرت زینبؓ بعثتِ نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ وہ سب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں۔ حضرت زینب کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص بقیط بن ربیع کے ساتھ ہوا۔ جو حضرت خدؓیجہ کی بہن ہالہ کے بیٹے تھے۔ نبی پاک نے جب اعلانِ نبوت کیا تو آپ کی ساری صاحبزادیاں اسلام لے آئیں مگر ابوالعاص نے اسلام قبول نہ کیا۔ جنگِ بدر میں ابوالعاص کفار کی طرف سے شامل ہوا مگر جنگی قیدی بن کر مدینہ طیبہ پہنچا۔ سیّدہ زینبؓ نے ان کی رہائی کے لیے فدیہ کے طور پر سونے کا ہار بھیجا جو سیّدہ خدیجہ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے کیونکہ آپ کو اپنی پیاری اور سب کچھ نثار کرنے والی رفیقہ حیات سیّدہ خدیجہؓ یاد آ گئیں۔ آپ نے صحابۂ کرام کی رائے کے ساتھ وہ ہار ان کو واپس کر دیا اور اس وعدے پر چھوڑ دیا کہ وہ مکہ جا کر سیّدہ زینب کو مدینہ

ابوالعاص نے سیّدہ زینب کو مدینہ شریف کی جانب روانہ کر دیا مگر کافروں نے راستے میں آپ کو اونٹ سے گرادیا جس سے آپ کا حمل ضائع ہو گیا آپ کو بہت تکلیف تھی مگر آپ زید بن حارث اور ایک انصاری صحابی کے ہمراہ خیریت سے مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔

سن 6ھ میں ابوالعاص ایک تجارتی قافلہ لے کر ملک شام گئے۔ واپسی پر مقام عیص پر حضرت زید بن حارث کی قیادت میں یہ قافلہ مسلمانوں کے قابو آ گیا جسے قید کر کے مال و دولت سمیت نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا مگر حضرت زینب کے پناہ دینے کی وجہ سے سارا سامان واپس کر دیا گیا بعد میں مکہ شریف پہنچ کر وہ مسلمان ہو گئے۔

محرم 7ھ میں وہ مدینہ شریف پہنچے۔ حضورِ انور ﷺ نے حضرت زینب کا نکاح پھر اُن سے کر دیا۔

حضرت زینب نے 8ھ میں انتقال فرمایا جنت البقیع میں رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوالعاص نے اُن کو قبر میں اُتارا۔

حضرت زینب کی اولاد میں ایک بیٹی امامہ اور ایک بیٹا علی تھا۔ بیٹا بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ نبی پاک ﷺ اُمامہ سے بہت پیار کرتے تھے اور بعض اوقات اُن کو کاندھوں پر بٹھا لیتے تھے۔ ایک بار ایک بہت قیمتی ہار نبی پاک ﷺ کو ملا آپ نے وہ ہار امامہ کو دے دیا۔

حضرت رقیہؓ

حضرت رقیہؓ نبی پاک ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں حضور نے ان کی اور دوسری صاحبزادی امّ کلثوم کی شادی ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دی تھی مگر ابولہب نے نبی پاک ﷺ کو اذیت پہنچانے کے لیے دونوں بیٹیوں کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے ڈالی۔ بعد میں آپ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ دونوں نے حبشہ کی

میں فوت ہو گئے۔

غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ بہت بیمار تھیں۔اسی لیے حضرت عثمانؓ غزۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔جس دِن غزوۂ بدر میں فتح کی خبر مدینہ منورہ پہنچی اُس دِن سیّدہ رقیہ وفات پا گئیں۔ نبی کریم ﷺ خود جنازے میں شریک نہ ہوئے۔وفات کے وقت اُن کی عمر 20 سال تھی۔

حضرت امّ کلثومؓ

نبی کریم ﷺ کی تیسری بیٹی کا نام حضرت امّ کلثوم ہے۔ان کا نکاح بھی ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ ہوا تھا وہ بہت بدتمیز اور گستاخ تھا اُس نے سیّدہ امّ کلثوم کو طلاق دے دی اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدتمیزی بھی کی۔آپ نے دُعا کی ''یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط فرما'' کچھ عرصے بعد عقیبہ اور اس کا باپ ابولہب تجارت کی غرض سے ملک شام گئے تو راستے میں ایک جگہ رُکے وہاں سامان کے ڈھیر پر اُسے سلا دیا گیا۔ رات کے وقت ایک شیر جنگل میں سے آیا۔اُس نے سب کا منہ سونگھا اور پھر عقیبہ کو پہچان کر اُسے چیر پھاڑ ڈالا۔بعد میں وہ شیر نظر نہیں آیا۔

سن 3ھ میں حضرت رقیہ وصال فرما گئیں تو حضور نے سیّدہ امّ کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔حضرت عثمان کو اسی لیے ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔

9ھ میں حضرت امّ کلثوم کا وصال ہوا اور ان کی نمازِ جنازہ خود رسولِ کریم ﷺ نے پڑھائی۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی آل پاک سے محبت ایمان کامل کی علامت ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

''تم فرمادو میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، ہاں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے قریبی عزیزوں (اہل بیت) سے محبت رکھو۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے پیش نظر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔'' (ترمذی شریف)

اہل بیت پاک میں سب سے محترم اور تقدس مآب شخصیت نبی رحمت ﷺ کی پیاری شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے بے حد ارفع و اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے' جس نے اسے غصہ دلایا، اس نے مجھے غصہ دلایا۔'' (صحیح بخاری، حدیث 909)

ایک اور روایت میں ہے:

''جو چیز انہیں (سیدہ فاطمہ کو) پریشان کرے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو کوئی انہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے۔''

(صحیح مسلم' صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قربت' فضیلت اور شفقت کے

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت فاطمہ آئیں ان کی چال نبی کریم ﷺ کی چال سے بالکل مختلف نہ تھی، جب حضور نے انہیں دیکھا تو فرمایا خوش آمدید اے میری بچی! انہیں بٹھالیا اور ان سے کچھ سرگوشی کی۔ آپ بہت سخت روئیں تو جب ان کا رنج ملاحظہ کیا، ان سے دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو میں نے ان سے سرگوشی کے بارے پوچھا۔ آپ بولیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کرسکتی۔ پھر جب حضور کی وفات ہوگئی تو میں نے کہا کہ میں تم کو اس حق کی وجہ سے جو میرا تم پر ہے قسم دیتی ہوں کہ مجھے سب کچھ بتادو۔ آپ بولیں: اب تو ہاں ضرور۔ جس وقت حضور ﷺ نے پہلی بار مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے مجھے خبر دی کہ سیدنا جبرئیل (علیہ السلام) ہر سال مجھ پر قرآن مجید ایک بار پیش کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار قرآن مجید مجھ پر پیش کیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میری وفات قریب ہے۔ تم اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا۔ میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں۔ تو میں رونے لگی۔ جب حضور ﷺ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی۔ فرمایا:

> ''اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی لوگوں کی بیویوں یا مومنوں کی بیویوں کی سردار ہو اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے مجھ سے سرگوشی کی اور خبر دی کہ اس بیماری میں حضور کی وفات ہوگی تو میں روئی تو پھر مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور مجھے خبر دی کہ میں ان کے گھر والوں میں پہلی ہوں گی جو ان کے پیچھے پہنچوں گی' تو میں ہنس پڑی۔'' (صحیح مسلم، صحیح بخاری، مشکوۃ شریف)

ایک اور حدیث مبارکہ میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شان یوں بیان ہوئی کہ فاطمہ

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غضب سے غضب فرماتا ہے اور ان کی رضا کے ساتھ راضی ہوتا ہے۔''(مدارج النبوت)

ایک دفعہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں کو نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے فرش پر بٹھایا اور ان کی دلجوئی فرمائی۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ آپ سے پوچھنے لگے: یارسول اللہ! کیا یہ زیادہ آپ کو محبوب ہیں یا کہ میں زیادہ محبوب ہوں؟ آپ نے جواب دیا تم سے زیادہ یہ پیاری ہیں اور ان سے زیادہ تم پیارے ہو۔

(مدارج النبوت)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ (کے جسمِ اقدس) پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی۔ آپ کے واپس آنے کے بعد بن علیؓ آئے، حضور ﷺ نے انہیں اس میں داخل کرلیا۔ پھر جناب حسین رضی اللہ عنہ آئے' حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی داخل کرلیا۔ پھر سیدہ فاطمہ آئیں تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں بھی داخل کرلیا۔ پھر سیّدنا علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) آئے تو انہیں بھی داخل کرلیا۔ پھر فرمایا:

''اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے نجس کو دور کردے اور تم کو خوب پاک صاف بنادے۔''(صحیح مسلم)

ایک حدیث مبارکہ میں سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''فاطمہ سیدہ نساء العالمین یعنی تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔آپ کی پیدائش مکہ معظّمہ میں ہوئی اور زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ گلشن نبوت میں یہ پھول شادی کے دس سال بعد یعنی بعثت نبوی سے پانچ سال قبل کِھلا۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ چھوٹی شہزادی سیدۃ نساء العالمین اور سیدۃ نساء اہل الجنتہ ہیں۔آپ کے نام فاطمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا۔آپ کا نام بتول اس لیے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بلحاظ فضیلتِ دین اور حسن و جمال منفرد تھیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے بے نیاز تھیں۔آپ کا نام زہراء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ خوبصورتی اور حسن وزیبائی میں درجہ کمال پر فائز تھیں۔اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو صورت، سیرت اور کلام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت عطا کی تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نبوت کے 35 برس پیدا ہوئیں یعنی اعلان نبوت سے پانچ سال قبل جب کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پینتیس (35) سال اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر پچاس (50) سال تھی۔یہ وہ سال ہے جب خانہ کعبہ میں ایک دراڑ آنے کی وجہ سے اسے از سرِ نو تعمیر کیا جا رہا تھا اور حجر اسود کی تنصیب پر تمام قبائل مکہ ایک دوسرے کے مقابل آنے کو تھے۔نبی کریم ﷺ کی فراست سے تنصیب حجر اسود کا مرحلہ بہت اچھے انداز میں طے ہو گیا۔

سیدہ فاطمہ کی تربیت محسن انسانیت معلم اخلاق سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرِ نگرانی ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوئی۔سیدہ خدیجہ نہایت

اتم اور احسن و اکمل صورت میں موجود تھیں۔ ان کی شرافت، دیانت، تقدس، پا کیزگی، حسنِ اخلاق، حلم، شفقت، مودت، سخاوت اور وسیع قلبی کے سب لوگ معترف تھے۔ انہوں نے یہ سبھی اوصاف اپنی شہزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ظاہر و باطن میں سمو دیئے اور ان کی پرورش اس انداز میں کی کہ وہ شرم وحیاء' تقدس' عفت' حلم اور سخاوت کا پیکر لاجواب بن کر جواں ہوئیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بابا جان سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو پرچم توحید بلند کرنے کے صلے میں کفار مکہ کے بے انتہا ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک وقت آیا کہ سردارانِ قریش نے باہمی مشورے سے شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاندان کو شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں قطع تعلقی اور سماجی مقاطعہ کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا۔ ان ایام میں سیدہ فاطمہ کا لڑکپن تھا لیکن وہ اپنے عظیم والدین کے ساتھ اس گھاٹی میں مقید رہیں۔ صبر وتسلیم کے ساتھ یہ مشکل وقت گزارا اور اپنے والدین کو کبھی تنگ یا پریشان نہ کیا۔ صبر و رضا اور بردباری کی تربیت میں ان ایام نے اہم کردار ادا کیا۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بابا جان رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ ایک بار مکہ مکرمہ کے کافر سرداروں نے ابوجہل لعین کی شہ پر اونٹ کی اوجھڑی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر رکھ دی جبکہ آپ سجدے کی حالت میں تھے۔ سیّدہ فاطمہ کو پتہ چلا تو گھر سے بے قراری کے ساتھ دوڑتی آئیں اور اوجھڑی پشت مبارک سے اتاری۔ سیدہ فاطمہ کا دل شدت غم سے شق ہونے کو تھا اور ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ اپنے ابا جان پر رؤسائے مکہ کا یہ ظلم دیکھ کر آپ بہت دل گرفتہ ہوئیں۔ اس موقعہ پر ہی نبی اکرم سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل اور اس کے ساتھی سرداروں پر

اگرچہ تاریخ وسیرت کی کتب میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت کے بارے میں مواد کم ملتا ہے لیکن یہ طے شدہ امر ہے کہ سیدہ فاطمہ کی تربیت اور پرورش بھرپور انداز میں ہوئی۔ گھر میں تین بڑی بہنیں بھی تھیں جو یقیناً آپ کو کھلاتی ہوں گی پھر اپنی والدہ ماجدہ اور بہنوں کی تربیت میں آپ نے خانہ داری گھر گرہستی کے تمام کام سیکھے ہوں گے جن میں سینا' پرونا' کھانا پکانا' چکی پیسنا اور گھربار کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا شامل تھا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب نبی رحمت شفیع امت علیہ التحیہ والسکینت ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہما کو زادِراہ دے کر مکہ معظّمہ بھیجا تاکہ وہ خاندان نبوت کے افراد کو لے آئیں۔ ان کے ہمراہ سیدہ فاطمہ، سیّدہ ام کلثوم، سیّدنا اسامہ بن زید، ان کی والدہ ام ایمن اور ام المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ بھی تھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ اس سفر میں سیّدنا عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے خاندان کے افراد بھی ساتھ تھے۔ (طبقات ابن سعد)

سیدۃ نساء العالمین، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی نہایت سادگی مگر وقار اور تقدس کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ رمضان المبارک 2 ہجری میں جب سیدہ کا نکاح ہوا تو آپ کی عمر سولہ یا اٹھارہ برس تھی' جبکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر ساڑھے اکیس سال تھی۔ سیرت کی کتب میں روایت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ سے شادی کی خواہش ظاہر کی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ اسی طرح سیدنا فاروق اعظم نے بھی سیدہ کے ساتھ شادی کا پیغام دیا ان دونوں اصحاب کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کو مزید مضبوط کرنا تھا لیکن آپ نے فرمایا وہ عمر رسیدہ ہیں۔ روایات میں ہے کہ چند دن بعد سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ترغیب دلانے پر اور بعض راویوں کے مطابق انصار اور

بارگاہ سید العالمین ﷺ میں اپنا مدعا بیان کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحبا کہا اور ان کا پیغام قبول فرمالیا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فقر و تنگدستی کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ ایک یہودی کے باغ میں مزدوری کرتے تھے۔ شادی کی ضروریات کے لیے ان کے پاس رقم موجود نہ تھی۔ حق مہر کی ادائیگی کے لیے آپ نے اپنی زرہ بیچنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ نے اپنی زرہ صحابہ کرام ﷺ کے سامنے پیش کی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً چار سو اسی درہم میں خرید لی اور پھر یہی زرہ ان کو تحفتاً واپس کر دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم سے دو تہائی رقم خوشبو وغیرہ پر خرچ کی اور ایک تہائی شادی کے سامان اور دیگر ضروریات پر صرف کر دی۔ اس کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مسجد نبوی میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ آپ منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

''اے گروہ مہاجرین وانصار! مجھے اللہ پاک نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے کر دوں۔ میں تمہارے سامنے اس حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔''

اس کے بعد آپ نے نکاح پڑھایا۔ جہیز میں جو سامان دیا گیا وہ سادگی اور اسلامی تہذیب کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: ایک بستر، ایک پلنگ، ایک مشکیزہ، ایک چکی، ایک مصلیٰ، مٹی کے برتن (گھڑا وغیرہ) پیالہ، دو یا تین چادریں، دو بازو بند، کھجور کی چھال سے بھرا چمڑے کا ایک تکیہ آپ کا جہیز بنا۔

رخصتی کے بعد رات کو نبی کریم ﷺ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے سیدہ فاطمہ کو پانی کا پیالہ لانے کے لیے کہا۔ آپ نے اس پانی میں اپنا

چھڑکا۔ پھر تھوڑا سا پانی ان کے شانوں کے درمیان چھڑکا اور یہ دعا پڑھی:

''اے خدا میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔''

اسی طرح آپ نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلایا اور پانی کے چھینٹے ان کے سر اور چہرے پر ڈالے اور یہی دعا فرمائی:

''اے اللہ میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔''

اس کے بعد فرمایا کہ **بسم اللہ و ببر کتہ** کہہ کر اپنی زوجہ کے پاس جاؤ۔

خاندان نبوت کے دو پھولوں کی شادی بہت خوشگوار ثابت ہوئی۔ دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔ سیّدہ فاطمہ سیرت و گفتار اور کردار میں اپنے ابا جان ﷺ کا ہو بہو عکس تھیں۔ حلم، بردباری، چاہت اور شوہر کی خدمت گزاری اور ادب و احترام ان کا معمول تھا۔ اسی طرح سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی سیدہ سے بے حد محبت کرتے اور ان کا ہر ممکن خیال رکھتے تھے۔ تاہم ایک دو بار معمولی سی رنجش پیدا ہوئی جو نبی کریم ﷺ کی توجہ سے دور ہو گئی۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ آپ نے سیّدہ فاطمہ سے پوچھا ''تمہارے چچا زاد کدھر ہیں؟'' وہ بولیں ''مجھ میں اور ان میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا وہ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور دوپہر کو یہاں نہیں لیٹے۔'' رسول کریم ﷺ نے ایک صحابی کو بھیجا ''دیکھو وہ کہاں ہیں؟'' اس صحابی نے آ کر عرض کیا کہ سیّدنا علی مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم لیٹے ہوئے ہیں، پہلو سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور

ابوتراب! اٹھوابوتراب!'' حضورﷺ سیّدنا علی کو اپنے ساتھ گھر لائے اور میاں بیوی میں صلح کروادی۔ سیّدنا علی کو ابوتراب کہلایا جانا عمر بھر بہت محبوب رہا۔ (صحیح بخاری)

ایک مرتبہ ابوجہل کے بھائی نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی بھتیجی غوراء بنت ابوجہل سے نکاح کی پیشکش کی۔ انہوں نے حامی بھر لی حضورﷺ کو یہ بات بے حد ناگوار گزری۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

''عمرو بن ہشام بن مغیرہ علی سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہے اور مجھ سے اجازت مانگتے ہیں لیکن میں کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دوں گا البتہ علی میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اسے اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ پھر فرمایا'' خدا کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی، دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔''

حضورﷺ کو اس طرح ناراض دیکھ کر سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فوراً اپنا ارادہ ترک کر دیا اور پھر سیّدہ فاطمہ کی زندگی تک کسی دوسرے نکاح کا خیال ذہن میں نہ لائے۔ (صحیح بخاری)

سیدہ فاطمتہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد جب کسی نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ سیدہ کا حسن سلوک کیسا تھا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا'' فاطمہ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھیں اگرچہ وہ دنیا سے چلی گئیں مگر اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔''

کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب کبھی آپ سفر پر تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمتہ الزہراء سے مل کے جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ سے آ کر ملتے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سیدہ فاطمتہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ازراہ محبت کھڑے ہو جاتے' شفقت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اِسی طرح جب نبی پاک ﷺ سیدہ فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں' محبت سے آپ کا سر مبارک چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

غزوہ احد (3 ہجری) میں مدینہ منورہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر مسلم خواتین فرطِ غم سے نڈھال ہو کر جبل احد کی جانب چل پڑیں۔ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی غمزدہ اور پریشان ہو کر میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ وہاں نبی رحمت ﷺ کا دیدار کر کے ان کو سکون ملا۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں۔ ایک زخم سے خون بند نہ ہوتا تھا، سیّدہ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا، اس کو جلایا اور راکھ زخم میں بھر دی۔ اس طرح خون بند ہو گیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زہد و تقویٰ اور ایثار و سخا کا پیکر تھیں۔ خود فقر و سادگی کی زندگی بسر کی لیکن کبھی کسی سائل اور حاجت مند کو دروازے سے خالی نہ لوٹایا۔ ایک دفعہ قبیلہ بنو سُلَیم کے ایک بہت بوڑھے شخص نے نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے اس کو دین کے ضروری مسائل بتائے پھر صحابہ کرام ﷺ سے پوچھا کہ تم میں سے

اپنی اونٹنی اسے دے دی جبکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنا عمامہ اتار کر اسے پہنا دیا۔ اس کے کھانے کا اہتمام کرنے کی ڈیوٹی سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی لگی۔ وہ اسے ساتھ لے کر مختلف صحابہؓ کے گھر گئے لیکن کھانے کا بندوبست نہ ہو سکا۔ بالآخر انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا: ''اے سلمان! خدا کی قسم، آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد کی چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ خوراک دے دو۔'' سیدنا سلمان فارسیؓ نے چادر شمعون یہودی کو دیتے ہوئے سارا واقعہ سنایا۔ وہ حیرت سے ششدر رہ گیا۔ اس کے خیال میں بھی نہ تھا کہ ایسے سخی لوگ بھی ہیں جو خود بھوکے رہتے ہیں لیکن سائل کو خالی نہیں لوٹاتے۔ اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا ''اے سلمان! خدا کی قسم، یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہ کے باپ پر ایمان لایا۔ اس نے وہ چادر بھی واپس کر دی اور کچھ اناج دیا، جسے چکی میں پیس کر سیّدہ نے کھانا پکایا۔ سیّدنا سلمان فارسیؓ کے کہنے کے باوجود آپ نے اس میں سے تھوڑا سا اناج بھی اپنے بچوں کے لیے نہ رکھا۔

(سلام اللہ علی ابیھا و علیھا و رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا)

سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا زہد و تقویٰ کے اعلیٰ اوصاف سے مزین تھیں۔ آپ کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، ذکر اور عبادت میں گزرتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہ کو دیکھتا تھا کہ کھانا پکاتی جاتی اور اللہ کا ذکر کرتی جاتی تھیں۔ سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہ، اللہ تعالیٰ کی بے حد عبادت کرتی تھیں لیکن گھر کے کام

گھر کا سارا کام سیدہ فاطمہ خود کرتی تھیں۔ چکی پیس پیس کر ان کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مال غنیمت میں سے اگر ایک لونڈی فاطمہ کو عنایت ہو جائے تو اسے کافی آسائش مل سکتی ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "بیٹی! بدر کے شہیدوں کے یتیم تم سے پہلے مدد کے حق دار ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا:

"تم جس چیز کی خواہشمند تھیں اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں، ہر نماز کے بعد تینتیس (33) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (33) مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس (34) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے لونڈی اور غلام سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔"

سیّدہ نے عرض کیا "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اسی حال میں خوش ہوں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے حد غمگین اور اداس رہتی تھیں۔ ان کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ صرف چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ کو بھی اللہ تعالیٰ طرف سے بلاوا آ گیا اور وہ 3/ رمضان المبارک 11ھ کو وصال کر گئیں۔ رات کے اندھیرے میں جنت البقیع شریف میں دفن ہوئیں۔ وصیت کی تھی کہ مجھے رات کو دفن کرنا تاکہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازے پر نہ پڑیں۔ ان کی نماز جنازہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے پڑھائی۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کی نماز جنازہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور جنت البقیع میں صدر دروازے کے سامنے داہنی جانب احاطے میں موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو آپ کی رہائش گاہ پر ہی دفن کیا گیا۔ اہل اسلام نہایت عقیدت اور

دامن مراد کو انوار ربانی سے بھر بھر کر لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم عاصیوں کو مالا مال کرے۔ آمین

حضرت قاسمؓ

امّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے پیدا ہونے والی سب سے پہلی اولاد حضرت قاسم ہیں وہ اعلانِ نبوت سے پہلے پیدا ہوئے اور صرف 2 سال یا اس سے بھی کم عمر میں وصال فرما گئے۔ نبی پاک کی کنیت ابوالقاسم انہی کے نام سے ہے۔

حضرت عبداللہؓ

حضرت خدیجہؓ کی سب سے چھوٹی اولاد ہے اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ طیب اور طاہر ان کے لقب ہیں۔

حضرت ابراہیمؓ

حضرت ابراہیمؓ نبی پاک ﷺ کی سب سے آخری اولاد ہے۔ ان کی والدہ کا نام سیّدہ ماریہ قبطیہؓ ہے جن کو حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینے کے نزدیک العوالی کے مقام پر ایک مکان لے کر دیا ہوا تھا۔ اس علاقے کو اب بھی ''مشربہ ام ابراہیم'' کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم کی پرورش امّ سیف نے کی جو ایک لوہار کی بیوی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ان کو دیکھنے کے لیے العوالی چلے جاتے تھے انھوں نے 17 یا 18 ماہ کی کم سنی میں ہی وفات پائی۔ نبی پاک ﷺ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔ ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ خود حضور پاک ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

○○○

ذکرِ حُسن و جمال

اللہ تعالیٰ نے اپنے سوہنے اور پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن و جمال کا پیکر بنا کر بھیجا اور آپ کو پوری کائنات میں سب سے خوبصورت اور حسین و جمیل بنایا۔ حسن و جمال اور خوبصورتی و رعنائی میں آپ سے پہلے کوئی ہوا اور نہ قیامت تک کوئی ہوگا۔ اس لیے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ساتھ اپنے حسن و جمال میں بھی یکتا اور بے مثال ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے حسن و جمال اور تخلیق کے بارے میں بہت خوبصورت انداز میں کہا ہے۔

وَاَحۡسَنُ مِنۡکَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَیۡنِیۡ
وَاَجۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقۡتَ مُبَرَّاً مِّنۡ کُلِّ عَیۡبٍ
کَاَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَآءُ

ترجمہ: میری آنکھوں نے آپ جیسا حسیں دیکھا ہی نہیں، نہ کسی ماں نے آپ جیسا جنا ہے، آپ ہر عیب اور نقص سے پاک پیدا کئے گئے ہیں۔ لگتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی خواہش اور چاہت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا حسن و جمال عطا کیا گیا ہے اور جتنے زیادہ فضائل اور خصائص آپ کو عنایت ہوئے ہیں۔ اُن کا شمار یا اندازہ کرنا انسان کے بس سے باہر

وجود میں موجود ظاہری اور باطنی کمالات ہر ذات سے بڑھ کر ہیں اور آپ کا وجود اس انداز میں تخلیق کیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے یا بعد میں آپ کی مثل ممکن ہی نہیں ہے۔

علماء کرام اور محدثین نے یہ بات کھل کر لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کو اتنا ہی ظاہر کیا ہے جتنا کہ انسانی آنکھ میں دیکھنے کی تاب ہے آپ کی خوبصورتی کو بہت حد تک پردوں میں چھپایا گیا ہے جیسا کہ حضرت ملا علی قاری نے لکھا ہے:

''محبوبِ خدا ﷺ کا حسن و جمال آخری حد تک پہنچا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے انوار و جمال کو صحابۂ کرام سے چھپا کر رکھا کیونکہ اگر آپ پوری طرح جلوہ فرما ہوتے تو آپ کے نورانی چہرے کی جانب نظر اُٹھانا بھی مشکل ہوتا۔'' (جمع الرسائل:9)

نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے سیرت نگاروں نے بہت سی تشبیہات کا سہارا لیا ہے مگر یہ بات پیشِ نظر رہے کہ یہ صرف سمجھنے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ مخلوقات میں سے کوئی بھی شئے آپ کے حسن و جمال اور صفات کی مثل نہیں ہو سکتی۔

نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال، خوبصورتی اور رعنائی کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کچھ احادیث تحریر کی جاتی ہیں:

حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ:

''سرخ جوڑا پہنے ہوئے زلفوں والا اتنا خوبصورت چہرا میں نے نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ آپ کی زلفیں کندھوں کو چھوتی تھیں۔ آپ دو کاندھوں کے درمیان مناسب فاصلے والے تھے۔ نہ تو بہت لمبے قد والے تھے اور نہ پستہ قد والے، بلکہ درمیانے قد والے

حضرت جابر بن سہراء روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی شریف کے بالوں کا سامنے کا حصہ کسی قدر سفید تھا۔ آپ جب تیل لگا لیتے تو سفیدی ظاہر نہ ہوتی۔ جب بال بکھرے ہوتے تو سفید بال نمایاں ہوتے تھے۔ داڑھی شریف میں بہت گھنے بال تھے۔ ایک آدمی بولا کہ حضور کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی مانند تھا کچھ کچھ گول تھا اور میں نے آپ کے دو کاندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتری کے انڈے جتنی تھی اور اس کا رنگ باقی جسم کی طرح ہی تھا۔'' (مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نہ تو بہت لمبے قد والے تھے اور نہ بہت پستہ قد والے، آپ کا رنگ نہ بالکل سفید تھا اور بالکل گندمی، آپ کی زلفیں نہ تو گھنگھریالی تھیں اور نہ بالکل سیدھی، ایک اور جگہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ بھاری سر والے اور بھاری قدموں والے تھے۔ میں نے آپ جیسا حسین چہرہ نہ تو آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ آپ چوڑی ہتھیلی والے تھے۔''

حضرت سماک بن حرب، حضرت جابر بن حیانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کشادہ چہرے والے، سرخ و سفید آنکھ والے اور کھلی پتلیوں والے تھے۔''

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے آپ گورے حسن والے، اور درمیانے قد والے تھے۔'' (مشکوٰۃ، مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ چمکتی رنگت والے تھے۔ آپ کا پسینہ موتیوں کی طرح ہوتا جب چلتے تو طاقت سے چلتے۔ میں نے موٹا یا ریشم کپڑا بھی حضور پاک ﷺ کے ہاتھ سے نرم نہیں چھوا اور نہ ہی ایسا مشک و عنبر سونگھا ہے جو حضور پاک ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔''

حضرت علی بن ابو طالبؓ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ بہت چھوٹے قد والے۔ آپ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے، موٹی ہتھیلیوں اور موٹے قدموں والے تھے جن میں سرخی کی چمک تھی۔ موٹے جوڑوں والے اور لمبی زلفوں والے جب چلتے تو قوت سے چلتے یوں محسوس ہوتا جیسے چڑھائی سے اُتر رہے ہوں۔ میں نے آپ کی مثل نہ پہلے دیکھی اور نہ بعد میں۔''

حضرت علی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نہ تو بہت موٹے تھے اور نہ بالکل پتلے، گول چہرے والے، چہرے میں کچھ گولائی تھی۔ آپ کا رنگ سفید تھا، سرخی والی خوب کالی آنکھیں، لمبی پلکیں، موٹی ہڈیاں اور موٹے کندھوں والا جسم، سینے پر بالوں کی باریک ڈوری، موٹی ہتھیلیاں، بھاری قدم

ہوں۔ جب ادھر اُدھر توجہ فرماتے تو پوری طرح توجہ کرتے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبین یعنی سب نبیوں میں آخری ہیں۔ لوگوں میں سب سے سخی دل والے بہت سچ بات کرنے والے، بہت نرم طبیعت والے، اور لوگوں سے بہت اچھا برتاؤ کرنے والے۔ جو کوئی آپ کو اچانک دیکھ لیتا تو آپ کی ہیبت سے ڈر جاتا۔ جو آپ سے میل جول رکھتا، آپ کو جاننے لگتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ کی نعت کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپ کی مثل نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔''

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں کچھ باریک تھیں۔ آپ ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ میں نے جب بھی نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو ہی محسوس ہوا کہ آپ نے سرمہ لگایا ہوا ہے اگرچہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔''

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے سامنے والے دو دانتوں کے درمیان خالی جگہ تھی جب آپ کلام کرتے تو اُن دانتوں میں سے نور نکلتا تھا۔'' (مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

''جب رسول اللہ ﷺ کسی راستے سے گزر جاتے تو پیچھے آنے والا

مہک یا پسینے کی خوشبو کی وجہ سے)" (دارمی)

حضرت کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ :

"رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا نورانی چہرہ چمکنے لگتا جیسے چودھویں کا چاند کا ٹکڑا ہو۔ ہمیں آپ کی خوشی کا پتہ چل جاتا تھا۔"
(صحیح مسلم، صحیح بخاری)

ان احادیث اور روایات کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کچھ اس طرح سے ہے :

- "حضور اکرم ﷺ کا چہرہ انور کسی قدر گول تھا، گوشت سے بھرا ہوا تھا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔"
- "آپ کی آنکھیں بڑی بڑی اور اُن میں قدرتی طور پر سرمہ لگا ہوا تھا۔ پلکیں لمبی تھیں اور آنکھوں میں سرخی کی جھلک تھی۔ آپ اندھیری رات میں بھی روشن دن کی طرح دیکھتے تھے۔"
- "آپ کے ابرو لمبے تھے اور درمیان میں سے ملے ہوئے تھے۔"
- "آپ کا ناک مبارک خوبصورت اور کچھ لمبا تھا۔ درمیان میں اُبھار نمایاں۔"
- "آپ کی پیشانی مبارک کھلی، کشادہ اور چراغ کی طرح روشن تھی۔"
- "دہن مبارک کشادہ، رخسار مبارک ہموار اور دندان مبارک سامنے سے کھلے اور روشن تھے۔ جب گفتگو فرماتے تو ان میں سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔"
- "نبی کریم ﷺ کا لعاب دہن پاک اور بیماروں اور زخمیوں کے لیے شفا بخش تھا۔"
- "ہاتھ کے کف اور بازو مبارک پر گوشت تھا۔ ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ نرم تھیں۔ آپ جس کے ساتھ مصافحہ کر لیتے وہ خوشبو میں دوسروں سے ممتاز اور افضل ہو جاتا۔"

تھے۔"

- "حضور اقدس ﷺ کا بول و براز بلکہ جسمِ اطہر کے سارے فضلات پاک تھے۔"
- "آپ کی پشت مبارک ایسے لگتی تھی جیسے پگھلائی ہوئی چاندی ہو۔ دونوں کندھوں کے درمیان نورانی گوشت کا ایک اُبھرا ہوا ٹکڑا تھا، جسے مہر نبوت کہتے ہیں۔"
- "قدم مبارک گوشت سے بھرے ہوئے اور خوبصورت تھے۔ ایڑیاں متوازن سی تھیں جب چلتے تو طاقت سے پاؤں اُٹھاتے تھے۔"
- "آپ کا قد لمبا تھا نہ پست بلکہ درمیانہ تھا مگر جب لوگوں کے درمیان چل رہے ہوتے تو سب سے ممتاز نظر آتے تھے۔"
- "آپ کے جسم کا رنگ گورا سرخی مائل اور انوار سے مزین نظر آتا تھا۔"
- "آپ کی جلد مبارک نرم تھی۔ جسم مبارک اور پسینے سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ کستوری بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔"
- "سر مبارک کے بال نہ تو گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ دونوں کے درمیان تھے۔ زلفیں کالی تھیں اور کبھی کانوں تک اور کبھی کندھوں تک بڑھی ہوتی تھیں۔"
- "داڑھی مبارک گھنی اور سیاہ تھی۔ اُس میں کنگھی کرتے ہوئے آئینہ دیکھا کرتے تھے۔ ہونٹوں سے بڑھے ہوئے بال تراش لیتے تھے اور داڑھی مبارک کو قینچی سے ہموار کیا کرتے تھے۔"

لباس

نبی پاک ﷺ کا لباس مبارک نہایت سادہ اور صاف ستھرا ہوتا تھا۔ عام طور پر چادر، قیمض اور تہہ بند پہنتے تھے۔ یمن کی دھاری دار چادریں (خیرۃ) بہت پسند تھیں۔ سفید لباس

شملا کبھی چھوڑ دیتے اور کبھی نہ چھوڑتے عمامے کا رنگ اکثر سیاہ ہوتا تھا۔ چادر حضور پاک ﷺ کے استعمال میں اکثر رہی تھی۔ چادر کبھی لپیٹ لیتے اور کبھی ایک پلو دائیں بغل سے نکال کر اُلٹے کندھے پر ڈال لیتے تھے۔ یہی چادر بیٹھے ہوتے تو ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیتے۔ بعض اوقات اس کا تکیہ بھی بنا لیتے۔ معزز مہمانوں کے لیے اپنی چادر اُتار کر بچھا بھی دیتے تھے۔ نئے کپڑے عام طور پر جمعہ کے روز سے پہننا شروع کرتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے۔ لباس کی مرمت خود کر لیتے اور اس میں ٹانکے لگا لیتے تھے۔

نعلین شریف چپل کی شکل کی طرح ہوتی تھی۔ جس پر دو تسمے ہوتے تھے۔ ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے گرد ہوتا جب کہ دوسرا باقی انگشتوں کو گھیر لیتا تھا۔ نعلین مبارک کبھی بیٹھ کر پہنتے اور کبھی کھڑے ہو کر۔ پہلے دائیں پاؤں میں جوتی ڈالتے اور پھر بائیں پاؤں میں اُتارتے وقت اُلٹا یعنی بایاں پاؤں پہلے اتارتے اور پھر دایاں اتارتے۔ جرابیں اور موزے بھی پسند کرتے اور پہنتے تھے۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے عام طور پر سادہ لباس ہی پہنا مگر کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اچھا اور قیمتی لباس بھی زیب تن فرما لیتے۔ آپ نے تنگ آستین والا رومی جبہ بھی پہنا۔ سرخ دھاری دار جوڑا بھی جسم پر سجایا۔ ایک بار 27 اونٹوں کے عوض ایک قیمتی جوڑا خریدا اور اُسے پہن کر نماز ادا کی۔

آخر میں ہم صحابیہ اُمِّ معبدؓ کے الفاظ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہیں۔ یہ صحابیہ وہ خاتون ہیں جن کی کٹیا میں نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرتے ہوئے کچھ دیر آرام کیا تھا۔ آپ کے دست کرم کی برکت سے لاغر و نحیف بکری نے اتنا دودھ دیا تھا کہ آپ اور آپ کے سارے ہمراہی سیر ہو گئے تھے اور اُمِّ معبد کے سارے برتن بھی دودھ سے بھر گئے تھے۔ انھوں نے اپنے خاوند کو آقائے دو عالم ﷺ کا

”پاکیزہ چہرا، کھلا ملکھڑا، پیاری عادتیں، نہ پیٹ آگے بڑھا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے۔ انتہائی خوبصورت حسن و جمال والے، آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، لمبی گردن، سرمہ لگی آنکھیں، باریک اور آپس میں ملے ہوئے ابرو، سیاہ گھنگریالی زلفیں، خاموش، وقار اور دبدبہ لئے ہوئے، دور سے دیکھنے والوں کے لیے خوبصورت اور دل موہ لینے والے، قریب سے بہت میٹھے اور رعنا، گفتگو میں مٹھاس اور حلاوت، واضح الفاظ، کلام کم یا زیادہ لفظوں سے مبرا، ساری گفتگو موتیوں کی لڑی میں پروئی ہوئی، درمیانہ قد، اتنا کہ چھوٹا نظر نہ آئے اور نہ اتنا لمبا کہ بُرا لگے، بلکہ پیارے درخت کی ٹہنی کی طرح، دوست اور ساتھی ایسے کہ ہر وقت آپ کے اردگرد رہیں۔ جب آپ کچھ فرماتے ہیں تو ساتھی چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً عمل کرتے ہیں۔ مخدوم ہیں، مطاع ہیں کہ ہر وقت آپ کی اطاعت کی جاتی ہے، بات چیت میں نہ فضول گفتگو کرنے والے اور نہ بہت مختصر بات کرنے والے کہ سمجھ میں نہ آئے۔“

(زادالمعاد۔ جلد 1، ص 307)

اسوۂ حسنہ

ہمارے پیارے آقا نبئِ رحمت سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تمام اعلیٰ صفات، سب اوصافِ حمیدہ اور احسن ترین خصائل و عادات مجتمع ہیں۔ ربِ کائنات نے خود قرآنِ مجید میں آپ کے اخلاق حسنہ کی رفعت و عظمت کی گواہی دی:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:4)

ترجمہ: ''بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔''

گویا نیک اوصاف و خصائل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے فیضیاب ہو کر مرتبہ کمال تک پہنچتے ہیں۔ آپ کا عفوو درگزر، حلم و بردباری، شفقت و محبت، سخاوت و ایثار، عدل و احسان انسانی اقدار کا اعلیٰ ترین معیار ہے۔ قرآن مجید جو کتاب رشد و ہدایت ہے اور ابدالآباد تک کے انسانوں کے لیے نسخۂ کیمیا ہے، اس میں بھی جو اوصاف و کمالات بیان ہوئے ہیں وہ دراصل آپ کی عادات و معمولات کی تشریح و توضیح ہے۔ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ آپ نے جواب دیا:

''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ''

ترجمہ: ''آپ کے اخلاق حسنہ وہی تھے جو قرآن میں بیان ہوئے۔''

پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ جمیلہ کاملیت کے اس بلند ترین

بنا دیا۔ فرمایا! تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے۔ گویا سیرت مصطفیٰ ﷺ وہ منبع نور ہے جس کی کرنیں ہماری زندگی کے ہر گوشے کی ظلمتوں کو کافور کرسکتی ہیں اور انہیں منور و تاباں بنا سکتی ہیں۔ اسوۂ رسولِ ﷺ وہ باد بہاری ہے جو ہمارے قلب وجگر اور اخلاق و اعمال کے پژمردہ گلستاں کو سرسبز و شاداب اور مثل فردوس بنا سکتی ہے۔ الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفیض ہونے والے اخلاق و اعمال، اسوہ وسیرت وہ ضابطہ حیات ہے جسے ہم اپنی زندگیوں کے لیے مشعل راہ بنا کر اضطراب وانتشار اور گمراہی وضلالت کی تاریک رہ گزر سے نکل کر امن وسلامتی، راحت وسکون اور فوز وفلاح کی وادیوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ آیئے مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیات طیبہ کی معطر و معنبر باتوں سے اپنی دنیا کو مہکاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی روز مرّہ کی زندگی اور معمولات، حلم وبردباری، تواضع وانکساری، اعلیٰ اخلاق اور حسن معاشرت کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ اس کائنات میں مقام ومرتبہ میں سب مخلوق سے بڑھ کر ہیں۔ تمام انبیاء اور رسولوں کے امام اور قائد ہیں۔ ختم نبوت کا تاج آپ کے سر اقدس پہ زیبا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نہایت تواضع اور انکساری سے پیش آتے۔ ازواج مطہرات، خادمین اور صحابہ کرامؓ سے محبت، مروّت اور اپنائیت کا برتاؤ کرتے۔ گھر کے کام خود کرلیا کرتے۔ اپنے نعلین مبارک کو خود پیوند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے خود سی لیتے۔ بکری کا دودھ، دوہ لیتے۔ گھر کا کھانا جیسا ہوتا تناول فرما لیتے۔ کبھی عیب نہ نکالتے اور اگر کھانا پسند نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔

اگر کوئی شخص آپ سے ملنے آتا تو نہایت عزت سے پیش آتے۔ اس کے لئے اپنا کپڑا یا چادر بچھا دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے تو سلام میں پہل کرتے حتیٰ کہ بچوں کو سلام

چھوڑ دیتا۔کوئی بات کرتا تو پوری توجہ اور یکسوئی سے اس کی بات سنتے ۔کوئی سرگوشی کرنا چاہتا تو اپنا کان آگے کر دیتے۔ کسی کا دل نہ دکھاتے حتیٰ کہ ایک بار ایک پاگل عورت آپ کو مجلس سے اٹھا کر ساتھ لے گئی اور آپ اس کی دلجوئی کیلئے اس کے گھر تک گئے اور وہاں اس کی بات سن کر اس کی حاجت پوری کی۔

بیماروں اور مریضوں کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جاتے۔ان کی عیادت کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔ جنازے کے ساتھ چلتے ،غلاموں اور کنیزوں کا بے حد خیال رکھتے۔ان کی دعوت قبول کر لیتے کبھی ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے۔سیّدنا انس رضی اللہ عنہ دس سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہے لیکن آپ نے انہیں کبھی اُف تک نہ کہا۔آپ نماز فجر کے بعد فارغ ہوتے تو لونڈیاں اور خادم پانی کے برتن لے کر آپ کے حضور آتے ،آپ ان میں اپنا دست اقدس ڈبو دیتے۔سخت سردی میں بھی ایسا فرماتے تا کہ ان کو شفا ہو اور برکت کثیرہ حاصل ہو۔بیواؤں،مسکینوں اور مفلسوں کے ساتھ چلتے اور ان کی حاجتیں پوری کرتے۔آپ کی گفتار اور بول چال نہایت سادہ، صاف ستھری اور پاکیزہ ہوتی۔سیّدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے تو یوں ارشاد فرماتے ’’اسے کیا ہوا،اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔‘‘ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں سے خصوصی شفقت ومحبت رکھتے‘ ان کو گود میں اٹھا لیتے،ان سے پیار اور انس کا اظہار کرتے۔جب موسم کا تازہ پھل آتا تو سب سے پہلے ننھے بچوں کو عطا کرتے۔ عورتیں جو زمانہ جاہلیت میں نہایت ذلت، بے کسی اور جانوروں جیسے سلوک کی مستحق سمجھی جاتی تھیں۔آپ کی بعثت کے بعد عزت وتکریم اور وقار وتمکنت کی حق دار بن گئیں۔آپ

اپنی مجلس میں خواتین کے لیے ہفتے میں ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔

حضور سیّد الانبیاء خیر الوریٰ علیہ التحیہ والثناء عفوودرگزر اور حلم و بردباری کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ نے اپنی ذات کیلیئے کبھی انتقام نہ لیا بلکہ صرف اللہ کی حرمت کے واسطے انتقام لیا۔ غزوۂ اُحد میں کفار نے آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا لیکن آپ نے پھر بھی ان کے لیے دعا کی ''خدایا میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔'' فتح مکہ کے موقع پر وہ کفار مکہ، جنہوں نے آپ کو بدترین اذیتیں پہنچائی تھیں، آپ کو آبائی وطن سے ہجرت پر مجبور کیا تھا، آپ کے اصحاب پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے، آپ نے اپنے بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو عام معافی عطا کی اور فرمایا کہ آج تم سے کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ آپ نے عالی ظرفی اور عفوودرگزر کا سب سے اعلیٰ معیار قائم کرتے ہوئے اپنے چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل "وحشی" اور "ہندہ" کو بھی معاف کر دیا۔ نیز اپنے جانی دشمن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو معاف کر کے اسے سینے سے لگایا اور اسلام کے نور سے منور فرمایا۔

حضور سیّد العالمین علیہ اکرم الصلوات واعلی التسلیم جودوسخا، سخاوت اور ایثار کا پیکر تھے۔ آپ سب کی حاجتیں پوری کرتے، اگر کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو انکار نہیں فرماتے، کسی کا سوال ردّ نہ فرماتے، بعض اوقات قرض لے کر بھی حاجت پوری کر دیتے۔ ایک بار ایک شخص صفوان بن امیہ نے بکریوں کا سوال کیا۔ سیدالانبیاء مصطفیٰ کریم ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان جنگل میں موجود تمام بکریاں اسے عطا کر دیں۔ وہ اپنی قوم کو جا کر کہنے لگا: اے میری قوم! تم اسلام لاؤ، اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے سخی ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جس قدر بھی مال ہوتا سب حقداروں،

رکھتے لیکن آپ کی ذاتی زندگی زہد اور فقر وغنا سے مزین تھی۔ سادہ غذا تناول کرتے، بعض اوقات دو دو روز تک گھر میں آگ نہ جلتی، کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر نہ کھائی، کھجور سے بنے ہوئے بستر پر آرام کرتے۔ آپ کے گھر کی چھتیں کھجور کے تنوں اور شاخوں سے بنی ہوئی تھیں۔ کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھاتے۔ نرم وگداز بستر پسند نہ کرتے۔ آپ کا یہ زہد اور فقر اختیاری تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ربّ نے مجھ سے فرمایا اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادی مکہ کو سونا بنا دوں، مگر میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے دن بھوکا رہوں' جب بھوکا رہوں تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد اور شکر ادا کروں۔

حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے اور امانت کا خیال رکھتے۔ اس لیے اہل مکہ آپ کو صادق اور امین کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ وعدہ کرتے تو پورا کرتے، تجارت میں ایمانداری کا خیال رکھتے، دھوکہ، فریب دہی، جھوٹ اور تکبر و غرور سے آپ کو نفرت تھی۔ اپنوں سے صلہ رحمی کا درس دیتے، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت کرتے۔ الغرض آپ کی حیاتِ مقدسہ کا ہر پہلو اور ہر ساعت ابدالآباد تک کے انسانوں کے لیے باعث تقلید اور مینارۂ رشد و ہدایت ہے۔

معجزاتِ مصطفیٰ صَلی اللہ علیہ وسلم

معجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی بھلائی اور ہدایت کے لیے ہر دور اور ہر علاقے میں اپنے بلند مرتبہ نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں بھیجا۔ اُن پاک اور معزز ہستیوں کو تبلیغ و ہدایت کے مشن کو آگے بڑھانے کی خاطر بہت سی مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ باطل قوتیں اپنے تمام تر وسائل اور طاقتوں کو حرکت میں لا کر حق کے چراغوں کو بجھانے اور اندھیروں کا راج قائم رکھنے کے لیے اپنی تمام تر کاوشیں کرتی رہیں۔ بہت سے فتنے کھڑے ہوئے سازشیں تیار ہوئیں اور اِن عظیم ہستیوں کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقعہ ضائع نہ کیا گیا۔ نبیوں اور رسولوں کو ذہنی، جسمانی اور روحانی طور پر اتنی روحانی اور جسمانی تکالیف پہنچائی جاتیں کہ اُن کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا مگر اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال، قدرت اور رحمت کا سایہ ہر وقت اُن کے ساتھ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت، بڑائی، احترام اور تقدس کا اظہار کرنے کے لیے ان کو معجزات اور اپنی نشانیوں سے فیض یاب کیا۔ ساری کائنات اِن معجزات کے آگے بے بس، لاچار اور حیران ہے۔ عقل ہر دور میں ان معجزات کے آگے عاجز اور خاموش نظر آئی پاک فطرت والے لوگوں نے معجزات کو دیکھ کر انبیاء کی شان و عظمت کا دل سے اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے اپنا سر تسلیم خم کیا۔ جب کہ کافروں اور بد مذہبوں نے اپنی سرکشی، تکبر، غرور، تعصب اور گھمنڈ کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر کبھی معجزات کو جھٹلایا کبھی اسے جادو کہا مگر کبھی دِل سے تسلیم کر کے زبان سے اقرار نہ کیا مگر معجزہ ایک اٹل اور سچی حقیقت ہے جس

لفظ معجزہ، عجز، یعجز، عجزاً سے بنا ہے جس کا مطلب ہے ’’کسی چیز پر قادر نہ ہونا‘‘، ’’یا کسی کام کی طاقت نہ ہونا‘‘ یعنی ایسا کام جس کی مثال یا نقل انسان کے بس سے باہر ہو، اور وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی ایسا کام نہ کر سکے۔ اصطلاحاً معجزے کا مطلب ہے:

’’معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا اس کے بھیجے ہوئے نبی کے مبارک ہاتھ پر اظہار ہے تا کہ وہ اپنی امت اور زمانے بھر کے لوگوں کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دے۔‘‘

(معارج النبوۃ:4:377)

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی طاقت، قوت اور کبریائی کا اظہار ہے مگر اس کا ظہور اس کے پیغمبروں اور رسولوں کے ہاتھوں ہوتا ہے یعنی معجزہ نبی یا رسول کا ذاتی فعل یا عمل نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ معجزہ زمانے میں نافذ قانون اور عالم اسباب کے اُلٹ ہوتا ہے۔ انسانی عقل معجزے کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے اور حیرت کی مورتی بن کر سر جھکا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول انسانوں کی ہدایت، بھلائی اور نجات کا مشن لے کر آئے اور انھوں نے اپنے اخلاق، پیار، محبت، علم اور حکمت کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دیا۔ انھوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ فطرت یا فطرت کے خلاف چیزوں اور افعال میں اپنا ذاتی تصرف یا اختیار رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ معجزات تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کا اظہار بن کر ان کے ہاتھوں ظاہر ہوتے رہے۔ معجزات کی ضرورت اس لیے پیش آتی رہی کہ انسانی ذہن اس جانب سوچنے پر مجبور ہو کہ یہ ہستیاں جو نبوت کا تاج سر پر سجا کر آئی ہیں، ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ کا قرب اور سنگ رکھتی ہیں۔ ان معجزات کی وجہ سے نبیوں کے بارے میں انسانی ذہن

قوتوں اور شیطانی طاقتوں کو للکارتے رہے اور ان کے رسوم ورواج اور جھوٹے عقائد کو ختم کر کے ان کے آگے حق کی پکار بن کر ان کو چیلنج کرتے رہے۔ ایک اور بات یہ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی رائے کا پکا فیصلہ نہیں کر سکتے مگر جب انبیاء کرام اپنے معجزے کا اظہار کرتے ہیں تو ان کے دِلوں سے شک اور کمزوری کا عنصر نکل جاتا ہے اور وہ دِل سے ایمان لے آتے ہیں۔

یہ نظامِ ہستی، اللہ تعالیٰ کے ایک خاص مقررہ کردہ طریقہ کار کے مطابق چل رہا ہے۔ ہر کام یا فعل کی کوئی نہ کوئی وجہ، سبب یا علت موجود ہے جس کی پڑتال انسانی عقل اپنے تجربے یا مشاہدے سے کرسکتی ہے جیسے بارش کا برسنا، سردی گرمی کا آنا، دریاؤں میں کشتیوں اور فضاؤں میں جہازوں کا چلنا، فصلوں کا اُگنا وغیرہ۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے مگر جب ان اسباب اور وسیلوں کے بالا بالا کام ہو جائے تو اُسے ہی معجزہ کہتے ہیں جیسے مردوں کا زندہ ہونا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، سورج کا پلٹ آنا، کنکریوں کا بولنا، جانوروں کا گفتگو کرنا، یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی خصوصی قدرت کا اظہار ہیں جن کی حقیقت ہمارے دماغ میں نہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور انبیاء کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا اور کئی انبیاء کو ایک سے زیادہ معجزات بھی عطا کیے۔ اس حوالے سے قرآنِ مجید میں کئی انبیاء کا ذکر آتا ہے۔

- حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنا کر پناہ دی اور کافروں کو پانی کے سیلاب میں غرق کر دیا۔
- حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد کو تیز ہوا سے برباد کر دیا۔
- حضرت صالح علیہ السلام کو پہاڑ میں سے نکلی اونٹنی کا معجزہ عطا کیا۔

نمرود کی جلائی ہوئی آگ گلزار بن گئی۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی معجزے ظاہر کرنے والا عصا عطا کیا۔
- ہوا اور چرند پرند حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیئے۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیماروں کو شفا عطا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم نبوت کا تاج سجائے سب انبیاء کے آخر میں تشریف لائے۔ آپ کی نبوت باقی انبیاء کے مقابلے میں کل کائنات کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ اس لیے آپ کو جو معجزات عطا کیے گئے اُن میں بھی اللہ تعالیٰ نے خیال رکھا کہ اُن کے بارے میں غور و فکر کرتے ہوئے اگر انسانی عقل نبی اکرم ﷺ کے دور میں عاجز ہے تو بعد کے ہر زمانے اور ہر دور کی طرح ترقی یافتہ دور میں بھی اِسی طرح بے بس رہے۔ اس طرح آپ ﷺ کے معجزات ہر طرح کے علم پر حاوی ہیں۔ علم فلکیات اور خلائی سائنس جتنی بھی ترقی کر لے نہ تو چاند کو ٹکڑے کیا جا سکتا ہے نہ گیا سورج پلٹایا جا سکتا ہے اور نہ آسمانوں کی حقیقت کو جانا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جانوروں اور پرندوں کو قوتِ گویائی بھی عطا نہیں کی جا سکتی۔

میڈیکل سائنس جتنی بھی ترقی منزلیں طے کر لے مگر لعابِ دہن سے آنکھ کو تندرست نہیں کیا جا سکتا، نہ ٹوٹی ہڈی کو ایک نظر کرم سے جوڑا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اَن گنت معجزے عطا کیے۔ اُن میں سے کچھ کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

قرآن پاک ایک ایسا معجزہ ہے جو وقت اور مقام کی قید سے آزاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا اظہار کرتا رہے گا۔قرآنِ مجید کئی وجوہ سے معجزہ ہے۔

1) نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب معاشرے میں فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ پائے کی شاعری کا عروج تھا۔اسی خوبی کی بدولت وہ عرب سے باہر کی دنیا کو عجم یعنی گونگا کہتے تھے۔ایسے لوگوں میں نبی پاک ﷺ نے اُمّی ہونے کے باوجود ایک ایسی کتاب پیش کر دی جس کی مثال لانا انسان کے بس میں نہیں۔قرآنِ پاک میں پوری دنیا کو چیلنج کیا گیا۔

ترجمہ: اگر (تم) سارے انسان اور جن مل کر قرآن کی مثل لانا چاہو تو نہ لاسکو گے۔ (القرآن)

پھر فرمایا اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝ (الطّور:34)

ترجمہ: انہیں چاہیے کہ وہ اس کی مثل کوئی آیت لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

الفرض اگر اُس دور کے فصیح اور فاضل عاجز رہے کہ قرآنِ مجید کی مثل کوئی سورت لے آئیں تو بعد میں آنے والے لوگ تو خود بخود ہی بے بس اور عاجز ہو گئے اور کیسی عجیب بات ہے کہ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی زمانہ قرآنِ مجید کے مقابل چھوٹی سے چھوٹی سورت لانے سے قاصر ہے۔

قرآنِ مجید کی فصاحت کا اقرار کفار نے بھی کیا۔کفار کا سردار عتبہ بن ربیعہ کافروں کی جانب سے کچھ شرائط لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔نبی اکرم ﷺ نے اُسے سورۂ حٰم کی کچھ آیات سنائیں وہ واپس جا کر قریش مکہ سے کہنے لگا:

اللہ کی قسم وہ شعر نہیں، نہ جادو اور کہانت ہے۔ قریش کے لوگو، میرا کہا مانو۔ اس شخص کو جو کرتا ہے کرنے دو۔ اس سے الگ ہو جاؤ اللہ کی قسم جو کلام میں نے اُس سے سنا ہے اس کی بڑی شان ہو گی۔'' قریش مکہ یہ سن کر کہنے لگے:

''اُس نے تو اپنی زبان سے تم پر بھی جادو کر دیا ہے۔''

معراج شریف کا معجزہ

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو جسدِ بشری کے ساتھ جاگت حالت میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک پھر وہاں سے آسمانوں تک سیر کرائی۔ آسمانوں سے آگے سدرۃ المنتہیٰ، عرشِ اعظم اور لامکاں تک معراج کرائی، اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار کرایا اور اپنے کلام سے مشرف فرمایا۔

معراج مبارک کا ذکر احادیث مبارکہ کی کتابوں میں بہت تفصیل سے آتا ہے۔ پچاس سے زیادہ صحابہ کرام نے اس معجزے کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مشکوٰۃ شریف اور کچھ دیگر کتب کی مدد سے واقعہ معراج کا مختصر سا ذکر حصول برکت کے لیے مرحلہ وار کرتے ہیں۔

1) نبی کریم ﷺ اُمّ ہانیؓ کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ فرشتے حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو معراج کی خوشخبری سنائی اور آپ کو خانہ کعبہ کے اندر حطیم میں لایا گیا۔

2) نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک کو فرشتوں نے شق کیا اور آپ کے قلب اطہر کو آبِ زم زم سے دھو کر نور و حکمت سے بھر دیا گیا۔

3) پھر ایک نوری سواری براق کو لایا گیا جس پر سوار ہو کر آپ نے مکہ مکرمہ سے بیت

اُن کو قیام کی حالت میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔اس سفر کو اسراء کہا جاتا ہے۔

4) مسجد اقصیٰ میں سارے انبیاء اور رُسل جمع تھے۔اس مقام پر نبی اکرم ﷺ نے انبیاء کرام کی امامت کرائی۔

5) مسجد اقصیٰ سے آگے نبی کریم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رفاقت میں آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ اِن آسمانوں میں آپ نے مختلف انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی۔جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شامل تھے۔

6) اس دوران نبی پاک ﷺ کو باضابطہ طور پر جنت اور اس کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کا مشاہدہ کرایا گیا اور مختلف افراد کو ان کی برائیوں اور گناہوں کے بدلے ملنے والی سزاؤں کا نظارا بھی کرایا گیا۔

7) آسمانوں کی حدود ختم ہونے کے بعد سدرۃ المنتہیٰ کا اعلیٰ مقام آیا جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حد ختم ہوگئی۔ یہاں سے حضور نبی کریم ﷺ ایک اور سواری رفرف پر سوار ہوکر لامکاں تشریف لے گئے۔آپ نے یہاں قلموں کے لکھنے کی سرسراہٹ سنی۔

8) اس کے بعد حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عرشِ اعظم پر بلا کر اپنے جلوۂ خاص سے مستفیض کیا اور مالک و مملوک، محبّ و محبوب کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ رہا جتنا کہ دو کمانوں کے ملانے سے ان کے درمیان رہ جاتا ہے۔ اِسے قاب قوسین کا مقام کہا جاتا ہے۔

9) قاب قوسین کے مقام پر راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔قرآنِ مجید کے بقول ''اِنْ ھُوَ

الفاظ بیان کر سکتے ہیں اور نہ انسانی عقل اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔

10) اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تین خاص انعامات عطا کیے۔ یعنی سورۂ بقرہ کی آخری آیات، ہر اُس امتی کی بخشش کی خوشخبری جو شرک نہ کرے، اور امت پر پچاس نمازوں کی فرضیت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر نبی کریم ﷺ بار بار ربّ کریم کے حضور حاضر ہوتے رہے اور ان نمازوں کی تعداد کم کر کے پانچ کر دی گئیں مگر ان کا اجرو ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی رہے گا۔

11) آسمانوں کی اچھی طرح سیر کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ واپس بیت المقدس تشریف لے آئے اور وہاں سے واپس مکہ مکرمہ آئے۔ راستے میں آپ نے کفار کے قافلے کو دیکھا اور دیگر کئی چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ یہ سارا واقعہ زیرو ٹائم (Zero time) میں وقوع پذیر ہوا۔ دنیا کا نظام جامد و ساکت تھا اور جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو نبضِ ہستی چلنی شروع ہوئی۔

12) صبح اُٹھ کر آپ ﷺ نے واقعہ معراج کے بارے میں بتایا۔ سیاہ دل والوں نے آپ کو جھوٹا کہا اور آپ کا مذاق اُڑایا مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے عاشق صادق نے سن کر دل و جان سے تصدیق کی اور صدیق کا لقب پایا۔ کافروں کے پوچھنے پر آپ نے ان کے قافلوں کی حالت اور واپس پہنچے کے وقت کے بارے میں بتایا اور آپ نے بیت المقدس کی ساری نشانیاں پوری طرح بیان کر دیں وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

واقعۂ معراج سے حضور نبی اکرم ﷺ کی اعلیٰ اور بے مثل شان کا کھل کر اظہار ہوتا ہے۔

علامہ اقبال نے خوب کہا ہے:

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

آسمانوں کی تسخیر اورعرشِ اعظم تک رسائی کے علاوہ اور بھی فضیلتوں کا اظہار ہوا جیسے حضور اکرم ﷺ کا امام الانبیاء بننا، خالق کائنات کا اپنی آنکھوں کے ساتھ دیدار اور کلام۔ یہ اوصاف صرف حضور نبی کریم ﷺ کے لیے خاص ہیں۔ معراج میں ملنے والے خصوصی تحفے نماز کو بھی اس لیے مومنین کی معراج کہا جاتا ہے کہ مومن حالتِ نماز میں اپنے ربّ سے براہِ راست گفتگو کرتا ہے۔

غیب کی خبریں

نبی کریم ﷺ کے بہت سے معجزوں میں ایک یہ معجزہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُمی ہونے کے باوجود اپنی جناب سے اتنا علم عطا کیا جو تمام کائنات کے علوم پر حاوی ہے اور اوّل و آخر دور و نزدیک، ازل سے حشر تک، قیامِ قیامت سے لے کر اعمال کی جانچ پڑتال تک اور جنت اور دوزخ کے احوال کا احاطہ کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عمرو بن اخطبؓ روایت کرتے ہیں کہ:

> ''ایک دِن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ فجر پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے ہمیں اُن ساری باتوں کے متعلق بتایا جو قیامت تک وقوع پذیر ہونے والی ہیں۔ کہا کہ ہم میں سے زیادہ جاننے والا وہی ہے جو حافظ ہے۔)''
>
> (مشکوٰۃ: باب المعجزات)

نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئیں کچھ غیب کی خبریں یہاں حصولِ برکت کے لیے درج ہیں:

1) حضور اکرم ﷺ نے روم و ایران کی سلطنت فتح ہونے کی خوشخبری دی۔ فرمایا:

''جب کسریٰ ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا۔ جب قیصر ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا اور ضرور ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔''

(بخاری: باب علامات النبوہ)

2) اسی طرح حضور پاک ﷺ نے یمن کی فتح کی خبر دی اور پھر فرمایا کہ شام فتح ہوگا اور اسی طرح عراق فتح ہوگا۔ (مسلم شریف)، تاریخ بتاتی ہے کہ 8 ھ میں یمن فتح ہوا پھر شام اور عراق فتح ہوا۔

3) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مصر فتح ہونے کی خبر دی۔ (مسلم: جلد 2)

4) بیت المقدس کی فتح سے کئی برس پہلے نبی کریم ﷺ نے فتح ہونے کی خبر دی۔ (صحیح بخاری)

5) عرب اور عراق کے علاقوں پر ڈاکوؤں کا راج تھا۔ طویل سفر بہت مشکل تھا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تیری لمبی عمر ہوئی تو تو ضرور دیکھے گا کہ ایک پردہ نشین عورت اکیلی حیرہ سے چلے گی، مکہ آ کر کعبے کا طواف کرے گی، اور اُسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔"

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک عورت اکیلی حیرہ کے مقام سے روانہ ہوئی اور کعبہ کا طواف کیا۔ (بخاری: باب علامات النبوہ)

6) جنگِ خیبر میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"کل میں جھنڈا اس بندے کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اُس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ خیبر فتح ہوگا۔ اگلے دِن آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پرچم عطا کیا اور خیبر ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔"
(صحیح بخاری: باب غزوۂ خیبر)

7) غزوۂ بدر میں جنگ سے ایک دِن پہلے حضور نبی اکرم ﷺ نے میدانِ جنگ میں نشان لگا کر بتایا کہ کافروں کے سردار کن کن مقامات پر قتل ہوں گے صحابہ کرام بتاتے ہیں

(صحیح مسلم: باب غزوۂ بدر)

8) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ ایک دِن نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو لے کر احد پہاڑ پر چڑھے۔ اس وقت جبل اُحد ہلنے لگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے احد ٹھہر جا یقین کر تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' بعد میں حضرت عمر اور حضرت عثمان شہید ہوئے۔ (صحیح بخاری: باب فضل ابی بکر)

9) حضرت عمارؓ خندق کھود رہے تھے۔ حضور پاک ﷺ نے اُن کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

''افسوس! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' (مسلم: کتاب الفتن)

یہ خبر اس طرح صحیح ثابت ہوئی کہ جنگ صفین کے دوران ان کو حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں نے شہید کر دیا۔

10) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حجتہ الوداع کے موقع پر مکہ معظّمہ پہنچ کر بیمار ہو گئے اور زندگی کی کوئی اُمید نہ رہی۔ آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے لیے دعا مانگی اور بشارت دی کہ اُمید ہے کہ تم ابھی نہیں مرو گے۔ بلکہ تمہاری عمر طویل ہوگی اور بہت سے لوگوں کو تم سے نفع اور بہت سوں کو نقصان پہنچے گا۔

(صحیح البخاری: کتاب الوصایہ)

حضرت سعد بن وقاص صحت یاب ہوئے اور آپ نے لمبی عمر پائی۔ فتح ایران کے موقعہ پر آپ نے سپہ سالار کی حیثیت سے حصہ لیا۔

معجزاتِ عالم فلکیات

1) قریش مکہ نے ایک دِن اکٹھے ہوکر حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہم تمھیں نبی مان لیں گے اگر تم آسمانوں میں چمکنے والے چاند کو دوٹکڑے کردو۔ حضور ﷺ نے انگلی کا اشارہ کیا تو چاند دوٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا کوہ ابوقیس پر اور دوسرا کوہِ قیقعان پر چلا گیا مگر مکہ معظّمہ کے بدبخت کفار نے پھر بھی اسلام قبول نہ کیا۔ شق القمر کے معجزے کا ذکر صحیح بخاری میں اس طرح آتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

''اہل مکہ نے حضور ﷺ سے علامتِ نبوت (معجزہ) طلب کی۔ جس پر آپ نے ان کو چاند دوٹکڑے کرکے دکھادیا۔'' (صحیح بخاری: 513)

بہت سے دیگر صحابہ نے بھی شق القمر کے معجزے کا ذکر کیا ہے۔

2) ڈوبے ہوئے سورج کا پلٹ کر عصر کے وقت پر آجانا بھی نبی آخرالزمان ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ سیّدہ اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت علیؓ کی گود میں سر رکھے استراحت فرمارہے تھے کہ وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا نبی رحمت ﷺ نے پوچھا ''کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟'' انھوں نے انکار میں سر ہلایا۔

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ، علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھا۔ اس کے لیے سورج کو پلٹا دے۔'' اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ

یہ واقعہ خیبر کے علاقے صہبا میں وقوع پذیر ہوا۔(الشفا: 1:284)

3) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بار اہل مدینہ قحط کا شکار ہوگئے۔ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا ''یا رسول اللہ گھوڑے ہلاک ہوگئے بکریاں مرگئیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمیں پانی عطا کرے۔آپ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا لیے۔حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ اس وقت آسمان کا رنگ شیشے کی طرح صاف تھا مگر ہوا چلنے لگی، بادل آ گئے اور آسمان نے اس طرح منہ کھول لیا کہ ہم موسلا دھار بارش میں اپنے گھروں کو گئے۔ بارش لگا تار اگلے جمعہ تک ہوتی رہی۔اگلے جمعہ کو وہی بندہ یا کوئی اور کھڑے ہوکر عرض کرنے لگا۔

''یارسول اللہ گھر گر رہے ہیں، اللہ سے دُعا فرماؤ کہ یہ بارش رُک جائے۔'' آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''ہمارے علاقے چھوڑ کر ہمارے اردگرد کے علاقے میں برس۔پھر آپ نے انگلی سے بادل کی طرف اشارہ کیا۔ مدینے کی چاروں اطراف میں بادل صاف ہوگیا اور آبادی میں مینہ برسنا بند ہوگیا۔''

(بخاری: باب الاستسقاء)

حضور پاک ﷺ کی معجزانہ شان دیکھو کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے معجزات اور براہین کا اظہار ہوتا رہا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

''جب قحط پڑتا تو حضرت عمر بن خطاب، حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے وسیلے سے دُعا کرتے تھے،آپ کہتے اے اللہ! ہم

عطا کردیتا تھا۔ ہم اب اپنے نبی کے چچا جان کے وسیلے سے دُعا
کرتے ہیں ہم پر بارش بھیج۔''تو بارش ہوجاتی۔(صحیح بخاری)

شجر وحجر اور جانوروں کے بارے میں معجزات

- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

''ایک بار میں مکہ معظّمہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک جانب نکلا۔ میں نے دیکھا کہ جو درخت اور پہاڑ سامنے آتا ہے اس میں سے آواز آتی ہے، ''السلام علیک یا رسول اللہ'' اور میں خود اس آواز کو سن رہا تھا۔'' (ترمذی: آیات نبوۃ النبی ﷺ)

- فتح مکہ کے روز نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کی چھت پر رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کی طرف گئے اور ہر بت کی جانب اشارہ کر کے فرماتے ''حق آ گیا اور باطل ہٹ گیا۔ یقیناً باطل مٹنے کے قابل ہی ہے۔'' (القرآن)

آپ جس بت کی طرف اپنی چھڑی سے اشارہ کرتے وہ بغیر چھوئے ہی دھڑام سے نیچے آ گرتا۔ (بخاری: جلد:2:514)

- غزوۂ خندق کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے دفاع کی خاطر ایک جانب خندق کھودی جا رہی تھی۔ ایک بہت سخت چٹان آ گئی۔ جو ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ صحابۂ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور گینتی لے کر ایک ہی ضرب ایسی لگائی کہ چٹان ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی۔ (صحیح بخاری: بابِ خندق)

- حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ حنین میں شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے پیٹھ پھیر لی۔ پھر جب کفار نے حضور اکرم ﷺ کو گھر لیا تو آپ خچر سے نیچے اُترے،

چہرے'' تب اللہ نے کوئی کافر ایسا نہ چھوڑا جس کی آنکھیں مٹی سے نہ بھری ہوں پھر وہ پیٹھ پھیر کے بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست سے دوچار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اُن سے حاصل کی گئی غنیمتیں، مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ (مشکوٰۃ)

- حضرت ابنِ عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ایک اعرابی سامنے آیا۔ وہ آپ کے نزدیک آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ بولا کہ جو آپ فرما رہے ہیں اس پر کون گواہی دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''وہ کانٹوں والا درخت'' آپ نے اُس درخت کو بلایا تو وہ دھرتی کو چیرتا ہوا آپ کے پاس آ گیا۔ آپ نے تین بار اُس سے گواہی لی۔ اس درخت نے تین بار گواہی دی کہ حضور وہی ہیں جو آپ فرما رہے ہیں پھر وہ درخت واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ)

- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ''میں کیسے جانوں کہ آپ ہی نبی ہیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے درخت پر لگے گچھے کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے بلایا تو وہ گچھا نبی کریم ﷺ کے قدمیں پر آ گرا۔ آپ نے فرمایا واپس پلٹ جا تو وہ واپس چلا گیا۔ وہ اعرابی مسلمان ہوگیا۔ (مشکوٰۃ: ترمذی)

- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیتے تھے جو مسجدِ نبوی میں ایک ستون کا کام دے رہا تھا۔ پھر حضور

آپ کے ہجر میں چیخ پڑا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کہیں پھٹ ہی نہ جائے۔ آپ منبر سے نیچے اُترے اور اس کو اپنے سینے سے لگایا۔ وہ درخت سسکیاں بھرنے لگا جیسے ایک بچہ روتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ستون چپ ہو گیا۔ (صحیح بخاری)

- ایک بار حضور اکرم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ زور زور سے چیخ رہا تھا۔ جب اُس نے آپ کو دیکھا تو ایک دم بلبلا کر رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے اُس کے پاس جا کر اس کے سر اور کنپٹی پر دستِ اقدس پھیرا۔ وہ تسلی پا کر چپ ہو گیا۔ آپ نے پوچھا اس کا مالک کون ہے لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا۔ آپ نے فوراً اُسے بلایا اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اِن جانوروں کو تمہارے قبضے میں دے کر تمہارا محکوم بنا دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ تم ان جانوروں پر رحم کرو تیرے اس اونٹ نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اِسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کی طاقت سے زیادہ کام لیتے ہو۔'' (ابوداوٗد)

- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار ایک بھیڑئیے نے ایک چرواہے کی بکریوں میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے وہ بکری چھڑا لی۔ بھیڑیا ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں سے بولنے لگا کہ میں نے آج اپنی روزی کا ارادہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دی مگر تو نے مجھ سے چھین لی۔ وہ بندہ بولا ''خدا کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا باتیں کرتا ہو۔'' بھیڑیا بولا ''اس سے انوکھی بات یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے جھنڈ میں سب گزری ہوئیں اور آئندہ ہونے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں۔ وہ چرواہا یہودی تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو بھیڑیئے والے واقعہ کے بارے میں بتلایا

- حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر ایک دِن سب کا بہت بُرا حال تھا۔ میں اپنے گھر گیا ایک بکری ذبح کی اور ہنڈیا چڑھا دی۔ تھوڑے سے جَو تھے جن کو پیس کر میری بیوی نے آٹا تیار کیا پھر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور آہستگی سے کہا ''سرکار ﷺ آپ اور کچھ دوسرے ساتھی تشریف لے آئیں۔'' مگر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے خندق والو! جابر نے کھانا تیار کیا ہے، سب ہی چلو۔'' پھر حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جابر! میرے آنے تک ہنڈیا نہ اُتارنا اور روٹی پکانا نہ شروع کرنا۔'' پھر حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ کے سامنے آٹا پیش کیا گیا آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور برکت کی دعا کی، پھر ہنڈیا کی طرف توجہ کی اور اس میں لعابِ دہن ڈالا۔ پھر فرمایا ''اپنے ساتھ روٹیاں پکانے والی عورت کو بلاؤ اور سالن ڈالتے جاؤ مگر ہانڈی نہ اُتارنا۔'' مجاہدین کی تعداد ایک ہزار تھی اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اُن سب نے کھانا کھایا اور کھانا باقی بھی بچ رہا۔ حتیٰ کہ وہ واپس چلے گئے مگر ہماری ہنڈیا اسی طرح جوش مار رہی تھی اور آٹا بھی پکایا جا رہا تھا۔

(متفق علیہ: مشکوٰۃ)

- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دِن لوگ پیاسے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن تھا جس میں سے آپ نے وضو فرمایا پھر لوگ اُس ڈول کی طرف دوڑ پڑے کہنے لگے ہمارے پاس اس برتن کے علاوہ پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کریں اور اپنی پیاس بجھائیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اُس برتن میں ڈالا تو آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم تعداد میں کتنے تھے۔ فرمایا ''اگر ہم ایک لاکھ بھی

- حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت ام مالک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی کپی میں گھی بھیجتی تھیں۔ ان کے پاس ان کے بچے آتے اور سالن مانگتے ان کے پاس کچھ اور نہ ہوتا تو وہ اس برتن کی طرف جاتیں تو اُس میں گھی موجود ہوتا۔ یہاں تک کہ ایک بار اس کو نچوڑ لیا۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہم نے اُس برتن کو نچوڑ لیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم اُسے چھوڑ دیتے تو اس میں گھی موجود رہتا۔ (صحیح مسلم)

- حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے دِن لوگوں کو بھوک نے گھیر لیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا ''یارسول اللہ! ان لوگوں سے بچا کھچا کھانا منگوا کر آپ برکت کی دعا فرما دیں۔'' آپ نے فرمایا ''ہاں'' پھر دسترخوان بچھایا گیا۔ ہر بندے سے کہا گیا کہ سامان لے آئے۔ کوئی بندہ ایک مٹھی جو لے آیا تو کوئی تھوڑے سے چنے، کوئی چھوہارے تو کوئی روٹی کا ٹکڑا۔ الغرض دسترخوان پر کچھ نہ کچھ سامان جمع ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اپنے اپنے برتنوں میں ڈال لیں۔ لوگوں نے برتنوں میں ڈال لیا اور سیر ہو کر کھایا بھی۔ یہاں تک کہ کوئی بھی بھوکا نہ رہا اور کھانا باقی بھی بچ گیا۔ (مشکوٰۃ، مسلم)

- حزام بن ہشام کی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو راستے میں اُن کا گزر اُمّ معبد کی کٹیا میں بھی ہوا۔ آپ نے گوشت یا چھوہارے طلب کیے تو اس نے جواب دیا کہ خیمے میں کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ خیمے میں ایک جانب ایک بکری بندھی ہوئی تھی مگر اُم معبد نے کہا یہ بکری تو بہت لاغر ہے اسی لیے باقی بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے پوچھا ''اگر میں اس کا دودھ دھو

نکال لو۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس کے تھنوں پر دستِ اقدس پھیرا تو بکری نے دودھ اتار لیا اور جگالی کرنے لگی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بڑا برتن منگوایا سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر اُمّ معبد کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئیں۔ پھر خود نوش فرمایا پھر اور دودھ دھویا اور برتن بھر کر اُمّ معبد کے پاس چھوڑ دیا۔ ان سے بیعت لی اور قافلہ آگے کو روانہ ہو گیا۔

- حضرت جابرؓ کے والد یہودیوں کے قرضدار تھے۔ وہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔ حضرت جابر نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا آپ کرم فرمائیں اور میرے ساتھ باغ میں تشریف لے چلیں تاکہ میں کچھ کھجوریں یہودی قرض خواہوں کو دے سکوں۔ آپ ان کے باغ تک گئے اور کھجوروں کے ڈھیر کے اردگرد چکر لگایا۔ آپ نے دُعا فرمائی اور خود ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے۔ اُن کھجوروں میں اتنی برکت پڑی کہ سارا قرض اُتر گیا جو کہ کئی برس تک بھی نہ اُتر پاتا اور اتنی ہی کھجوریں بچ بھی گئیں۔ (بخاری: علامات النبوۃ)

- ایک دِن حضرت ابوہریرہؓ کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف دیکھا اور ایک سوال پوچھا تاکہ وہ اُن کو جواب دینے کے لیے اپنے گھر لے جائیں مگر انھوں نے چلتے چلتے جواب دے ڈالا پھر حضرت عمرؓ آئے تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ، ابوہریرہ کو اپنے گھر لے گئے گھر میں دودھ کا ایک پیالہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا ''ابوہریرہ! صحابِ صفہ کو بھی بلا لو۔'' چنانچہ وہ سب بھی آ گئے۔ نبی پاک ﷺ نے باری باری سب کو دودھ کا پیالہ عنایت کیا سب نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا مگر دودھ میں کوئی کمی نہ آئی۔ آخر میں حضرت ابوہریرہؓ کو دودھ پینے کا حکم دیا انھوں نے بھی سیر ہو کر پیا۔ آخر میں پیارے آقا کریم ﷺ نے خود نوش فرمایا۔ (صحیح بخاری)

بیماروں کے لئے شفا بخش معجزات

- غزوۂ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں تلوار سے زخم ہوگیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تین بار دم کیا پھر اُن کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ صرف زخم کا نشان باقی رہ گیا۔ (صحیح بخاری: غزوۂ خیبر)
- ایک یہودی ابورافع نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر کے بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیق نے اس کے گھر جا کر اُسے قتل کر دیا واپس آتے ہوئے وہ سیڑھیوں سے گر پڑے۔ اُن کے ساتھی ان کو اُٹھا کر نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے پہلے سارا واقعہ سنا اور پھر اپنا دستِ مبارک ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر پھیرا وہ بالکل تندرست ہوگئی۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کبھی اسے چوٹ ہی نہیں لگی۔ (صحیح بخاری)
- غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا تا کہ اُن کو فتح کا پرچم عطا کریں مگر ان کو آشوبِ چشم تھا۔ ان کی آنکھوں میں شدید درد تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع اُن کو پکڑ کر لائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تو وہ فوراً شفایاب ہوگئیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اِن آنکھوں میں کبھی آشوبِ چشم ہوا ہی نہیں۔ (بخاری: مناقب علی ابن ابی طالب)
- ہجرت کے دوران غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں پر ایک سانپ نے ڈس لیا۔ یہ پاؤں انھوں نے سوراخ بند کرنے کی غرض سے رکھا تھا۔ درد کی شدت سے ان

درد فوراً ٹھیک ہو گیا اور زہر کا اثر ختم ہو گیا۔ (زرقانی)

- غزوۂ اُحد کے دوران حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ میں تیر لگا۔ جس سے اُن کی آنکھ کا ڈیلا باہر رخسار پر آ گیا۔ وہ دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی آنکھ کو اس کی جگہ رکھ کر اپنا ہاتھ پھیرا تو اُسی وقت اُن کی آنکھ تندرست ہوگئی بلکہ یہ آنکھ ان کی دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت تھی۔ (بیہقی)

متفرق معجزات

- ایک بار نبی اکرم ﷺ حرمِ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سرداران قریش نے آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی اور خود ہنسنے اور مذاق اُڑانے لگے۔ حضرت سیّدہ فاطمہؓ نے اوجھڑی گردن سے اُتاری۔ آپ ﷺ نے سب کفار کے نام لے کر ان کی گرفت کی دعا کی۔ چنانچہ وہ سب سردارانِ کفار میدانِ بدر میں ذلت اور بے بسی کے ساتھ قتل ہوئے۔

(صحیح بخاری: غزوۂ بدر)

- حضرت ابوہریرہؓ نے ایک بار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا "میرا حافظہ بہت کمزور ہے۔" نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا "اپنی چادر پھیلاؤ پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اس میں رکھا اور فرمایا اب اسے اپنے جسم پر لپیٹ لو۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔ (بخاری: حفظ العلم)
- حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔" اُس نے غرور اور گھمنڈ سے کہا کہ "میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔" چونکہ اس نے غرور اور تکبر سے کہا تھا اس لیے حضور اکرم نے کہا "اللہ کرے

منہ تک نہ لے جاسکتا تھا۔ (مسلم : باب الطعام)

- ایک عیسائی مسلمان ہوکر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں رہنے لگا۔ اس کی لکھائی اچھی تھی اس لیے اُسے وحی کی کتابت پر مامور کر دیا گیا مگر وہ دینِ اسلام سے پھر کر مرتد ہو گیا اور کفار کے پاس جا کر کہنے لگا کہ حضرت محمد کے پاس تو اتنا ہی علم ہے جتنا کہ میں لکھ کر دیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو گرفت میں لے لیا۔ وہ جب مرا تو زمین نے اس کی لاش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے لیے تین بار گہری قبر کھودی گئی مگر ہر بار زمین نے اُسے باہر پھینک دیا۔ بالآخر اس کی نعش کو زمین پر ہی پھینک دیا گیا۔
- حجتہ الوداع کے موقعہ پر ایک قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ حضور! یہ بچہ بولتا نہیں ہے۔ آپ نے پانی طلب کیا اور ہاتھ دھو کر کلی فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ پانی اس بچے کو پلا دو اور تھوڑا سا اُس پر چھڑک دو۔ دوسرے سال وہ عورت آئی تو اس نے لوگوں کو بتلایا کہ میرا بچہ ٹھیک ہو گیا ہے اور بولنے لگا ہے۔

(ابن ماجہ : باب النشرہ)

○○○

اُمت پر نبی رحمت صَلیَ اللہ علیہ وسلم کے حقوق

عشقِ رسول صَلیَ اللہ علیہ وسلم

حضور نبی رحمت حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں رحمتہ للعالمین اور خاتم النبین ﷺ بن کر تشریف لائے آپ حسن و جمال اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہیں۔آپ کا اخلاق، کرداراور حسنِ سلوک تمام انسانوں کے لیے سب سے اچھااوراعلیٰ نمونہ ہے۔اس لیے آپ کے ساتھ عشق ومحبت ایمان کی اساس اور دنیاوآخرت میں کامیابی کی ضمانت ہےاس حوالے سے ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں چند باتیں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۲۴﴾ (التوبہ:24)

ترجمہ: ’’اے حبیب فرماؤ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی ، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کا مال اور وہ مالِ تجارت جس میں نقصان کا اندیشہ ہو، تمہاری پسند کے مکان، یہ سب چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو پھر انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور وہ

انسان کو ماں باپ، مال و دولت، گھر بار، وطن، بہن بھائی اور خاص طور پر اولاد سے بہت محبت ہوتی ہے مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کردیا ہے کہ اگر ایمان والوں کو ان چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ، اس کے حبیب ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے غصے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ پس اس آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہر چیز پر فوقیت رکھتی ہے اور اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

(صحیح بخاری: کتاب الایمان)

- سیّدنا عمر فاروقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ''یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے پیارے ہیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔'' یہ سن کر سیّدنا فاروق اعظمؓ نے عرض کیا ''اس ذات کی قسم، جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے آپ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہیں۔'' پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے۔''

(صحیح بخاری)

- ایک اور حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ تین باتیں جس بندے میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔'' پہلی یہ کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس

اللہ کی خاطر کرے۔ تیسری یہ کہ کفر سے نجات پا لینے کے بعد وہ کفر کی جانب پلٹنے کو اتنا ناپسند کرے جتنا کہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

- غزوۂ اُحد میں ایک صحابیہ کے تین قریبی عزیز اس کا باپ، اس کا بھائی اور کا شوہر شہید ہو گئے۔ لوگوں نے اُسے اس کے عزیزوں کی شہادت کے بارے میں بتایا مگر اُسے صرف ایک ہی بات کی پرواہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کیسے ہیں۔ جب اُسے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ بالکل خیریت سے ہیں تو اس نے کہا ''مجھے حضور کے پاس لے چلو تا کہ میں آپ کی زیارت کرسکوں۔'' جب اس نے آپ کے نوری چہرے کی زیارت کی تو کہا ''آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔''

- امّ المنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ! بے شک آپ میرے نزدیک میری جان اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور جب آپ مجھے یاد آتے ہیں تو میں جب تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں مجھے چین نہیں آتا مگر پھر میں آخرت کو یاد کرتا ہوں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ جنت میں آپ دیگر انبیاء کے ہمراہ اعلیٰ وارفع مرتبے میں اُٹھائے جائیں گے اور میں جنت میں آپ سے نیچے درجے میں ہوں گا۔ مجھے یہ خوف ہے کہ میں آپ کی زیارت سے محروم رہوں گا۔ یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ سیّدنا جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہو گئے۔

ترجمہ: ''تو جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے پس وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ

- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ایک بندے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ''آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اُس قوم سے محبت رکھتا ہے جس سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔'' آپ نے فرمایا ''انسان قیامت کے دِن ان لوگوں کے ساتھ اُٹھے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے۔''
- حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا ''تجھ پر افسوس ہے تو نے اُس دِن کے لیے کیا تیاری کی ہے۔'' اس نے جواب دیا ''میں نے اس دِن کے لیے کچھ تیار نہیں کیا۔ ہاں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔''
- سیّدنا عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو شراب پینے کے جرم میں سزا دی۔ وہ پھر دوبارہ اِسی جرم میں پیش کیا گیا۔ آپ نے پھر سزا کا حکم دیا۔ مجمع میں سے ایک بندے نے کہا ''اے اللہ، اس بندے پر لعنت بھیج۔ اسے کتنی بار مقدمہ کے لیے لایا گیا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اس پر لعنت نہ کرو۔ واللہ! یہ میرے علم میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری)
- فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ابا جان ابوقحافہ ایمان لائے تو رسول کریم ﷺ بہت خوش ہوئے سیّدنا ابوبکر صدیق نے عرض کیا ''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ابوقحافہ کے اسلام قبول کرنے کی نسبت آپ کے چچا ابوطالب کا اسلام لانا میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچاتا۔ اس لیے کہ ابوطالب کا اسلام لانا، آپ کی آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچانے والا ہوتا۔'' (نسیم الریاض بحوالہ ابنِ اسحٰق)

اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی رحمت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی ذاتِ بابرکات کی محبت کی مشعل دل میں جلا لینے کے بعد آپ کی مکمل اتباع اور اطاعت لازم اور واجب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمودات، احکامات اور ہر سنت پر عمل کرنا ہماری دنیاوی اور آخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔قرآنِ پاک نے اس نکتے کو بہت جگہ کھول کر بیان کیا ہے۔

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۞(آل عمران 132)

ترجمہ: اور اللہ رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ ج(آل عمران 32)

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡہُ ج وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ ۞ صلے (انفال 20)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔

بہت سی احادیث میں بھی حضور نبی پاک ﷺ کی اتباع اور اطاعت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، چند احادیث کا مفہوم درجِ ذیل ہے:

- سیّدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی

- ایک اور حدیث پاک ہے ''جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو۔'' (بخاری شریف (1082:
- حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی۔ سوائے اس کے جس نے انکار کیا صحابہ کرام نے عرض کیا ''یا رسول اللہ انکار کرنے والا کون ہے۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ انکار کرنے والا ہے۔'' (بخاری شریف:1080)
- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میری امت کے فساد کے وقت جو بندہ میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا، اس کے لیے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔'' (مشکوٰۃ ص:80)
- ایک اور حدیث ہے ''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔'' (مشکوٰۃ شریف)
- حضرت مالک بن انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم اِن دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی اللہ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت۔'' (مؤطا امام مالک: مشکوٰۃ)

صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا حق ادا کیا۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بن گئے۔ وہ اللہ سے راضی ہوئے تو اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا۔ صحابہ

مکمل اتباع کی اور آپ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت کو بھی اپنایا۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

- زید کے والد اسلمؒ سے روایت ہے ”میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا انھوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔“ (بخاری: کتاب المناسک)
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ”رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اُسے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا ”کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں ڈال لے۔“ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اُٹھا لے اور بیچ کر نفع کما لے اس نے جواب دیا ”اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہ لوں گا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اِسے پھینک دیا ہے۔“ (مشکوٰۃ: باب الخاتم)
- حضرت ابو ہریرہؓ کا گزر ایک جماعت سے ہوا جن کے سامنے بھنی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے آپ کو بلایا آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ”نبی ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے، مگر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔“ (مشکوٰۃ، باب افضل الفقراء)
- رسول اللہ ﷺ کے لیے آٹے سے بورا کبھی نہیں نکالا جاتا تھا۔ (بخاری، باب الاطعم) حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو چھانے بنا آٹے کی روٹی کھاتے ہو دیکھا ہے اس لیے میرے لیے بھی آٹا نہ چھانا جائے۔ (طبقاتِ ابنِ سعد)
- حضرت عبداللہ بن عمر ایک بار اپنی اونٹنی کو ایک مکان (یا درخت) کے گرد پھرا رہے تھے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے جواب دیا ”میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ میں نے

نبی کریم ﷺ کے چچا جان سیّدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کا مکان مسجدِ نبوی کے پڑوس میں تھا۔ جب بارش ہوتی تو اس کے پرنالے کے ذریعے پانی نمازیوں پر گرتا۔ حضرت عمرؓ نے اس پرنالے کو اکھاڑ دیا۔ حضرت عباسؓ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! اس پرنالے کو اللہ کے رسول ﷺ نے میرے کندھوں پر چڑھ کر اپنے ہاتھوں سے خود لگایا تھا یہ سن کر سیّدنا فاروقِ اعظم نے فرمایا ''یہ بات ہے تو پھر آپ میرے کندھوں پر سوار ہو کر یہ پرنالہ لگاؤ چنانچہ اس طرح ہی کیا گیا۔'' (وفاءالوفاء)

OOO

تعظیم وتوقیر

مسلمانوں پر نبی رحمت سرورِ کونین محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کی عظمت، مقام ومرتبہ اور اعلیٰ شان کا خیال رکھا جائے اور آپ کی بارگاہ میں مکمل ادب اور احترام کے ساتھ حاضری دی جائے جس طرح کہ صحابۂ کرام نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ادب واحترام کا مکمل خیال رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بارگاہِ نبوت کے آداب قرآن مجید میں خود بیان فرمائے ہیں:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّ اَصِيۡلًا ۝ (سورۃ الفتح)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر وناظر اور خوشی دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر۔ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝ (الحجرات:1)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو، اس غیب کی خبریں دینے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چیت چیخ کر نہ کرو۔ جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے چیختے ہو ایسا نہ ہو کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا ؕ (النور:63)

ترجمہ: ''رسول کے بلانے کو اس طرح نہ سمجھ لو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا ؕ وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ (البقرہ 104)

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نبی رحمت سیّد الانبیا ﷺ کی بارگاہ کے آداب کا بہت خیال رکھتے تھے کسی قسم کی جلد بازی، شور شرابا، یا بے صبری کا اظہار نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس بارگاہ میں ذرا سی اونچی آواز کے ساتھ بولنے سے زندگی بھر کے اعمال اور نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔

اس حوالے سے صحابۂ کرام کے کچھ واقعات پیشِ خدمت ہیں:

- حضرت ابو جحیفہؓ روایت کرتے ہیں ''میں نے رسول اللہ کو مکہ شریف کے قریب ابطح کے مقام پر دیکھا وہ چمڑے کے سرخ ٹینٹ میں تشریف فرما تھے۔ پھر میں نے حضرتِ بلالؓ کو دیکھا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کا وضو کیا ہوا پانی ایک برتن میں لیا تو لوگ اس پانی کی طرف بھاگ پڑے۔ جسے اُس پانی میں سے کچھ حصہ ملا اس نے اپنے منہ پر مل

کر لی۔(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

- صحابۂ کرام کے دِن رات اگر چہ نبی اکرم ﷺ کی رفاقت میں گزرتے تھے اور وہ اپنے آقا اور مولا کی ہر ہر ادا پر جان قربان کرتے تھے مگر پھر بھی ادب واحترام اور تعظیم میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ آپ کے نورانی چہرے کی جانب دیکھنے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ حضرت عمر بن العاصؓ بیان کرتے ہیں ''مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ تھا اور نہ ہی کوئی اور میری نظر میں آپ سے زیادہ عظمت والا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کی وجہ سے نظر بھر کر آپ کے رُخ انور کو دیکھنے کی ہمت نہ رکھتا تھا اور اگر اب مجھے کہا جائے کہ آپ کا حلیۂ مبارک بیان کروں تو مجھ میں اتنی طاقت نہیں اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں۔''(ابنِ سعد)
- سیّدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہاجر اور صحابہ کرام کے درمیان تشریف لاتے، وہ بیٹھے ہوتے تو ان میں ابوبکر اور عمر بھی ہوتے اُن میں سے اِن دونوں کے علاوہ کوئی اور نبی کریم ﷺ کی جانب نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتا۔ وہ دونوں حضور پاک ﷺ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے اور حضور ﷺ ان کی طرف نظر کرم فرماتے۔ وہ دونوں حضور کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور حضور ﷺ ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے۔''(ترمذی: ابواب المناقب)
- حضرت علی مرتضیٰؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جس وقت نبی کریم ﷺ کلام شروع فرماتے تو آپ کے صحابہ اس طرح سر جھکا لیتے جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جس وقت آپ چپ ہو جاتے تو وہ گفتگو کرتے مگر بات چیت میں کوئی گرہ نہ ڈالتے اگر کوئی آپ کے سامنے کلام کرتا تو

- صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عروہ بن مسعود کفارِ مکہ کی جانب سے نمائندہ بن کر بات چیت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔اس نے کفار کے پاس واپس پہنچ کر یوں کہا ''اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں۔ اللہ کی قسم ہے میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح اس کی تعظیم کرتے ہوں جس طرح حضرت محمد کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم انھوں نے اگر کبھی لعاب دہن پھینکا ہے تو وہ صحابہ میں سے کسی کے ہاتھ پر گیا ہے اور اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا ہے وہ جب اپنے صحابہ کو حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے کے لیے بھاگ پڑتے ہیں۔ وہ جب وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی حاصل کرنے کی خاطر صحابہ کرام میں لڑائی جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو صحابہ کرام اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور تعظیم کی خاطر وہ اُن کی جانب تیز نظروں سے نہیں دیکھتے۔ (صحیح بخاری: کتاب الشروط)
- سیّدنا اسلع بن شریکؓ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ کسا کرتا تھا۔ سردیوں کی ایک رات مجھے غسل کی حاجت ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے سفر کا ارادہ فرمایا۔ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ ناپاکی کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ کسوں۔ ساتھ ہی مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر میں نے ٹھنڈے پانی سے نہا لیا تو بیمار نہ ہو جاؤں میں نے ایک انصاری بھائی سے کجاوہ کسوا لیا۔ میں نے پانی گرم کر کے غسل کیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ جا ملا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''اے اسلع! آج کجاوہ اپنی اصل جگہ سے کیوں ہلا ہوا ہے۔'' میں نے عرض کیا ''میں نے نہیں بلکہ ایک انصاری نے کسا

پانی سے غسل کرنے سے مجھے جان کا خوف تھا اس لیے میں نے اس سے کسوایا پھر پانی گرم کر کے میں نے غسل کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کے بارے میں سورۃ النسا کی آیت نمبر 7 نازل کی۔

- حضرت عثمان نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا کہ کیا تم بڑے ہو یا رسول اللہ انھوں نے جواب دیا آپ مجھ سے بڑے ہیں ہاں یہ بات ہے کہ میں پیدائش میں اُن سے بڑا ہوں۔ (جامع ترمذی)

- حضرت سعید بن یربوع قریشی مخزومی کا نام صرم تھا ایک دِن رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ ہم میں سے کون بڑا ہے۔ میں یا تم؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور نیک ہیں میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں یہ سن کر آپ نے اُن کا نام بدل دیا اور فرمایا کہ تم سعید ہو۔ (اصابہ)

- دو یہودی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے نو نشانیوں کے بارے میں پوچھا آپ نے بیان فرما دیں۔ انھوں نے آپ کے مبارک ہاتھوں اور دونوں مبارک پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔'' (جامع ترمذی)

- حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا ''یا رسول اللہ ﷺ میں اسلام لے آیا ہوں مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ جس سے میرا ایمان پختہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے اس نے عرض کیا '' آپ اس درخت کو اپنے پاس بلا لیں آپ نے فرمایا کہ تم جا کر اُسے بلا لاؤ۔ وہ اس کے پاس گیا اور درخت سے کہا رسول اللہ تجھے بلاتے ہیں یہ سن کر وہ ایک طرف جھکا اس کی جڑیں

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''السلام علیک یا رسول اللہ'' یہ دیکھ کر اعرابی نے کہا ''میرے لیے بہت ہے۔۔۔ میرے لیے بہت ہے۔۔۔'' نبی رحمت نے اس درخت سے کہا کہ اپنی جگہ واپس چلے جا چنانچہ وہ درخت چلا گیا اور اپنی جڑوں پر قائم ہو گیا۔ اعرابی نے کہا ''مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے سر مبارک اور قدمین مبارک کو چوم لوں۔ آپ نے اجازت دی پھر اُس نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ آپ کو سجدہ کروں آپ نے فرمایا کہ ایک بندہ دوسرے بندے کو سجدہ نہ کرے۔ اگر میں سجدے کی اجازت دیتا تو میں بیوی کا حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا اُس پر بڑا حق ہے۔'' (دلائل حافظ ابو نعیم)

○ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاریؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دِن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے اور دروازے کے قریب آ کر کہا ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ'' میرے باپ نے آہستہ آواز میں جواب دیا میں نے کہا ''تم رسول اللہ ﷺ کو اندر آنے کی آجازت کیوں نہیں دیتے۔'' انھوں نے کہا ''اس طرح ہی رہنے دو تا کہ نبی کریم زیادہ بار ہمارے لیے سلام کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسری بار سلام کہا تو حضرت سعد نے آہستہ آواز سے جواب دیا۔ آپ تیسری بار سلام کہہ کر واپس ہو گئے۔ حضرت سعد آپ کے پیچھے نکلے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ میں آپ کا سلام سنتا رہا اور آہستہ آواز سے جواب دیتا رہا تا کہ آپ ہم پر زیادہ بار سلام بھیجیں۔ یہ سن کر حضور حضرت سعد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت سعد کی درخواست پر غسل کیا۔ حضرت سعد نے زعفران رنگی چادر آپ کی نذر کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور اوڑھ لی۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دُعا کی۔ ''یا اللہ! اپنی

کھایا۔ جب آپ واپس تشریف لے جانے لگے تو میرے ماں باپ نے سواری کے لیے ایک دراز گوش پیش کیا جس پر گدا ڈالا ہوا تھا اور مجھے کہا کہ آپ کے ساتھ چلے جاؤ۔ میں حضورﷺ کے ہمراہ چل پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ میں نے انکار کر دیا آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ میں نے نہ کر دی آپ نے پھر فرمایا کہ سوار ہو جاؤ یا واپس ہو جاؤ۔ میں واپس مڑ آیا۔ (ابوداؤد)

- ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت ابوایوب انصاری کے گھر قیام فرمایا۔ آپ مکان کے نیچے والے حصے میں ٹھہرے اور ابوایوب اپنے اہل خانہ سمیت اوپر والے حصے میں قیام پذیر ہو گئے۔ ایک رات حضرت ابوایوب کی آنکھ کھلی تو سوچنے لگے کہ ہم رسول اللہﷺ کے مبارک سر پر چلتے پھرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ رات انھوں نے مکان کے ایک جانب ہو کر گزاری صبح جاگنے کے بعد حضورﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے جواب دیا کہ نیچے والی منزل میں میرے لیے آسانی ہے انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ، میں اس چھت پر نہیں چڑھتا جس کے نیچے آپ ہوں۔'' پھر حضور پاکﷺ اوپر والے حصے میں تشریف لے گئے اور ابوایوب نیچے منتقل ہو گئے۔ حضرت ابوایوب حضور اکرمﷺ کے لیے کھانا بھیجتے۔ اگر کھانا باقی بچ آتا تو خادم سے پوچھتے کہ کھانے میں آپ کی اُنگلیاں کہاں لگی تھیں پھر اُس جگہ سے کھانا شروع کر دیتے۔ ایک دِن کھانا تیار کیا گیا جس میں لہسن ڈالا گیا تھا جب کھانا واپس آیا تو خادم سے اُنگلیوں کی جگہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ آپ نے تو کھانا کھایا ہی نہیں یہ سن کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور اوپر جا کر عرض کیا کہ کیا لہسن حرام ہے۔ آپ نے فرمایا

ناپسند کرتا ہوں جسے آپ ناپسند کرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم: اباحتِ اکل الثوم)

- حضرت حزیفہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم کھانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شرکت کرتے تو ہم کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے جب تک رسول اللہ شروع نہ فرماتے اور اپنا دستِ مبارک کھانے میں نہ ڈال دیتے۔ (صحیح مسلم: آدابِ الطعام والشرب)
- سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امن کا پیغام لے کر مکہ مکرمہ گئے صحابہ کرام نے یہ گمان کیا کہ حضرت عثمان مقدروں کے کتنے اچھے ہیں کہ طواف کی سعادت مل گئی مگر جب کچھ دِنوں کے بعد وہ تشریف لائے تو انھوں نے کہا ''تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے طواف کرلوں گا۔ میں خواہ ایک سال مکہ معظّمہ میں رہتا اور حضور اکرم ﷺ حدیبیہ کے میدان میں رہتے تو پھر بھی میں طواف نہ کرتا۔ (دُرِّ منثور از امام سیوطی)

ooo

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وقار کی حفاظت

نبی رحمت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر ایمان لانا، آپ سے محبت رکھنا اور ہر قدم اور ہر سانس کے ساتھ آپ کی اتباع اور اطاعت کا خیال رکھنا بنیادی حقوق ہیں۔اس کے بعد امت پر جو سب سے ضروری حق نبی کریم ﷺ کا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کی عزت، شان اور وقار کی حفاظت کی جائے اگر اس مقدس فرض کی ادائیگی میں اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑے تو اِسے اپنی سعادت سمجھے۔

ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں یہ بڑا پُرفتن اور آشوب انگیز زمانہ ہے۔ مسلمان سیاسی، سماجی، ثقافتی اور معاشی میدانوں میں غیر مسلم طاقتوں سے بہت پیچھے ہیں۔ باطل قوتیں جو آج کل بہت زور آور ہیں اور ہر طرف دندناتی پھرتی ہیں، اپنی پوری قوت سے شجرِ اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے خصوصی طور پر نبی کریم ﷺ کی ذات کو نشانہ بنایا ہے۔اُن کا یہ نظریہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے دِلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت اور عشق کی چنگاری بجھا دی جائے تو یہ مسلمان خود ہی نیست و نابود ہو جائیں گے اور یہ حقیقت بھی ہے باطل قوتیں پچھلی دو صدیوں سے اس مکروہ اور ناپاک مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ، سلمان رُشدی جیسے لعین گستاخ کی حوصلہ افزائی قرآنِ پاک کی بے حرمتی، اور وقتاً فوقتاً نبی کریم ﷺ کی شان میں

اس پُرفتن دور میں رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور وقار کے تحفظ کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ مسلمان ریاستوں کے حکمرانوں اور کارپردازوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ سپر طاقتوں کے آگے اپنی بے ہمتی اور کمزوری کی بدولت بے بس ہیں بلکہ اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر اُن کے آلہ کار بھی بنے ہوئے ہیں۔ ان گھمبیر حالات میں سب مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ متحد و یکجان ہو کر اپنے آقا مولا ﷺ کی شان و عظمت کی حفاظت کے لیے ہر جائز طریقہ استعمال میں لائیں۔ اس حوالے سے ہم چند قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

ان آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کو کسی قسم کی تکلیف یا ایذا پہنچانا خاص طور پر روحانی اور دِلی رنج یا دُکھ پہنچانا، دراصل اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ان لوگوں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب ہے اور گستاخی کرنے والے کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ کیونکہ حضور ﷺ کو ایذا دینا، دراصل اللہ کو ایذا دینا ہے اور اللہ کے رسول کی گستاخی اور بے ادبی دراصل اللہ ہی کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾ (احزاب:57)

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (احزاب 57)

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡہَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَہۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچیں نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور اُن کے حضور بات چِلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چِلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں تفسیر جلالین میں ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح سے بلانا جس میں تعظیم نہ ہو، نہ آپ کی زندگی میں جائز تھا نہ آپ کی وفات کے بعد جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو کم مرتبے والا جانا وہ پکا کافر ہے اور دنیا و آخرت میں لعنت کیا گیا ہے۔'' (جلالین: 302)

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ج فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ج وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (الفتح 16)

ترجمہ: ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا سبب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے بدبخت مسیلمہ کذاب کی قوم بنی حنیفہ یمامہ کی طرف اشارہ ہے۔ مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم نے نبی کریم ﷺ کی اتھارٹی اور ختم نبوت کی عظمت کو چیلنج کیا تھا۔ اپنی اس کبھی نہ بخشی جانے والی گستاخی کی

گئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت میں شرک کرنے کی سزا یوں دی کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم کے ساتھ جنگ کریں اور اُن کو اس دھرتی سے ملیا میٹ کر دیں یا پھر وہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰ (التوبہ 80)

ترجمہ: تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے جب منافقوں کی منافقت اور بے ایمانی کا بھرم کھول دیا اور مسلمانوں کو ان کے بارے میں سب کچھ پتہ چل گیا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس معذرت کرنے کے لیے آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے لیے معافی مانگیں مگر اللہ تعالیٰ کو اُن کے ہاتھوں اپنے پیارے محبوب ﷺ کو اذیت اور دکھ پہنچنے کا اتنا خیال تھا کہ اللہ پاک نے منع فرما دیا کہ اے محبوب آپ ان کے لیے معافی نہ مانگنا کیونکہ اُن فاسقوں اور گستاخوں کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْلَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ ؕ لَنْ

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں اور اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا

یہ آیات منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس نے نبی پاک ﷺ کی شان میں بہت گستاخانہ باتیں کیں اور بے ادبی کی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کے لیے بخشش کی دُعا کرنے سے منع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے محبوب ﷺ کے گستاخ کو معاف کر دیا جائے۔ پتہ چلا کہ بارگاہِ نبوت کے گستاخوں اور بے ادبوں کے لیے معافی کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔

وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ‌ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ ۝۱۲ اَلَا تُقَاتِلُوۡنَ قَوۡمًا نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ وَهَمُّوۡا بِاِخۡرَاجِ الرَّسُوۡلِ وَهُمۡ بَدَءُوۡكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ‌ ؕ اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ‌ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۱۳ قَاتِلُوۡهُمۡ يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ بِاَيۡدِيۡكُمۡ وَ يُخۡزِهِمۡ وَيَنۡصُرۡكُمۡ عَلَيۡهِمۡ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۱۴ (التوبہ 14-12)

ترجمہ: اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منھ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے

انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا۔

امام ابوبکر رازی لکھتے ہیں:

''اس آیت کا ظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ ذمیوں میں سے جس نے بھی نبی کریم ﷺ کو معاذ اللہ گالی دی، اس کا عہد ٹوٹ گیا۔'' (احکام القرآن:85)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (البقرہ104)

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لفظ راعنا عبرانی زبان میں بے ادبی اور گالی کا مفہوم رکھتا ہے جب کہ مسلمان ان معنوں میں بولتے ہیں کہ ہماری رعائت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے بارگاہِ رسالت میں اس طرح کا لفظ بولنے سے منع فرمایا دیا۔ جس میں بے ادبی یا گستاخی کا تھوڑا سا بھی مفہوم نکلتا ہو۔

امام ابنِ عربیؒ نے اس آیت کی شرح میں لکھا ہے:

''ہمارے علماء نے یہ فرمایا ہے کہ ایسا شخص جو توہین کا احتمال رکھنے والے الفاظ بولے، اس پر بھی حد جاری کی جائے۔'' (احکام القرآن، جلد اوّل، صفحہ:32)

وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝ (القلم:13-10)

ترجمہ: اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے

جو بھلائی کے کام سے بہت روکنے والا بخیل حد سے بڑھنے والا سرکش اور سخت گناہگار ہے بدمزاج دُرشت خو ہے مزید برآں بداصل بھی ہے۔

ایک کافر ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب نو گنوا دیئے۔ آٹھ عیب تو وہ جانتا تھا مگر اپنے حرام کے نطفے سے ہوئے کے بارے میں اُسے پتہ نہ تھا۔ وہ ننگی تلوار لیے اپنی ماں کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا کہ حقیقت بتا کہ کیا ہے۔ اس کی ماں نے کہا کہ تو واقعی حرام کا نطفہ ہے۔ تیرا باپ نامرد تھا اور میں نے ایک چرواہے کو بلایا تو اس میں سے ہے۔

پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گستاخ اللہ کی بارگاہ میں بہت ذلیل اور مردود ہے۔

احادیثِ مبارکہ

- مدینہ منورہ کا ایک یہودی کعب بن اشرف بہت ہی گستاخ، بدتمیز اور بے ادب تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں گستاخانہ شعر کہتا تھا اور آپ کو ذہنی اذیت پہنچاتا تھا۔ اگرچہ اُس نے امن وسکون سے رہنے کے لیے آپ سے معاہدہ کیا تھا مگر پھر اس وعدے سے پھر گیا اور کھلم کھلا آپ سے دشمنی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مکہ کے کفار سے ہمدردی اور ان کو مسلمانوں سے جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لینے پر اُکسانے کی خاطر مکہ گیا۔ عمر بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا۔ اُس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیت پہنچائی ہے۔'' محمد بن مسلمہ

جدا کر دوں۔'' رسول اللہ نے ہاں میں جواب دیا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا'' پھر مجھے کچھ غیر حقیقی باتیں کرنے کی اجازت دیں۔'' آپ نے فرمایا'' کہہ دینا۔''

محمد بن مسلمہ نے ایک منصوبہ تیار کیا اور اس کے قلعہ میں جا کر کہنے لگا'' یہ شخص محمد ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور ہمیں بہت تکلیف پہنچاتا ہے۔'' کعب نے کہا'' تم تو اس سے اُکتا جاؤ گے۔'' محمد بن مسلمہ نے کہا اب جب کہ ہم اس کی پیروی کرنے لگے ہیں تو یہ مناسب نہیں لگتا کہ ہم اس سے پیچھے ہٹ جائیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ایک دو وسق اناج دے ڈالو۔'' کعب نے کہا'' میرے پاس کچھ رہن رکھ دو۔'' محمد بن مسلمہ نے کہا کون سی چیز تجھے پسند ہے۔'' کعب نے کہا کہ اپنی خواتین کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔'' محمد بن مسلمہ نے کہا'' یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ تو عرب کا سب سے خوبصورت شخص ہے۔'' کعب نے کہا کہ پھر یوں کرو کہ اپنے بیٹے میرے پاس بطور ضمانت رکھ دو۔'' محمد بن مسلمہ نے کہا'' یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ ان کو تمام زندگی یہ طعنہ ملتا رہے گا کہ ان کو صرف دو یا تین وسق اناج کے بدلے رہن رکھا گیا تھا۔ سن، یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے ہتھیار تیرے پاس رہن رکھ دیں۔ اس طرح دونوں میں یہ طے ہوگیا کہ وہ اپنے ہتھیار لے کر آئیں گے پھر محمد بن مسلمہ، لمبس بن حبر اور عباد بن بشیر کے پاس آئے اور تینوں اکٹھے ہوکر کعب کے گھر آئے اور اُسے آواز دی۔ کعب ان کی جانب آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا میں اس طرح کی آواز سن رہی ہوں جس میں خون کی بو آرہی ہے۔ کعب نے کہا یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور اس کا دودھ شریک بھائی ابو نائلہ ہے پھر وہ باہر آ گیا۔ ابو نائلہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وہ آئے گا میں اس کے بال پکڑ لوں گا تم خیال رکھنا، اور جب میں اُسے قابو کرلوں تو تم

جب کعب نیچے آیا تو اس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ ہمیں تیرے پاس سے بڑی خوشبو آ رہی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے اچھی خوشبو والی عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں تمہارا سر سونگھ لوں وہ بولا ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ محمد بن مسلمہ نے اس کے سر اپنا ہاتھ ڈالا انھوں نے پھر کہا بھائی ایک بار اور سونگھنے دو۔ کعب نے کہا ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔! اب انھوں نے کعب کے بالوں کو اچھی طرح پکڑا اور بولے اسے پکڑ و اور قتل کر دو۔ چنانچہ انھوں نے قتل کر دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی / صحیح مسلم: کتاب الجہاد)

- ایک اور یہودی ابو رافع نبی کریم رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ وہ آپ سے بہت دشمنی رکھتا تھا اور آپ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اُسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

آپ نے عبداللہ بن عتیک کی سر براہی میں کچھ صحابہ کو اس مشن پر بھیجا۔ اس کی رہائش ایک قلعہ کے اندر تھی۔ جب انصاری صحابہ اُسے قتل کرنے کے لیے قلعہ کے قریب پہنچے، مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ لوگ اپنے جانور اور مویشی لے کر قلعے کی طرف پلٹ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں قلعہ کے اندر داخل ہونے کی تدبیر کرتا ہوں۔ وہ قلعہ کے دروازے قریب چادر اوڑھ کر ایسے بیٹھ گیا جیسے کوئی شخص رفع حاجت کے لیے بیٹھتا ہے۔ قلعے کے دربان نے اُسے دیکھا اور آواز دی کہ اگر قلعہ کے اندر آنا ہے تو جلدی سے آ جا، میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔ حضرت عبداللہ اٹھے اور جلدی سے اندر داخل ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں اندر

اور اندھیرا ہوا تو میں نے چابی لی اور جلدی سے تالا کھول کر دروازہ کھول دیا۔

ابو رافع کے پاس ایک قصہ گو کہانی سنا رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں اوپر والی منزل پر چڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر سے بند کرتے ہوئے آگے بڑھا تا کہ اگر لوگوں کو میرے بارے میں اطلاع ہو جائے تو ان کو مجھ تک پہنچنے میں کچھ دیر لگے۔ جب میں اس تک پہنچا تو ابو ارافع اپنے گھر والوں کے ساتھ ایک اندھیرے کمرے میں سویا ہوا تھا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کس بستر پر موجود ہے۔ میں نے پوچھا ابو رافع ادھر ہے۔ اس نے آواز دی ''کون ہے؟'' میں نے آواز سنی تو تلوار سے اس پر وار کر دیا۔ پر مجھے شک تھا کہ اس کو کوئی نقصان بھی پہنچا ہے یا نہیں۔ جب اس کے چیخنے کی آواز آئی تو میں باہر دروازے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ میں واپس آ کر پھر بولا کہ ابو رافع یہ آواز کیسی ہے؟ اس نے کہا تیری ماں مرے، ایک آدمی نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے میں نے اس کی آواز سنتے ہی تلوار سے اس پر وار کر دیا اور اُسے لہولہان کر دیا مگر وہ مرا نہیں پھر میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اور چیرتے ہوئے ریڑھ کی ہڈی تک لے گیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ میں ایک ایک دروازہ کھولتے ہوئے باہر آ گیا۔ میں ایک سیڑھی پر پہنچا اور نیچے اُترتے ہوئے غلطی سے پاؤں نیچے رکھ دیا مگر میں زمین پر آ گرا۔ میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنی دستار کے ساتھ پنڈلی کی ہڈی کو باندھا اور چھپ کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک اس کے مرنے کی اطلاع مجھے نہیں ملے گی، میں باہر نہیں جاؤں گا۔

سحر کے وقت جب مرغ نے بانگ دی اور مرنے والوں کی اطلاع دینے والا اعلان کرنے لگا کہ میں تمھیں ابو رافع کے مرنے کی خبر دے رہا ہوں۔ میں بڑے

نکلے اور آقا و مولا سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا ''عبداللہ! اپنا پاؤں سیّدھا کرو میں نے زخمی ٹانگ پھیلا دی۔ آپ نے اس پر اپنا دستِ رحمت پھیرا تو وہ اس طرح ہوگئی جیسے پہلے کبھی درد تھا ہی نہیں۔(صحیح بخاری، حدیث:381)

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں بکتی رہتی تھی ایک شخص نے اس کا گلا دبا کر اسے ہلاک کردیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا خون ہدر (رائیگاں) قرار دیا۔
- اک نابینا صحابی کی زرخرید کنیز نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں بہت گستاخی کرتی رہتی تھی اور آپ کو گالیاں بھی دیا کرتی تھی۔ وہ صحابی اُسے روکتے مگر وہ نہ رُکتی۔ ایک رات اس نے نبی پاک ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں اس صحابی نے نیزا لے کر اس کنیز کو ہلاک کردیا۔ صبح سویرے اس بات کا ذکر نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں ہوا۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا ''میں اس بندے کو قسم دیتا ہوں جس نے کیا اور جو کیا میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ ایک نابینا شخص کھڑا ہوا اور لوگوں کے کندھوں پر سے ہوتا ہوا آپ کے قریب آ گیا۔ وہ کانپ رہا تھا اس نے کہا ''یارسول اللہ! اُسے میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہے۔ کیوں کہ وہ آپ کو گالیاں نکالتی تھی، میں اس کو روکتا تھا مگر وہ باز نہ آتی۔ میں اُسے ڈانٹتا بھی تھا مگر وہ پرواہ نہ کرتی۔ پچھلی رات جب وہ آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے لگی تو میں نے نیزا لے کر اس کے پیٹ میں چبھو دیا۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی رسول اکرم نے فرمایا'' گواہ رہو کہ اس کا خون ھدر رہے۔'' (سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت دکھ دیتی تھی۔ اسلام میں عیب نکالتی اور لوگوں کو اسلام کے خلاف اُکساتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس بدبخت اور گستاخ سے بدلہ لے۔ حضور پاک ﷺ کے فرمان پر لبیک کہتے ہوئے اسی قبیلے کے ایک فرد عمیر بن عدی الخطمی نے یہ ذمہ داری لی۔ اس نے اُس گستاخ عورت کو قتل کیا اور پھر نبی کریم کو اس کے قتل کی اطلاع دی۔ آپ نے اُس شخص کو یہ خوشخبری سنائی کہ اس قبیلے میں آئندہ دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہ لڑائیں گی اور سب لوگ اتحاد و اتفاق سے رہیں گے۔ (مدارج النبوت، جلد 2، صفحہ: 176)

- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص انبیاء کو گالی دے اُسے قتل کر دیا جائے اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے کوڑے لگائے جائیں۔ (الشفاء، جلد 2، صفحہ: 194)

- بنو عمرو بن عوف قبیلے میں ایک بزرگ رہتا تھا جسے ابو عفک کہتے تھے۔ وہ 120 سال کا بوڑھا شخص تھا مگر بڑا اخرانٹ اور بدبخت شخص تھا۔ وہ مدینہ منورہ میں آ کر لوگوں کو نبی آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اُکستا تا۔ غزوۂ بدر میں نبی کریم ﷺ کی فتح سے وہ بہت سیخ پا ہوا اور اس نے ہجویہ قصیدہ لکھا جس میں آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی۔ ایک صحابی سالم بن عمیر نے نذر مانی کہ میں اُسے قتل کر کے چھوڑوں گا یا پھر اس مشن میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔ ایک رات وہ اپنے قبیلے میں ایک صحن میں سویا ہوا تھا۔ حضرت سالم بن عمیر نے اپنی تلوار اس کے جگر پر رکھ دی وہ بستر پر تڑپنے لگا اور مر گیا۔ اس کے ساتھی آئے انھوں نے اُسے گھر پہنچایا اور قبر میں دفنایا اور کہنے لگے "ربّ کی قسم! آج ہمیں پتہ چل گیا ہے کس نے انھیں قتل کیا ہے اور ہم اُسے قتل کر کے رہیں گے۔

گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا'' تو بہت برا ہوتا تھا، اللہ کی قسم، میں اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کو انکار کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا جو نبی کو دکھ درد دیتا ہو، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ جس شخص نے تجھے قتل کر کے میری آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کی۔''

یاد رہے ان دونوں کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے حد دکھ اور تکلیف پہنچائی۔ عتبہ نے ایک بار آپ کے گلے میں چادر ڈال کر آپ کو کھینچا تھا اور آپ کو جان سے مار دینے کی کوشش کی تھی۔ اسی طرح آپ ایک بار سجدے میں تھے کہ اس بدبخت نے اونٹ کی اوجھڑی آپ کی پشت پر رکھ دی تھی۔ (الصارم المسلول ترجمہ غلام احمد حریری:203)

- فتح مکہ کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لڑائی سے منع فرمایا تھا مگر چار افراد کو قتل کرنے کا خاص حکم دیا۔ ان میں سے ایک حویرث بن نقید تھا جو آپ کو بہت تکلیف پہنچاتا تھا اور آپ کا دل دکھایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے دِن وہ اپنے گھر میں چھپ گیا اور دروازہ بند کرلیا۔ حضرت علیؓ اس کی تلاش میں اس کے گھر پہنچے تو جواب ملا کہ وہ جنگل کی طرف گیا ہوا ہے۔ حضرت علی واپس آنے لگے تو وہ اپنے گھر سے نکل کر دوسرے گھر چھپنے کے لیے نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے دیکھ لیا اور اس کا گلا کاٹ ڈالا۔

(تاریخ طبری، جلد اوّل:399 / مدارج النبوت، جلد2، ص:501)

- عبداللہ بن سرہ ان چار بندوں میں شامل تھا جن کے قتل کا حکم سرکارِ دو عالم صلی علیہ اللہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے دِن دیا تھا۔ وہ پہلا مسلمان اور کاتبین وحی میں شامل تھا۔ اس طرح وہ کہنے لگا کہ حضرت محمد جو کہتے ہیں وہ سمجھتے نہیں کیونکہ میں جو چاہتا ہوں وحی میں

چھپتا ہوا حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور جان کی امان کی درخواست کی۔ حضرت عثمانؓ کے اس کے دودھ شریک بھائی تھے آپ نے اُسے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے جا کر جاں بخشی کی اُمید دکھائی۔ حضرت عثمان اُسے ساتھ لے کر نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ اپنی پچھلی غلطیوں کی معافی چاہتا ہے اور اب بیعت کا طلب گار ہے۔ اس کی ماں نے مجھے دودھ پلایا ہوا ہے اور اپنے ہاتھوں میں کھلایا ہوا ہے۔ آپ اِسے بیعت فرمالیں نبی کریم ﷺ نے منہ دوسری جانب کرلیا۔ حضرت عثمان اس طرف آ کر عرض کرنے لگے۔ آپ نے اُسے بیعت فرمالیا مگر ناراضگی سے اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اُسے قتل کر دیتا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ، آپ ہمیں اشارا کر دیتے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کی آنکھ خیانت نہیں کرتی۔

- شانِ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والے جن مرد وزن کے قتل کا حکم دیا گیا تھا اُن میں ابن خطل کی لونڈیاں بھی شامل تھیں جن کو قتل کر دیا گیا مگر ایک ''فرتنا'' نام کی لونڈی بھاگ گئی بعد میں لوگوں نے اس کے لیے امان طلب کی تو آپ نے دے دی اور وہ مسلمان ہوگئی۔ (مدارج النبوت)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ دورانِ جنگ اگرچہ عورتوں کا قتل منع ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر سے بھی بڑا گناہ ہے جس کی معافی نہیں۔

- ایک بدبخت شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا رہتا تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے کہا کہ کون ہے جو اسے قتل کر دے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے

- اسی طرح ایک اور بد بخت شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت زبیرؓ نے قتل کر دیا تھا۔ (کتاب الشفا: قاضی عیاض، جلد 2)
- عبداللہ بن حارثؓ روایت کرتے ہیں کہ جدعی نام کا شخص یمن آیا اور یہاں اُسے ایک عورت سے عشق ہو گیا اُس نے یہ جھوٹ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ہے کہ اس عورت کو میرے حوالے کر دیا جائے۔ یمن کے لوگوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عہد کیا ہے اور وہ عہد توڑنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ یہ شخص اگر زندہ ملے تو قتل کر دینا اور اگر مردہ ملے تو آگ میں جلا دینا۔ حضرت علی جب یمن پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ شخص سانپ کے ڈسنے سے مر گیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کی نعش کو آگ میں جلا دیا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص: 78)
- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ فتح مکہ کے دِن مکہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ سر اقدس پر خود پہنا ہوا تھا آپ نے خود اُتارا تو آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ابن خطل کعبے کے پردے کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

عبداللہ بن خطل پہلے مسلمان تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے صدقہ وصول کرنے کے لیے ایک جگہ بھیجا۔ ایک انصاری خادم اس کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک جگہ رُکے تو اس نے انصاری خادم سے کہا کہ بکری کو ذبح کرے اور کھانا بنائے مگر اُس خادم نے ایسا نہ کیا۔ ابن خطل جاگا تو غصے میں آ گیا اور اس خادم کو قتل کر

تھا۔اس کی ایک کنیز اور کنیز کی سہیلی دونوں مل کر حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخانہ گانے گایا کرتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کے ساتھ ان دونوں بد بخت عورتوں کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کلمہ گو شخص کو قتل نہ کیا جائے اور اس کا خون حلال نہیں سوائے تین معاملات کے۔ پہلا خون کے بدلے خون، دوسرا شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو رجم کرو اور تیسرا شخص وہ جو اپنے دین کو چھوڑ دے۔
(صحیح بخاری، کتاب الدیات۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود)

- ابو وائل عبداللہؓ سے روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب کا پیغام دو اشخاص ابن نواحہ اور ابن اثال لے کر آئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم مسیلمہ (کذاب) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں قاصد کے قتل کو پسند نہیں کرتا مگر تمہارے قتل کا ضرور حکم دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ کسی جھوٹے نبی کی گواہی دینا بھی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ ایسے شخص کی سزا موت ہے۔

- یمن میں ایک بد بخت شخص اسود عنسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ یہ فتنہ آپ کے وصال مبارک سے چند روز پہلے واقع ہوا۔ حضور پاک ﷺ کے حکم پر دو بابرکت افراد قیس بن مکشوح المراری اور فیروز

قتل ہوا اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو مطلع کر دیا، آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج عنسی کو قتل کر دیا گیا ہے اور ایک بابرکت آدمی نے اُسے قتل کیا ہے جو خود بھی ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اس کا قاتل کون ہے آپ نے فرمایا ''فیروز ویلمی''

فیروز ویلمی رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ آمد سے قبل ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو عنسی کے قتل کی اطلاع پہنچا کر اس خبر کی اہمیت واضح کر دی کہ گستاخِ رسول کے قتل سے نبی کریم ﷺ کو سکون ملتا ہے اور یہی شریعتِ اسلامی کا تقاضا بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور حق یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ بابرکات پر درود وسلام پیش کیا جاتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً . (الاحزاب:56)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس شان والے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب اور محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔''

درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم ہے۔ علماء کرام نے ''**اللھم صلِّ علیٰ محمّدٍ**'' کے معانی یہ بیان کیے ہیں ''یا اللہ حضرت محمد کو اس دنیا میں ان کا دین بلند کر کے، ان کی دعوت وتبلیغ کو غالب کر کے، اگلوں اور پچھلوں میں ان کی فضلیت کا اظہار فرما کر اور نبیوں، رسولوں، فرشتوں اور کل مخلوقات پر ان کی شان بڑھا کر عظمت عطا فرما۔'' خزائن العرفان۔

اس آیت کی تفسیر میں امام سہیل بن محمد بن سلمان رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شرف عطا کیا ہے وہ اس شرف اور عظمت سے زیادہ جامع اور کامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر انھیں عطا کیا تھا۔ کیونکہ اس شرف میں فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ

میں وہ خود بھی شامل ہے اور فرشتے بھی آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ پس وہ عزت و عظمت جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اس سے کہیں زیادہ ہے جو صرف فرشتوں کے لیے خاص ہے۔

(مسالک الحنفاء)

محدثِ کبیر حافظ سخاوی نے اس آیت مبارکہ کے ضمن میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے ''اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر پہلے خود فرمایا تاکہ درود شریف پڑھنے والے مسلمانوں کے لیے ترغیب ہو، اور نہ پڑھنے والوں کے لیے تنبیہ ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی جلالت اور کبریائی کے باجود مخلوق سے بے نیاز ہونے کے باوجود اپنے حبیب ﷺ پر درود بھیجتا ہوں۔ اسی طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہونے کے باوجود اور اس کی بارگاہ میں اعلیٰ مرتبہ کا حامل ہونے کے باوجود آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنوں پر تو زیادہ حق ہے کہ آپ پر درود وسلام بھیجا کریں کیونکہ تم سارے آپ کے محتاج ہو اور روزِ حشر شفاعت کے طلب گار بھی ہو اور اس لیے بھی کہ آپ کی برکت سے ہی تم نے دنیا اور آخرت میں شرف پایا ہے۔

ایک اور بزرگ عبدالواحد لیساری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''اگر تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو تو ہرگز یہ نہ سوچنا کہ تم رسول اللہ ﷺ کا حق ادا کر رہے ہو۔ کیونکہ ساری اُمت مل کر بھی آپ کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ آپ تو خود اللہ پاک کی رحمت ہیں اور ہمارا درود بھیجنا حضور پاک کے صدقے اور وسیلے سے اپنے لیے رحمت مانگنا ہے۔''

دورِ حاضر کے عظیم مفسر پیر محمد کرم شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے درودِ پاک کے حوالے سے لکھا ہے ''اس جملے ''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہ'' میں غور کرو تو پتہ چلتا ہے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعلیہ ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ، ہر دم اور ہر گھڑی اپنے نبی مکرم پر اپنی رحمتیں

تروتازہ رکھتے ہیں۔"

عراقی نے خوب کہا ہے:

ثنائے زلف و رخسارِ تو اے ماہ

ملائک وردِ صبح و شام کروند

ترجمہ: "اے مدینے کے چاند! آپ کی زلفوں اور رُخسار کی تعریف فرشتوں کا صبح وشام کا وظیفہ ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی عظمت ورفعت کے لیے دُعائیں مانگتے رہتے ہیں تو اے ایمان والو! تم بھی اس محبوب کی شان میں اضافہ کے لیے دُعا مانگا کرو۔ اگرچہ ہمیں صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا جارہا ہے مگر ہم نہ تو شانِ رسالت کو جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کرسکتے ہیں۔ اس لیے اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں۔

"اللھّم صلِّ علٰی مُحمدٍّ وعلیٰ آلہٖ وبارک وسلم"

یعنی مولا کریم تو اپنے محبوب کی شان کے لائق ان پر درود بھیج اور رحمت اور برکت فرما۔ (ضیاء القران)

ہم یہاں درود پاک کی فضلیت کے بارے میں کچھ احادیث پیش کرتے ہیں۔

☆ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی عَلَیَّ صَلَاۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشَرَ صَلَوَاتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشَرُ خَطِیْـئَاتٍ وَّرُفِعَتْ لَہٗ عَشَرُ دَرَجٰتٍ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر

معاف کئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے۔

☆ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبُشْرٰی فِیْ وَجْھِہٖ فَقَالَ اِنَّہٗ جَآءَ نِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَایُرْضِیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا. (سنن النسائی، سنن الدارمی، مشکٰوۃ)

ترجمہ: ایک دن حضور سرور کائنات ﷺ تشریف لائے رخِ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آج تو چہرہ مبارک خوشی سے تاباں ہے۔ فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے آکر کہا کہ اے سراپا حسن وخوبی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا، اللہ تعالیٰ دس بار اس پر سلام بھیجے گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں اپنے مولا کریم کی اس نوازش پر بے حد خوش ہوں۔

☆ عَنْ اَبِیِّ بِنْ کَعْبٍ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلَاۃَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلَاتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبْعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ صَلَاتِی کُلَّھَا قَالَ اِذًا یُّکْفٰی

ترجمہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں تو درود کتنا مقرر کروں۔فرمایا جتنا چاہو۔میں نے کہا چہارم فرمایا جتنا چاہو۔اگر درود بڑھادو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔میں نے کہا آدھا۔فرمایا جتنا چاہو۔اگر درود بڑھادو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے کہا دوتہائی تو فرمایا جتنا چاہو۔لیکن اگر درود بڑھادو تو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے کہا میں سارا وقت دُرود ہی پڑھوں گا۔فرمایا تو تمہارے گناہوں کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹادے گا۔

☆ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَارْحَمْنِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّىْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِاللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَىَّ ثُمَّ ادْعُهٗ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذَالِکَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَيُّهَاالْمُصَلِّىْ اُدْعُ تُجَبْ. (الترمذی وابوداوٗد ونسائی ومشکوٰۃ)

ترجمہ: سیدنا فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا۔اس نے نماز پڑھی اور پھر کہا کہ الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے نمازی تو نے جلدی کی جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر اور مجھ پر درود بھیج، پھر دعا کر، فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی۔ پھر اللہ کی حمد کی اور نبی اکرم

ہے۔ تیری ہر دُعا قبول ہوگی۔

☆ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بِنْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ مَعُہٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ الصَّلَاۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ. (الترمذی' مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضوان اللہ عنہما آپ کے ساتھ تھے۔ جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد سے ابتداء کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ پھر میں نے اپنے لئے دعا کی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مانگ لے دیا جائے گا۔ مانگ لے دیا جائے گا۔

☆ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بِنْ عَمْرٍ وقَالَ مَنْ صَلَّی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلَائِکَتُہٗ سَبْعِیْنَ صَلَاۃً.

(مشکوٰۃ شریف 'القول البدیع)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں: جس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھا' اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس پر ستر (70) بار درود پڑھتے ہیں۔

☆ زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ باالصَّلَاۃِ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (الجامع الصغیر)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پاک پڑھ کر مزین کیا کرو، کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پاک پڑھنا قیامت کے دن

☆ عَنُ النبیِّ صَلی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلمَ انہٗ قَال مَنۡ صَلی عَلَیَّ صَلاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ عَشرًا وَّ کَتَبَ لَہٗ عَشَرَ حَسَنَاتٍ.

(ترمذی شریف' جلد 1' ص 64)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔

☆ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَوۡلَی النَّاسِ بِیۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ اَکۡثَرُھُمۡ عَلَیَّ صَلاۃً. (الجامع الصغیر جلد دوم ص 28)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ وہ ہوگا جو مجھ پر اکثر درود بھیجتا ہے۔

☆ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الۡبَخِیۡلُ مَنۡ ذُکِرۡتُ عِنۡدَہٗ فَلَمۡ یُصَلِّ عَلَیَّ. (الترمذی' مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کنجوس ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

☆ اَکۡثِرُوۡا مِنَ الصَّلاۃِ عَلَیَّ فِیۡ یَوۡمِ الۡجُمُعَۃِ وَلَیۡلَۃِ الۡجُمُعَۃِ فَمَنۡ فَعَلَ ذَالِکَ کُنۡتُ لَہٗ شَھِیۡدًا وَّشَافِعًا یَّوۡمَ الۡقِیَامَۃِ. (الجامع الصغیر)

کیونکہ جو ایسا کرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفیع (شفاعت کرنے والا) ہوں گا

○○○

مدینہ منورہ سے محبت

امت پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور حق یہ بھی ہے کہ آپ کے پیارے اور میٹھے شہر مدینہ طیبہ سے محبت کی جائے، اس کا ادب اور احترام کیا جائے، وہاں موت آنے اور وہیں دفن ہونے کی آرزو کی جائے۔

مدینہ طیبہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر مقدس کو نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے امن اور قرار کی جگہ بنایا۔ اِسے حرم قرار دیا اور اس میں مکہ مکرمہ سے دوگنا برکتیں رکھیں۔

مدینہ طیبہ دوسرے سب شہروں کا سردار، ہجرت کا گھر، ایمان کا مرکز اور پناہ گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز فرشتوں کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائی اور اسے زلزلوں اور دّجال کی شرانگیزیوں سے محفوظ فرمایا۔ اس میں طاعون کا مرض داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے اپنے محبوب ﷺ کی دُعا کو شرفِ قبولیت فرماتے ہوئے اس کی صاع، مد اور پھلوں میں خاص برکت عطا فرمائی۔ (صاع اور مد اناج تولنے کے پیمانے ہیں) اور مومنین کے نزدیک اِسے محبوب اور عزیز بنا دیا۔ مدینہ طیبہ کی فضیلتوں کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں سے کچھ احادیث یہاں درج کرتے ہیں۔

- عبداللہ بن زید المازنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور مکے والوں کے لیے دُعا مانگی اور میں مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں اور میں مدینہ طیبہ کے صاع اور مد کے لیے حضرت ابراہیم کی

- مدینہ طیبہ یہاں سے لے کر وہاں تک حرم ہے۔اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔اس میں کسی جرم کا ارتکاب نہ کیا جائے، جو یہاں جرم کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔اس حدیث کو حضرت انس بن مالکؓ نے روایت کیا۔(صحیح بخاری و مسلم)
- حضرت سہل بن خفیفؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ''یہ حرم ہے اور امن کا گہوارہ ہے۔'' (مسلم)
- حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوفرمایا پھر السقیا کے گھروں کے قریب پتھریلے ٹیلے پر سعد کی زمین پر نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی:

''اے اللہ بے شک حضرت ابراہیم تیرے خلیل، تیرے برگزیدہ بندے اور تیرے نبی ہیں۔ تجھ سے انھوں نے مکے کے لیے دعا مانگی اور میں محمد تیرا (برگزیدہ) بندہ، تیرا نبی اور تیرا رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لیے اسی طرح کی دعا مانگتا ہوں جس طرح کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگی تھی۔ہم تیری بارگاہ میں دُعا کرتے ہیں کہ تو اہل مدینہ کی صاع، مد اور ان کے پھلوں میں برکت فرما۔ ہمارے لیے مدینہ کو اسی طرح محبوب بنادے جس طرح مکے کو ہمارے لیے محبوب بنایا تھا اور اس میں جو وبا ہے اُسے خم کے چشمے میں پھینک دے۔اے اللہ میں مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے درمیان کی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں، جس طرح تو نے مکہ مکرمہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے حرم بنایا تھا۔'' (امام احمد)

- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے اس شہر

حالانکہ یہ مدینہ ہے۔ یہ بُرے لوگوں کو دُور کرے گا جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔(متفق علیہ)

- ابوحمید الساعدیؓ سے روایت ہے ہم غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ نکلے جب ہم وادی القریٰ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مجھے بہت جلدی ہے جو چاہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو ٹھہرنا چاہتا ہے وہ ٹھہر جائے۔ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ طابہ ہے یہ اُحد پہاڑ ہے، یہ ہمارے ساتھ محبت کرتا ہے اور ہم اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔''
- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مدینہ اسلام کا قبہ ہے، ایمان کا گھر، ہجرت کی سرزمین اور حلال وحرام اُترنے کی جگہ ہے۔''(طبرانی)
- ام المومنین سیّدہ حفصہ بنتِ عمرؓ اور اسلم مولیٰ عمر سے روایت ہے۔ حضرت سیّدنا عمر یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر میں موت عطا فرما۔
- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایمان مدینہ طیبہ میں اس طرح اکٹھا ہو کر داخل ہوگا جس طرح سانپ کسی مشکل وقت میں اکٹھا ہو کر اپنے بل میں داخل ہوتا ہے۔''(بخاری۔مسلم)
- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اسلام شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی ہو جائے گا جس طرح شروع میں تھا۔ مبارک ہو اُس دِن اجنبیوں کے لیے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ

جس طرح سانپ اکٹھا ہو کر بل میں داخل ہوتا ہے۔ (مسند سعد۔ الایمان)

- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ''اے اللہ مدینہ ہمیں محبوب بنا دے جس طرح مکہ ہمیں محبوب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اسے ہمارے لیے صحیح کر دے۔ ہمارے لیے اس کی صاع اور مد میں برکت ڈال دے۔ یہاں کا بخار دُور کر دے اور یہ بخار جحفہ میں ڈال دے۔ (صحیح بخاری۔ مسلم)

- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس لوٹتے تو آپ کی نظر مدینہ طیبہ کے در و دیوار پر پڑتی۔ آپ اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور اُسے مزید تیز چلنے کے لیے حرکت دیتے یہ سب کچھ مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے تھا۔ (صحیح بخاری)

- حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری مسجد میں نماز دوسرے مقامات سے ایک ہزار درجے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے۔ میری مسجد کا رمضان دوسری مساجد کی نسبت ہزار رمضانوں سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔'' (بیہقی)

- حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اُسے مدینہ منورہ میں ہی مرنا چاہیے۔ جو اس میں مرے گا میں اس کے لیے شفاعت کروں گا۔'' (احمد۔ ترمذی۔ بیہقی)

- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو

تو اس کے لیے دوزخ اور نفاق سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔'' (احمد، طبرانی)

- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت ہوگی۔'' (دار قطنی۔ بیہقی)
- جس شخص نے میرے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد میری زیارت کی اس طرح ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (بیہقی)
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔'' (ابنِ عدی کامل)
- عبداللہ بن زید مازنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا'' میرے گھر اور میرے منبر کے درمیاں والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' (متفق علیہ)

○○○

اہلِ بیت کی محبت

اہلِ بیت سے محبت اور ان کا ادب و احترام امتِ پر نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہت اہم حق ہے۔ اس حوالے سے بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں اہلِ بیت کے فضائل اور اُن سے محبت کا حکم دیا گیا ہے:

ترجمہ:۔ اے حبیب! تم فرما دو، میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، ہاں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے قریبی عزیزوں (اہل بیت) سے محبت رکھو۔

چند منتخب احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

- سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے پیش نظر میرے اہل بیت سے محبت کرو''۔ (ترمذی شریف)
- رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)
- علی اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول علی سے محبت کرتے ہیں۔ (مسند احمد)
- علی سے محبت نہیں رکھتا مگر مومن اور علی سے بغض نہیں رکھتا مگر منافق۔ (ترمذی)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین میں

- اے اللہ میں ان سے (حسن اور حسین) محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے محبت کر جو اِن دونوں سے محبت کرتے ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، بخاری)

پس پتہ چلا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت کے ساتھ محبت وعقیدت دین کی روح اور نبی کریم ﷺ کی خواہش ہے۔ اُمت کے لیے واجب ہے کہ وہ اہلِ بیت کا دامن پکڑے رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا حاصل ہو۔

ooo

یہ ذوق، یہ وِجدان، یہ عِرفان مبارک

سیرتِ طیبہ پر کتاب مستطاب خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے پر
ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری صاحب کے حضور ہدیۂ تبریک

کیا خوب لکھی سیرتِ سرکارِ مدینہ
تصنیف ہے یا غنچۂ گلزارِ مدینہ
کھینچا ہے عجب نقشۂ دربار ِمدینہ
ہیں جلوہ گر اس میں تو انوارِ مدینہ

مقبول خلائق ہو یہ تحریر تمہاری
تحسین کریں اس کی وہ خود رحمتِ باری

تم واصف اوصافِ شہِ ارض و سما ہو
مَدّاح کمالاتِ امین دوسرا ہو
تم ذاکرِ سلطانِ عرب صبح و مسا ہو
مشغولِ ثنا خوانیِ محبوبِ خدا ہو

یہ ذوق، یہ وِجدان، یہ عِرفان مبارک
دارین میں ہو دولتِ ایمان مباک

اے ساجدِ خوش ذوق، مقدر کے دھنی ہو
شاہوں کے نہیں، واصفِ شاہِ مَدنی ہو

ممدوحِ غلامانِ بلال و قرنی ہو

دارین میں یاور ہو کرم فخرِ رُسل کا
لکھتے ہی چلے جاؤ قصیدہ شہِ کل کا

اے عاشقِ سرکار مبارک تجھے سو بار
ے حق کے وفادار مبارک تجھے سو بار
اے مردِ نکوکار مبارک تجھے سو بار
شیرینیِ گفتار مبارک تجھے سو بار

چلتا ہی رہے تیرا قلم مِدحتِ شاہ میں
رکھیں تجھے سلطانِ حرم اپنی پناہ میں

پروفیسر بشیر احمد رضوی
(پنڈی گھیپ)

مصنف: ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

تعلیم: ایم بی بی ایس۔ایم سی پی ایس (پی جی)

پیشہ: رجسٹرار شعبہ اُمراض جلد (پنجاب میڈیکل کالج) سول ہسپتال فیصل آباد

نگارشات: (i) خیرالبشر ﷺ (ii) ماہِ عرب ﷺ

(iii) قندیلِ حرم (iv) پیکرِ جمال

(v) لبیک یارسول اللہ ﷺ (vi) سیّدالعالمین ﷺ

(vii) صبحِ سعادت (viii) آدابِ محفلِ نعت

(ix) ماہِ ولایت (x) فیضانِ حرا

(xi) نماز میری معراج (xii) امراضِ جلد (تعارف اور علاج)

ذمہ داریاں: چیئرمین المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد

جنرل سیکرٹری مرکزِ تحقیق فیصل آباد

چیئرمین زینت فضل غوثیہ فاؤنڈیشن

سیکرٹری بورڈ آف گورنرز المصطفیٰ قرآن اکیڈمی فیصل آباد

جنرل سیکرٹری فیصل آباد ڈرمالوجی کلب

ادبی مصروفیات: چیف ایڈیٹر ''سیرت رنگ میگزین'' فیصل آباد

مدیر ''المصطفیٰ میگزین'' فیصل آباد

رابطہ: 154-A لیاقت ٹاؤن فیصل آباد (موبائل 0300-9656709)

بلال سکِن اینڈ جنرل کلینک راجہ چوک غلام محمد آباد فیصل آباد